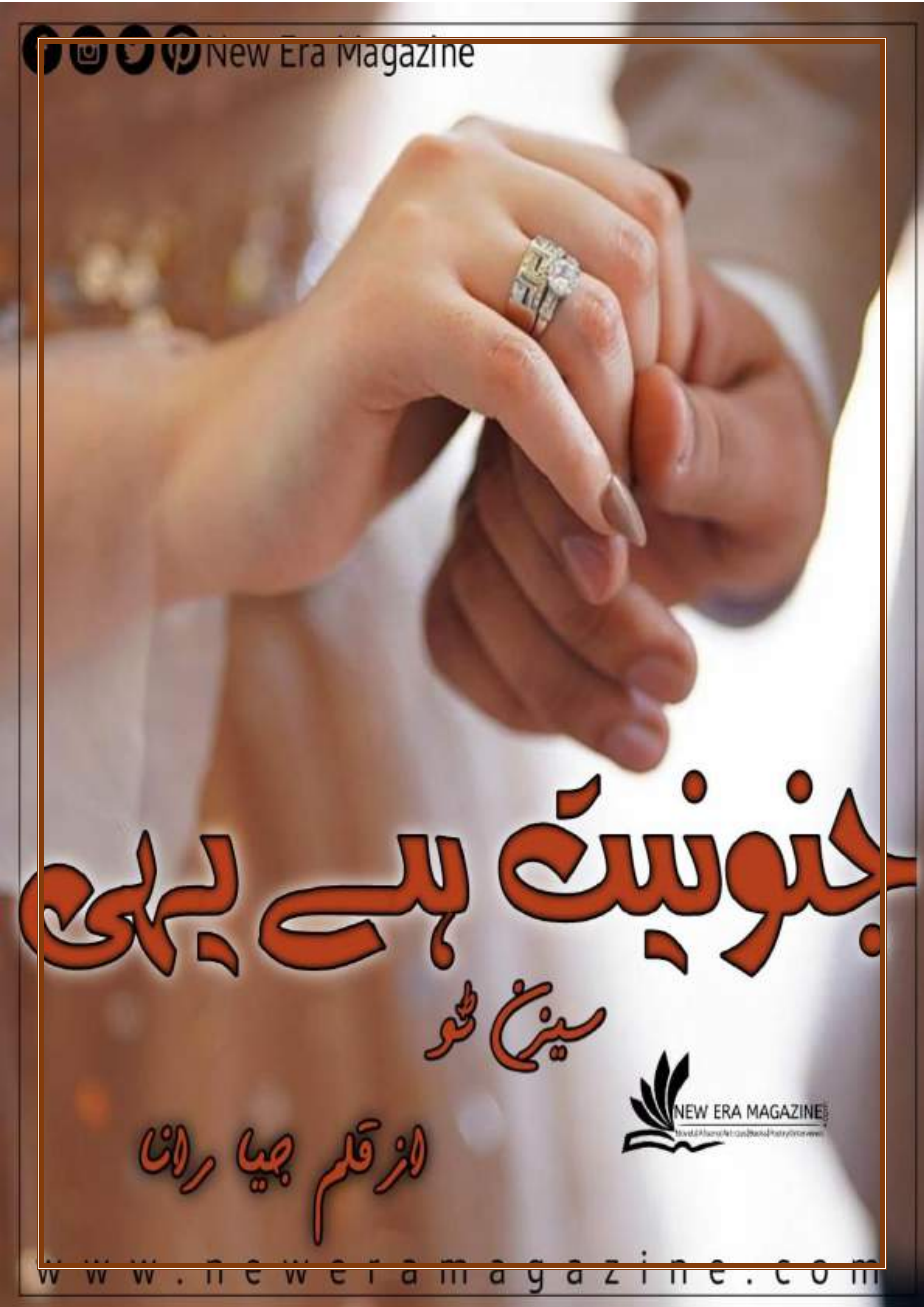
New Era Magazine
جنونیت ہے یہی
سیزن ٹو
NEW ERA MAGAZINE
از قلم جیا رانا
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

جنونیت ہے یہی سیزن ٹو

از قلم جیارانا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

Description:

میرا پہلا ناول جنونیت ہے یہی 'جس کو آپ سب کے پیار اور محبت نے مجھے آگے بڑھانے کا موقع دیا ہے۔اس وجہ سے میں نے سیزن 2 لکھنے کے بارے میں سوچا۔اب ہم ہانیہ عثمان اور عاقب علی شاہ کی کہانی کے ساتھ ساتھ ارسلان علی شاہ کی کہانی کو بھی مکمل کریں گے۔اور کچھ نئے کرداروں کا بھی اضافہ کریں گے۔ شکریہ !

"ہانی پلیز نیچے آجاؤ۔ تم اگر نیچے گر گئی تو عاقب بھائی نے میری اوپر کی ٹکٹ کٹوا دینی ہے۔" ارسلان حیران و پریشان سا اوپر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے ہانیہ سے کہہ رہا تھا جو گھر کی سب سے اوپری چھت کی دیوار کنارے پہ چڑھ کر کھڑی پتہ نہیں کون سے چِلّے کاٹ رہی تھی۔

"بہت مزہ آرہا ہے ارسلان۔ تمہیں پتا ہے یہاں سے پوری کالونی اور کالونی سے دور دور تک کا نظارہ نظر آرہا ہے۔" ہانیہ تو جیسے ارسلان کی طرف دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔ وہ تو کالونی سے دور دور کے مناظر تاک رہی تھی۔

"ہاں ہاں۔ تم اچھے سے کالونی کا نظارہ کر لو تا کہ بعد میں عاقب بھائی مجھے جہنم کا نظارہ کروا دیں۔" ارسلان تقریباً رو دینے کو تھا۔

"ارے کچھ نہیں کہتے تمہارے عاقب بھائی تمہیں۔ میں دیکھ لوں گی انہیں۔ تم ٹینشن نہ لو تمہاری بہن ہے نا!" ہانیہ تو پورے سکون کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ اور دیوار کے اوپر کھڑی 'ادھر اُدھر جھولتی ارسلان کے دماغ کا جھولا بنا رہی تھی۔

"ہانی!......اگر تم ہی نا ہو گی تو مجھے بچائے گا کون۔ پلیز نیچے اتر آؤ۔ عاقب بھائی کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔" ارسلان نے ٹینشن کے مارے دانتوں تلے انگلیاں ہی چبا لیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہانی!......"اچانک سے ہی سہی مگر عاقب صاحب کی آمد ہو چکی تھی۔وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر تقریباً چیختا ہوا ارسلان کے قریب آکر کھڑا ہو چکا تھا۔وہ گاڑی مین گیٹ سے داخل کرتے ہی ہانیہ کی ساری کارستانی دیکھ چکا تھا۔

ارسلان کا تو اس کی آواز سنتے ہی دل ڈوب گیا۔اسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ اب دائیں جائے یا بائیں۔انگلیاں ابھی تک دانتوں تلے موجود تھیں اور آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹ رہی تھیں۔

"وہ......وہ......بھائی...وہ بھائی ہانی نا......"ارسلان کو سمجھ نہ آئی کون سا بہانہ گھڑے۔

"شٹ اپ!......اور یہ تم نے اپنی انگلیوں دانتوں تلے کیوں دی ہوئی ہیں 'نکالو انہیں باہر۔"وہ غصے اور فکر مندی سے لال سرخ ہو رہا تھا۔ارسلان نے فوراً انگلیاں باہر نکالیں۔اور اوپر ہانیہ دیوار پہ کھڑی عاقب کو خوف سے کانپتے دیکھ رہی تھی۔اس سے اب دیوار پہ کھڑا ہونا بیلنس نہیں ہو رہا تھا۔

"ہانی!...ابھی کے ابھی فوراً نیچے اترو۔"عاقب نے سرخ بھبھوتا چہرہ لیا ہانی کو حکم جھاڑا۔اور ہمیشہ کی طرح ہماری ہانی محترمہ نے بڑی تابعداری سے کہا۔"اچھا۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ارسلان!...ارسلان!..."ہانی نے اب ارسلان کو آواز دینی شروع کی۔وہ ابھی بھی دیوار پہ ادھر ادھر جھول رہی تھی۔

"کیا ہے؟"ارسلان نے تقریباً پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

عاقب نے ایک دم غصے سے گھور کر ارسلان کو دیکھا۔ارسلان فوراً سے ہڑ بڑا گیا اور پھر نہایت ہی نرم اور معصومانہ لہجے میں ہانیہ سے پوچھا۔"کیا ہوا ہانی؟"

"میں نیچے کیسے اتروں؟"ہانیہ مسکین شکل لیے بولی۔زیادہ اونچائی ہونے کی وجہ سے اسے تھوڑا اونچا بولنا پڑ رہا تھا۔عاقب اور ارسلان کا تو دماغ ہی گھوم گیا۔

"جیسے چڑھی تھی ویسے ہی اترو۔"ارسلان نے دانت پیسے۔

"میں کیسے چڑھی تھی ارسلان؟"

عاقب اور ارسلان کا دماغ اب سہی طریقے سے لٹو کی طرح گھوما تھا۔

"ہانی تم وہیں رکو'میں آتا ہوں اوپر۔"عاقب کے دل پہ تو مانو ہول اٹھ رہے تھے۔

"پلیز جلدی آیئے۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"اب ہانیہ کو رونا آرہا تھا۔وہ نہایت مشکل سے دیوار پہ بیلنس کیے کھڑی تھی۔ہوا اس کے وجود سے ٹکراتی اسے اب اور زیادہ خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔ہانیہ کو سہی معنوں میں ہوش تو اب آیا تھا۔عاقب کو دیکھ کر۔

عاقب فوراً سے اندر کی طرف بھاگا۔

"لے لو مزے اب اچھی طرح۔اب بھائی نے دو جوتے لگانے ہیں تمہیں اور ساتھ میں مجھے بھی۔"ارسلان کو رہتے سہتے ہی ہول اٹھ رہے تھے۔تصور میں تو عاقب اس کی اچھی طرح پٹائی بھی کر چکا تھا۔

"ارسلان!...مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"ہانی اب رونے لگی تھی۔

"کیا سچ میں ڈر لگ رہا ہے ہانی؟"ارسلان اسے روتے دیکھ فکر مند ہوا۔پہلے تو بس وہ اس کی چالاکیاں ہی سمجھا تھا لیکن اب اسے یقین ہونے لگا تھا کہ وہ سچ میں ڈر رہی ہے۔

"نہیں۔نقلی والا ڈر لگ رہا ہے مجھے ارسلان۔"ہانیہ کی اب بھاں بھاں شروع ہو چکی تھی۔لیکن اپنی بھاں بھاں میں بھی وہ طنز کرنا نہ بھولی۔

"ہانیہ تم بس کالونی کا نظارہ کرو۔دیکھو کتنی خوبصورت لگتی ہے اوپر سے ساری کالونی۔"ارسلان نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔وہ اس کا دھیان بھٹکانا چاہتا تھا فل وقت۔

"ارے بھاڑ میں گئی کالونی اور کالونی کا نظارہ۔یہاں خوف سے میرا تراہ نکل رہا ہے اور تمہیں نظارے کی پڑی ہے۔"ہانیہ اونچا اونچا رونے کے سُر پوری کالونی میں بکھیر رہی تھی۔

"چلو جی۔الٹا چور 'کوتوال کو ڈانٹے۔اچھا ہے اب ادھر ہی لٹکی رہو۔مزہ تو بہت آرہا ہوگا۔آرہا ہے نا مزہ۔"ارسلان نے دانت دکھاتے ہوئے کافی دفعہ ابرو اچکائی۔

"ارسلان میں تمہارا قتل کردوں گی۔سنیئے!......کدھر ہیں آپ؟مجھے بچالیں پلیز۔"ارسلان سے تو کچھ کہنا ہی فضول لگ رہا تھا۔اب اسے عاقب یاد آرہا تھا۔

اچانک کسی نے ہانیہ کا ہاتھ کھینچا تو وہ لڑکھڑا گئی۔ہاتھ عاقب نے کھینچا تھا اور وہ لڑھک کر عاقب کے اوپر گر چکی تھی۔عاقب بھی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور زمین بوس ہوگیا۔

ہانیہ اب عاقب کے اوپر تقریباً لیٹی ہوئی۔عاقب کو دیکھتے ہی اسے حوصلہ ہوا اور اس کا دل بھر آیا۔اور پھر کیا تھا'ہماری محترمہ نے عاقب کے سینے پہ سر رکھ کر فل زور و شور سے رونا پیٹنا شروع کردیا۔

"آآآآاں!......اتنی دیر کیوں لگادی آپ نے؟مجھے ڈر لگ رہا تھا۔"

عاقب کو تو اس پہ پہلے سے ہی غصہ تھا اب اور آنے لگا۔مطلب وہ ہمیشہ مصیبت میں اپنے آپ کو خود ہی پھنسالے اور وہ اسے بچانے پہنچ جائے۔مطلب واہ!...

"پیچھے ہٹو۔مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی۔" عاقب نے تنے نقوش کے ساتھ ہانیہ کو بازؤں سے تھامااور اپنے اوپر سے ہٹایا۔ہانیہ کا رونا دھونا اچانک سے بند ہو گیا۔مطلب عاقب اب ناراض ہو چکا تھا۔

عاقب اپنا سوٹ جھاڑتے اٹھ کھڑا ہوا۔پھر ایک نظر ناراضگی اور غصے سے ہانیہ کو دیکھا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

ہانیہ کا منہ لٹک گیا۔

"مطلب اب ان کو منانا بھی پڑے گا۔" ہانیہ کو سوچ سوچ کر ہی شرم آرہی تھی۔ہائے...میں ان کو کیسے مناؤں گی۔مجھے تو شرم آئے گی۔ہی ہی ہی ہی۔" ہانیہ تو دماغ سے ہی چل چکی تھی۔

عاقب دندناتا ہوا اب ارسلان کے سر پہ بھی آ کھڑا ہو چکا تھا۔ہمارے بچارے ارسلان محترم اب اس طریقے سے کھڑے تھے کہ دنیا کے سارے معصوموں کو اس سے شرم آجائے۔وہ معصومیت کی توہین کر رہا تھا۔

"دماغ سیٹ ہے تمہارا۔اس کو تو پہلے ہی عقل نہیں ہے تم میں تو عقل ہے نا؟..." عاقب کا بس نہیں چل رہا تھا کھڑے کھڑے ارسلان کو اڑا دے۔

"بھائی آپ کو تو پتا ہے کہ میں کس قدر معصوم ہوں۔" ارسلان کی اداکاری تو مطلب توبہ توبہ۔

"ہاں جی۔ سو شیطان مرے ہوں گے تب جا کر تم جیسا معصوم پیدا ہوا ہوگا۔" عاقب تو کہاں پہ چڑھے اور کہاں پہ اترے۔

ارسلان نے خفگی سے نظریں اٹھا کر عاقب کو دیکھا۔ اور عاقب کا دل کیا اس کی آنکھوں کو ڈیلے نکال لے۔

"یہ خیال رکھتے ہو تم میرے پیچھے ہانی کا؟" عاقب کے تو طنزیہ سوال ہی نہ بند ہو رہے تھے۔

"عاقب بھائی!... ہم دونوں کرکٹ کھیل رہے تھے اور بال چھت پہ چلی گئی۔ میں نے تو بس اسے چھت پہ بال لینے بھیجا تھا۔ آگے سے وہ پتا نہیں کب دیوار پہ چڑھ گئی مجھے معلوم ہی نہ ہوا۔"

"کیوں بھئی!... کیا تمہارے پاؤں میں مہندی لگی تھی جو اس پاگل کو اوپر بھیج دیا۔" وہ ایک دم سے دھاڑا۔ ارسلان تو ارسلان چھت سے جھانکتی ہانیہ بھی سہم گئی۔

"مجھے پاگل کہہ رہے ہیں۔" یہ سوچ کر ہی ہانیہ کا نچلا ہونٹ باہر نکل آیا۔

"بھائی سوری!...آگے سے پلکوں پہ بٹھا کر رکھوں گا۔چھکے وہ لگائے گی تو بال میں اٹھا کر لاؤں گا۔"ارسلان نے اس کے غصے کو ہوا ہی دی تھی کم تو بلکل نہ کیا تھا۔

"تمہاری تو ٹانگیں میں توڑوں گا'اگر آئندہ پھر سے کرکٹ کھیلی تو۔"غصے سے اسے جھاڑ پلاتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

ارسلان نے شکوہ کناں نظروں سے چھت پہ کھڑی ہانیہ کو دیکھا تو ہانیہ نے غصے سے ہاتھ میں موجود بال تیزی سے نیچے کی طرف پھینک کر ارسلان کی طرف کا نشانہ لگایا۔

بال سیدھا ارسلان کے سر پہ لگی تھی۔اب وہ سناٹے کے ساتھ کھڑا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

......

"ارے عاقب بیٹا!آگئے تم!......"ثمینہ بیگم اپنے کمرے سے نکلیں تو نظر گھر میں داخل ہوتے ہوئے عاقب پہ پڑی۔

"جی!...اسلام علیکم!"عاقب نے مسکرا کر سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام!......ہانیہ تو باہر ہی ہے۔تمہارے ساتھ اندر نہیں آئی!..."ثمینہ بیگم نے اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے کہا جہاں پہ ارسلان سر میں درد ہونے کے باعث سر پہ ہاتھ رکھے اندر داخل ہو رہا تھا۔

ثمینہ بیگم کے سوال پہ عاقب کا موڈ پھر سے بگڑ گیا۔

"اونہہ!......آپ پلیز کھانا لگا دیں۔میں فریش ہو کر آتا ہوں۔مجھے دوبارہ آفس جانا ہے۔آج کچھ کلائنٹس نے آنا ہے اس لیے میں رات دیر سے ہی آؤں گا۔"وہ اپنی بات مکمل کر کے سیڑھیاں کی طرف بڑھ گیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔سامنے ہی ہانیہ سیڑھیوں سے اتر رہی تھی۔عاقب کے دیکھتے ہی ہانیہ نے فوراً سے دانتوں کی نمائش کر دی۔عاقب نے بے رخی سے رخ موڑ لیا اور اس کے پہلو سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گیا۔ہانیہ کی مسکراہٹ فوراً سے سمٹ گئی اور چہرے پہ ملال اتر آیا۔

ثمینہ بیگم نے سوالیہ ابرو اٹھا کر ارسلان کو دیکھا تو ارسلان نے کندھے اچکا دیے۔ وہ پہلے ہی عاقب سے اتنی بے عزتی کروا چکا تھا اب ماں کو بتا کر اپنے ہی پیر پہ کلہاڑا نہیں مارنا چاہتا تھا۔

"کیا ہوا؟"ثمینہ بیگم نے ہانیہ کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر پوچھا جو کہ اب ان کے سامنے کھڑی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"شاید ناراض ہو گئے ہیں مجھ سے!"ہانیہ کی بے چارگی دیکھنے والی تھی۔

"اوہ!......تو تم منالو اسے۔"ثمینہ بیگم نے وجہ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔

"مناتے کیسے ہیں ماما؟آپ کو تو زیادہ تجربہ ہو گا۔"ہانیہ نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ ان سے سوال کیا۔ثمینہ بیگم فوراً سے ہی گڑبڑا سی گئیں۔ارسلان نے بمشکل اپنا قہقہہ روکا۔

آہم...آہم..."انہوں نے اپنا گلا کھنکارا۔"تم......تم ایسا کرو کل سنڈے ہے نا۔تم اس کے لیے اس کا پسندیدہ کھانا بنانا۔"ثمینہ بیگم نے اچھی ترکیب لڑائی تھی۔ہانیہ کا تو منہ ہی کھل گیا۔

"یو آر جینئیس ماما!!......"وہ خوش ہو گئی۔"لیکن مجھے تو کھانا بنانا آتا ہی نہیں۔"ہانیہ کو ایک دفعہ پھر سے مایوسی ہوئی۔

"ارے ہانی میں ہوں نا میں۔"ارسلان نے اپنے ہونے کا حوصلہ دیا۔جیسے سارے سگھڑ کام تو اسے ہی آتے ہیں۔

"ہیں سچی؟کیا تمہیں کھانا بنانا آتا ہے ارسلان؟"ہانیہ کو خوشگوار حیرت نے آن گھیرا۔جبکہ ثمینہ بیگم نے اسے اوپر سے نیچے تک ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں 'کبھی پانی کا گلاس بھی خود اٹھا کر پیا ہے تم نے۔

"نہیں آتا۔" بڑے فخر سے کالر اچکا کر بتایا گیا۔

"فٹے منہ !" ہانیہ کے منہ سے بے اختیار ہی خارج ہوا۔

"ہانی ایسے تو نہ کہو۔ ہم گوگل بابا کے پاس جا کر دیکھ لیں گے طریقہ۔"

"ارے اتنا کھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں مدد کر دوں گی تمہاری۔" ثمینہ بیگم کا کہنا ہی تھا کہ ہانیہ اور ارسلان نے زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ نہیں۔ آپ تو بلکل نہیں۔ پھر وہ کہیں گے میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا ہو گا سارا کام آپ نے ہی کیا ہو گا۔" ان دونوں کی عقلوں کی پہنچ تو بہت دور دور تک تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ اگر پھر بھی میری ضرورت پڑے تو ضرور بتانا۔" ثمینہ بیگم مسکرا کر کہتیں کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ انہیں عاقب کے لیے کھانا نکالنا تھا۔

"ارسلان تم جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ اٹھا لاؤ۔ ہم دونوں مل کر ریسیپی دیکھتے ہیں۔" ہانیہ کے کہنے کی دیر ارسلان بھاگا بھاگا اپنے کمرے کی طرف گیا اور لیپ ٹاپ اٹھا کر لے آیا۔

"یہ دیکھو ہانی۔ یہ زیادہ اچھی لگ رہی ہے۔" عاقب سیڑھیوں کے زینے اتر رہا تھا جب اس کے کانوں میں ارسلان کی آواز گونجی۔ اس نے آواز کی سمت دیکھا تو ارسلان اور ہانیہ لیپ ٹاپ میں گھسے پتہ نہیں کیا کام کر رہے تھے۔ عاقب کو جلن ہونے لگی۔ وہ ہانیہ

سے ناراض تھااور اس نے اسے منانے کی بھی کوشش نہ کی تھی' بلکہ الٹامزے سے ارسلان کے ساتھ لیپ ٹاپ میں گھسی معلوم نہیں کون سی مزاحیہ قسطیں دیکھ رہی تھی۔

عاقب غصے سے زمین پہ دھپ دھپ قدم رکھتاڈائننگ کی طرف بڑھنے لگا۔ارادہ ہانیہ کواپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔مگر وہ بھول گیا تھا کہ ہانیہ کادماغ اگرایک جگہ اٹک جائے تو ادھر ہی پھنس جاتاہے۔اوراس وقت وہ لیپ ٹاپ میں پھنساہوا تھا۔

وہ مایوس ہوا۔کھانے کے دوران وہ گاہے بگاہے نظران دونوں پہ بھی ڈال لیتاجو فل مگن انداز میں اپنے کام میں جاری تھے۔کھاناتواب ہضم ہونے سے بھی انکاری تھا۔وہ اٹھااور کچن میں موجود ثمینہ بیگم کوآوازدینے لگا۔وہ فوراًکچن سے باہر آگئیں۔

"ماما!......میں آفس جارہاہوں۔رات کودیر سے آؤں گا۔میراانتظار نہ کیجئے گارات کا کھانامیں کھاکرآؤں گا۔"وہ ایک بار پھر سے اونچی اونچی آواز میں انہیں آگاہ کررہا تھا۔ظاہر ہے وہ ثمینہ بیگم کوپہلے ہی بتاچکا تھا مگراب ارادہ ہانیہ کوبتانے کا تھا۔اورہانیہ محترمہ توجیسے اسے سن ہی نہیں رہی تھی۔عاقب کاپارہ ہی چڑھ گیا۔

وہ غصے سے گھر کی راہداری عبور کرتا باہر نکل گیا۔ثمینہ بیگم نے ایک نظر باہر جاتے عاقب پہ ڈالی اور دوسری نظر ارسلان اور ہانیہ پہ ڈالی۔وہ بس مسکراہٹ دباتی افسوس سے سر ہی ہلا سکیں۔

......

"کیا ہوا ہانیہ؟ادھر کھڑی ٹہل کیوں رہی ہو؟"ثمینہ بیگم اسے لاؤنج میں ٹہلتے دیکھ ہو چھ بیٹھیں۔وہ اس وقت اپنے کمرے سے باہر پانی لینے کے ارادے سے نکلیں تھیں۔

"وہ ابھی تک آئے ہی نہیں۔"ہانیہ کی نظر مسلسل دروازے پہ تھی۔

"ارے اس نے تو آج دیر سے آنا ہے۔ایسا کرو تم سو جاؤ۔وہ مجھے بتا کر گیا ہے کہ آج اسے دیر ہو جائے گی۔آفس میں کچھ ضروری کام تھا اسے۔"ثمینہ بیگم نے پیار سے اس کا گال تھپکا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"انہوں نے مجھے تو اس بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں۔ مطلب سچی والا ناراض ہو گئے ہیں۔" ہانیہ کا نیچے والا ہونٹ ایک دم سے باہر نکل آیا۔ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تیرنے لگے۔

"کوئی بات نہیں۔ کل میں بہت اچھا سا کھانا بناؤں گی تو وہ کھاتے ہی مان جائیں گے۔" ہانیہ خود ہی سے آہستہ آہستہ بڑبڑا رہی تھی۔ ثمینہ بیگم سن چکی تھیں۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے بچے تم منا لینا کل اسے۔ ابھی جا کر سو جاؤ۔" ثمینہ بیگم نے پچکارتے ہوئے کہا تو وہ بھی سر اثبات میں ہلاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے میں پہنچ کر اس نے اپنی نائٹی پہن لی اور حجاب کھول لیا۔ بالوں کو جوڑے کی شکل میں جو لپیٹا ہوا تھا انہیں بھی کھول لیا اور ہاتھ میں ہیئر برش لے کر بیڈ پہ چڑھ کر بیٹھ گئی۔ اور پھر کیا تھا شروع ہو گئی اپنے لمبے گھنگریالے بالوں سے الجھنا۔

"یہ میرے بال اتنے لمبے کیسے ہو گئے۔ اور یہ اس میں برش کیوں اٹک رہا ہے بار بار۔ جب ماما کرتی تھیں تب تو نہیں اٹکتا تھا۔ اور جب عاقب کرتے ہیں تب بھی نہیں اٹکتا۔ اب کیوں اٹک رہا ہے؟" ہانیہ جتنے اندازے لگا رہی تھی اسے تو کرائم انویسٹیگیشن ڈپارٹمنٹ میں ہونا چاہیے تھا۔

"میں تو تھک گئی۔"ہانیہ کو جمائیاں آنے لگیں۔ابھی تو برش کرتے اسے دو منٹ بھی نہیں ہوئے ہوں گے ٹھیک سے۔

وہ بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔اور کچھ ہی دیر میں اس پہ نیند بھی غالب ہو گئی۔

عاقب کمرے میں داخل ہوا تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی ہنسی نکل گئی۔

ہانیہ بیڈ سے ٹیک لگائے دنیا جہاں سے بیگانہ سو رہی تھی۔بالوں میں ہیئر برش اٹک کر جھول رہا تھا۔وہ کافی مضحکہ خیز دکھائی دے رہی تھی۔

عاقب نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور ہاتھ میں تھاما اپنا بیگ صوفے پہ رکھا۔

قدم قدم چلتا وہ ہانیہ کے قریب پہنچا اور اس کے بالوں میں جھولتا برش آہستہ سے نکال کر بیڈ کی سائیڈ پہ رکھ دیا۔پھر آہستہ سے اسے سیدھا کر کے بیڈ پہ لٹا دیا اور اسے کمفرٹ اوڑھا دیا۔

آہستہ سے اپنے لب اس کے ماتھے پہ مس کرتا وہ پیچھے ہٹا پھر وہ کمرے سے ملحقہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔کچھ ہی دیر میں وہ کپڑے بدل کر 'فریش ہو کر نکلا اور ہانیہ کی دوسری سائیڈ آ کر لیٹ گیا۔ہانیہ کو اپنے قریب تر کر 'باہوں میں سمیٹتا وہ آنکھیں موند گیا۔

کیا وہ ہانیہ سے ناراض بھی تھا؟اسے تو یاد نہیں تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

......۞......۞

صبح ہانیہ کی آنکھ آلارم کی آواز سے کھلی۔اس نے ادھر اُدھر دیکھا تو عاقب کہیں نہیں تھا۔وہ شاید نماز پڑھنے گیا تھا۔وہ بھی ہمت کر کے نماز ادا کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

نماز کے بعد وہ جائے نماز پہ ہاتھ پھیلائے بیٹھی اب اللہ سے دعا گو تھی۔

"اللہ میاں!...میں کبھی بھی بغیر وجہ کے نماز سے چھٹی نہیں کرتی۔اور اللہ میاں!...میں تو معصوم سی ہوں۔اور اچھی بھی ہوں۔اللہ میاں آپ کو یاد ہے میں نے ایک مہینہ پہلے ایک فقیر کو سو روپیہ بھی دیا تھا۔اور اللہ میاں میں نے پرسوں ایک بلی کے بچے کو دودھ بھی پلایا تھا۔پلیز اللہ میاں! بس میری ایک دعا قبول کر لیں۔عاقب کی ناراضگی کو دور کر دیں۔ارسلان کہتا ہے جو بیوی اپنے شوہر کو ناراض کرتی ہے' جنت کی ستر حوریں اس پہ لعنت بھیجتی ہیں۔اللہ میاں میں نے تو نہیں ناراض نہیں کیا۔وہ خود ہی ناراض ہو گئے۔لیکن اللہ میاں میں آپ سے پکا وعدہ کرتی

ہوں کہ میں انہیں منالوں گی۔آپ ان حوروں سے کہیے گا کہ مجھ پہ لعنت نہ بھیجے۔میں اچھی بیوی ہوں۔"

ہانیہ محترمہ نے اپنے سارے گناہ چھوڑ کر اپنی ساری نیکیاں اللہ کو گنوادی تھیں۔اور اب اسے اپنے اوپر پڑتی حوروں کی لعنتوں کی فکر نے بھی آن گھیرا تھا۔ارسلان نے کل ہی اسے یہ بات بتا کر سونے پہ سہاگہ کا کام کیا تھا۔

اچانک سے ہی اسے کمرے کے دروازے کے قریب قدموں کی چاپ سنائی دی۔

"اللہ میاں!......لگتا ہے وہ آگئے۔اب میں چلتی ہوں۔آپ میرے ساتھ ہی رہیے گا'ٹھیک ہے۔"دعا کے لیے اٹھائے ہاتھوں کو منہ پہ پھیرتی وہ جلدی سے جائے نماز لپیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی۔اور پھر کیا تھا'ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر ہانیہ محترمہ نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور فوراً سے کمرے کے باہر ایسی دوڑ لگائی اور نیچے پہنچ کر ہی دم لیا۔

عاقب تو اپنی جگہ سناٹے میں ہی کھڑا رہ گیا۔وہ اس کے قریب سے ہو کر گولی کی سی سپیڈ سے گئی تھی۔سلام کرنا تو کیا دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا تھا۔

"کیا وہ اس سے ناراض ہو گئی تھی۔لیکن کس بات پہ؟"وہ تو حیرت میں غوطہ زن ہو چکا تھا۔اب اسے ہانیہ پہ ایک دم سے شدید تاؤ آنے لگا۔یعنی ایک اور ناراضگی'یعنی ہانیہ پہ ستر حوروں کی لعنتیں ایک بار پھر سے پڑ چکی تھیں۔چچ چچ...بچاری ہماری محترمہ۔

......◈......◈◈

"ارسلان مجھے چینی پکڑاؤ!" ہانیہ نے فون میں لکھی ترکیب کو دیکھتے ہوئے ارسلان کو حکم جھاڑا۔ اور ارسلان محترم کے تو کیا ہی کہنے۔ اس نے اپنی زندگی میں ماشااللہ سے چینی بھی دیکھ رکھی تھی اور نمک بھی۔ جو کہ اسے تو ہم شکل ہی لگتے تھے۔ اس لیے ہمارے محترم نے جلدی سے نمک کا ڈبہ اٹھا کر ہانیہ کی طرف بڑھایا۔

"اونہہ!...... مجھے کیوں پکڑا رہے ہو۔ اس میں جلدی سے آٹھ چمچ چینی کے ڈالو۔" ہانیہ کی نظریں فون پہ لکھی ترکیب کی طرف مصروف تھیں۔ وہ اس وقت وینیلا کیک بنا رہے تھے عاقب کی پسند کا۔ اور ساتھ میں چائینیز چاول۔ چائینیز کے لیے تو وہ دونوں پہلے ہی سبزیاں وغیرہ کاٹ چکے تھے لیکن بس اب اسے پکانا باقی تھا۔

"ڈال دیے ہانی اب کیا کروں؟"

وہ دونوں ہی اس وقت کچن میں موجود تھے۔ انہوں نے تو ایپرین کے ساتھ ساتھ شیف کی طرح لمبی لمبی ٹوپیاں بھی پہن رکھی تھیں۔ اور ماشااللہ سے ان دونوں کے ہی چہرے' ہاتھ' اور ایپرین میدے سے لدے ہوئے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں ارسلان 'اب اس کو بیٹر کے ساتھ اچھی طرح مکس بھی کر دو۔" ہانیہ کے کہنے کے ہی مطابق ارسلان نے بیٹر اٹھایا اور کیک کے مکسچر کے باؤل میں ایسے پٹخا جیسے وہ بچارا خود ہی سے جادو کی چھڑی گھوما کر سب کچھ مکس کر دے گا۔

"ہانی یہ مکس کیوں نہیں ہو رہا؟" ارسلان کا احمقانہ سا سوال۔

"اس بیٹر کا بٹن دباؤ پھر ہی تو مکس ہو گا۔"

"اچھا۔" ارسلان نے فرماں برداری سے ہی بیٹر کو اٹھائے بغیر اس کا بٹن دبا دیا۔ پھر کیا تھا'آدھا مکسچر ان کے منہ پہ اچھل کر گر گیا۔ ارسلان نے جلدی سے بیٹر کو باہر نکالا۔

"ارسلان؟ یہ کیا کیا تم نے؟ آدھا مکسچر ضائع کر دیا۔ ہمارے پاس تو میدا ابھی اور نہیں ہے۔" ہانیہ کو تاسف نے آن گھیرا۔

"کوئی بات نہیں ہانی!... ہم چھوٹا سا کیک بنا لیں گے۔" دماغ تو ارسلان کا بھی بہت چلتا تھا۔ مگر الٹے کاموں میں۔

"واہ ارسلان!... تم کتنے چالاک ہو۔" محترمہ کے کہنے کی دیر تھی اور ہمارے ارسلان محترم چوڑے ہو گئے۔

"ابھی دیکھنا عاقب بھائی جب ہمارے ہاتھ کا بنا کھانا کھائیں گے تو انگلیاں چاٹتے رہ جائیں گے 'پھر دیکھنا روز تم سے کھانے کی فرمائش کریں گے۔ اور کہیں گے ہانیہ مجھے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تمہارے ہاتھوں کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ کا کھانا نہیں پسند۔وہ بس دن رات تمہارے کھانے کے بارے میں سوچیں گے۔"ارسلان اب کچھ زیادہ ہی لمبی چھوڑ رہا تھا۔ہانیہ کی آنکھوں میں ایک دم سے بڑے بڑے ستارے چمک اٹھے۔

"ہیں؟ سچی؟"ہانیہ نے ایک انگلی دانتوں تلے دبا کر پر جوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں جی!...اب جلدی جلدی سے ہاتھ چلاؤ دوپہر کے کھانے کا وقت ہونے والا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ دونوں ایک بار پھر سے کام میں لگ گئے۔ان دونوں نے کیک کے مکسچر کو اوون میں رکھا اور چائینیز کی طرف آئے۔

"ارسلان زرا نمک پکڑاؤ مجھے۔"ہانیہ نے ہانڈی میں چمچ چلاتے ہوئے ارسلان سے کہا تو ہمارے ارسلان محترم نے خود ہی سے نمک نکال کر ہانڈی میں ڈال دیا۔ہانیہ نے سراہنے والی نظروں سے ارسلان کو دیکھا اور ایک دفعہ پھر ہمارے ارسلان محترم کی گردن فخر سے کڑا گئی جو کہ نمک کی جگہ چینی ڈال چکے تھے۔

سب کچھ تقریباً تیار ہو چکا تھا۔ان دونوں نے بڑا سجا کر کیک کور کھا تھا۔چائینیز بھی دیکھنے میں نہایت ہی خوبصورت اور مزے دار لگ رہے تھے۔

لیکن ہمارے محترم ارسلان اور محترمہ ہانیہ!......وہ دونوں تو بلکل بھی دیکھنے کے قابل نہیں لگ رہے تھے۔ہانیہ کا چشمہ نہایت ہی خراب حالت میں تھا۔اور اسے تو صاف کرنے کی جیسے توفیق ہی نہیں کی گئی تھی۔

سارے کچن میں تو جیسے ادھم مچایا گیا تھا۔کوئی چیز بھی اپنے ٹھکانے پہ نہیں تھی۔اور جو چیز اپنے ٹھکانے پہ تھی اس کی حالت بھی کچھ کم خراب نہیں تھی۔

ساری چیزوں کو 7 کو اچھے سے ٹرے میں سجا کر وہ دونوں کچن سے باہر نکلے۔ان دونوں کی خوشی عروج پہ تھی جیسے پتہ نہیں کون سا معرکہ مار لیا ہو۔

منظور علی شاہ اور ثمینہ بیگم لاؤنج میں ہی بیٹھے آپس میں گفتگوِ بحث تھے۔مگر جیسے ہی ان دونوں کی نظر ارسلان اور ہانیہ پر پڑی تو دونوں کا ہی فلک کو چیرتا ہوا قہقہہ لاؤنج میں گونجا۔ہانیہ اور ارسلان نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر کندھے اچکا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔انہیں جلد از جلد اپنے بنائے کھانے کی تعریف سننی تھی۔

......◇......◇......◇

ہانیہ اور ارسلان اب عاقب کے سامنے اپنے دانت نکال کر کھڑے تھے۔اور وہ جو سنڈے کے دن بھی اپنا سارا آفس ورک گھر لے آیا تھا'اس وقت مصروف سا اپنے لیپ ٹاپ اور فائلز کے جھرمٹ میں الجھا ہوا تھا۔

عاقب نے پہلے تو ان دونوں کی حالت کو دیکھا اور پھر ہانیہ کے ہاتھ میں موجود ٹرے کو دیکھا۔عاقب کا قہقہہ اچانک سے ہی فضا میں بلند ہوا تھا۔اگر کوئی جیتا جاگتا لطیفہ اس کی نظر میں تھا تو وہ'وہ دونوں تھے۔

"ارسلان!...یہ اس طرح سے کیوں ہنس رہے ہیں۔میں اچھی تو لگ رہی ہوں نا۔"ہانیہ نے ایک نظر اپنے خراب حلیے کو دیکھتے ہوئے الٹی کھوپڑی کے مالک ارسلان سے سوال کیا۔

"ہانی مجھے تو ہمیشہ کے جیسی لگ رہی ہو۔یقیناً مجھے دیکھ کر ہنس رہے ہوں گے۔میں کیسا لگ رہا ہوں ہانی؟"ارسلان نے بھی ایک نظر اپنے خراب حُلیے کو دیکھا۔ایپرین اور ٹوپی کو اتارنے کی تو توفیق ہی نہیں کی گئی تھی۔

"تم بھی اچھے لگ رہے ہو ارسلان۔"ہماری محترمہ کے دماغ کا سکریو تو پہلے سے ہی ڈھیلا تھا۔

''تم دونوں...... تم دونوں نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اپنی شکل دیکھو اپنی آئینے۔'' عاقب کا تو قہقہہ مانو تھم ہی نہیں رہا تھا۔ ہانیہ اور ارسلان نے فوراً سے کمرے میں موجود ڈریسنگ میرر میں جھانک کر دیکھا۔

''میں زیادہ بری تو نہیں لگ رہی۔ بس چہرے اور کپڑے خراب ہو گئے ہیں۔ اور چشمہ بھی تھوڑا سا خراب ہو گیا ہے۔ بس۔'' ہانی نے اپنے آپ کو غور سے آئینے میں دیکھا۔

''تھوڑا سا!...... یہ تھوڑا سا ہے۔'' عاقب ہنستے ہوئے اچانک شاکڈ ہوا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ ہمیں چھوڑیں اور یہ لیں۔ یہ میں اور ارسلان آپ کے لیے بنا کر لائیں ہیں۔'' ہانیہ نے ٹرے سامنے ٹیبل پہ اس کی فائلز کے درمیان رکھ دی۔

''لیکن کس لیے؟'' وہ اچنبھے سے پوچھ رہا تھا۔

''آپ ہانی سے ناراض ہو گئے تھے نا تو اس لیے۔ آپ کو منانے کے لیے ہی ہم نے یہ کھانا بنایا ہے۔'' جواب ارسلان کی طرف سے آیا تھا جبکہ ہماری پیاری محترمہ ہاتھوں کی انگلیاں چٹخاتی سر جھکائے مسکین سی شکل لیے کھڑی تھیں۔

عاقب کو پہلے تو جھٹکا لگا لیکن پھر خوشگوار حیرت کے ساتھ کھانے کی ٹرے اور ان دونوں کو دیکھا۔

''اچھا۔ میں ناراض تھا؟'' اسے جیسے پھر سے یاد نہ آیا۔

’’ہاں بھائی کل ہوئے تھے نا آپ ناراض ہم دونوں سے۔‘‘ارسلان نے یاد دلوانے کی کوشش کی۔

’’اچھا یاد دلوایا۔‘‘عاقب نے ان دونوں کی بے وقوفانہ حرکت پہ انہیں سراہا۔

’’ہاں اب ٹیسٹ تو کریں کہ کیسا ہے؟‘‘ہانیہ تھوڑا پرجوش ہوئی۔

’’کرتا ہوں جی ٹیسٹ۔‘‘عاقب نے اپنی توجہ ٹرے پہ مرکوز کی اور چائنیز اٹھا لیے۔اور جیسے ہی ایک چمچ منہ میں ڈالا اسے ایسے محسوس ہوا جیسے چاولوں میں شہد گھول دیا ہو۔

’’مجھے یقین ہے کہ یہ تم دونوں نے ہی بنائے ہیں۔‘‘عاقب نے اپنے تاثرات نارمل ظاہر کیے اور پھر وانیلا کیک اٹھا لیا۔اور اسے ٹیسٹ کرتے ہی اسے زور کا جھٹکا لگا۔ اس نے جلدی سے پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

ارسلان اور ہانیہ تو ہونق بنے بس اسے ہی تک رہے تھے۔

’’کیسا بنا ہے؟‘‘ان دونوں کا ایک ساتھ سوال گونجا۔اتنا کچھ دیکھ کے بھی وہ آدھے دماغ سے سٹکے ہوئے تھے۔

’’بہت خوب۔میں نے آج تک ایسا کھانا نہیں کھایا۔‘‘عاقب نے افسوس سے ان دونوں کو دیکھا۔

’’سچی؟‘‘وہ دونوں یک دم خوشی سے چہکے۔

"خدا گواہ ہے۔" عاقب جتنا افسوس ان دونوں پہ کر سکتا تھا وہ کم تھا۔

"اب تو آپ ناراض نہیں؟" ہانیہ نے اپنے پتے کا سوال پوچھا۔

"میں پہلے بھی ناراض نہیں تھا۔" عاقب نے کھڑے ہو کر اس کے گال کھینچے۔ ہانیہ ایک دم سے انار ہوئی۔

"اچھا۔" وہ سمجھ گئی تھی۔ وہ ہمیشہ بہت جلدی سمجھ جاتی تھی۔ ہماری محترمہ کو تو پیدائیشی بہت زیادہ سمجھ آتی تھی۔ ضرورت سے زیادہ سمجھ آجاتی تھی۔

"پاگل۔" وہ ہنسا تھا۔

اچانک کسی کے کھانسنے کی بہت تیز آواز کمرے میں گونجی۔

ارسلان جو کہ ان دونوں کو مصروف دیکھ منہ میں پانی بھرے اپنے بنائے گئے کھانے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا، یہاں تک صوفے پہ بیٹھا چائیبیز اٹھائے مزے سے پہلا لقمہ بھی لے چکا تھا، اب بہت تیزی کے ساتھ زور زور سے کھانس رہا تھا۔

عاقب نے مسکراہٹ لبوں میں دبائی جبکہ ہانیہ محترمہ نے اپنے بھائی کے لیے جٹ پٹ پانی کا گلاس پیش کیا۔

"کیا ہوا ارسلان؟" ہانیہ نے اس سے سوال کیا جو کہ ابھی تک کھانس رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsane|Articles|Books|Poetry|Interviews

"دکھ... نہیں رہا... کہ... کہ کھانس رہا ہوں۔" کھانستے ہوائے اٹک اٹک کر جواب آیا۔پانی کو حلق سے اتارتے ہی جیسے اسے تھوڑا سا سکون ملا۔

"ہانیہ یہ کیا بنایا ہے یار تم نے۔کیک میں نمک کون ڈلتا ہے وہ بھی اتنا!!!! زیادہ!" ارسلان کا دماغ اپنی جگہ پہ نہیں تھا۔

"کیا!!!؟" ایسا کیسے ممکن ہے؟" ہانیہ پہلے تو بے یقین ہوئی اور پھر جلدی سے کیک کا سلائس اٹھا کر منہ میں ڈال گئی۔عاقب نے اپنے سر پہ ہاتھ رکھے شاکڈ کی سی کیفیت سے اسے دیکھا۔پانی ختم ہو چکا تھا۔اور ہانیہ اب شدت سے کھانس رہی تھی۔عاقب کا دل مانو سوکھ کر حلق میں آ گیا تھا۔وہ جلدی سے دیوانہ وار کمرے سے نیچے کی طرف بھاگا۔

ارسلان بھی فوراً سے اٹھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو زور زور سے، زور زور سے، کافی زور سے ہانی کی کمر تھپکنے لگا۔بلکہ ایسا کہنا ٹھیک ہو گا کہ وہ تھپک کم اور اسے تھپڑ زیادہ لگا رہا تھا۔

"ہانی تم ٹھیک ہو۔" ارسلان پریشانی میں کچھ زیادہ ہی اونچا بولنا شروع ہو گیا تھا۔ہانیہ کو اس کی آواز سے اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جاہل انسان......آ......آہستہ بولو۔ مجھ......مجھے سنتا ہے۔" کھانس کر اس کی آنکھیں بھی سرخ ہو چکی تھیں۔

"عاقب بیٹا کیا ہوا۔" عاقب کو کچن کی طرف دوڑ لگا کر واپس آتے دیکھ کر ثمینہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔ جو کہ اب ان کی سنے بغیر ہی ہاتھ میں پانی کی بوتل لیے اوپر کی طرف بھاگ چکا تھا۔ منظور علی شاہ بھی حیران تھے۔

"اللہ خیر کرے۔" وہ دونوں بھی اس کے پیچھے بھاگے۔

عاقب نے جلدی سے کمرے میں قدم رکھا اور ہانیہ کے منہ سے پانی کی بوتل لگائی۔ ہانیہ نے جلدی سے پانی حلق سے اتارا۔ عاقب آہستہ آہستہ اب اس کی کمر بھی سہلا رہا تھا۔ جبکہ ارسلان تو بس ہونقوں کی طرح کھڑا تھا۔

پانی پینے کے بعد ہانیہ کچھ آرام دہ ہوئی۔

عاقب نے شکر کا سانس خارج کیا اور ہانیہ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بھینچا۔

"میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔" آہستہ سے اس کے حجاب پہ بوسہ دیتا وہ تھوڑا پر سکون ہوا۔

ارسلان تو ان کا رومانوی انداز دیکھ کر کمر پہ ہاتھ رکھے ادھر اُدھر دیکھ کر کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا تھا۔ جیسے وہ تو انہیں دیکھ ہی نہیں رہا، جبکہ اس کا سارا دھیان ان

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دونوں کی طرف ہی تھا اور دل ہی دل میں وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ بھی فیوچر میں اپنی وائف عالیہ کے ساتھ ایسے ہی کرے گا۔اپنے فیوچر کے بارے میں منصوبے بناتا وہ بلاوجہ ہی خوش ہو چکا تھا۔

منظور علی شاہ اور ثمینہ بیگم بھی کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔سامنے کا منظر دیکھ انہوں نے بھی اوپر نیچے دیکھنا شروع کر دیا۔

"سنیے !...مجھے لگتا ہے میں نیچے اپنی تسبیح بھول آئی ہوں۔" یہ ثمینہ بیگم کہہ رہی تھیں جن کے ہاتھ میں تسبیح پہلے سے ہی موجود تھی۔

"مجھے لگتا ہے میں بھی اپنا چشمہ نیچے ہی بھول آیا ہوں۔" وہ ہڑبڑا کر بولے اور دونوں نے جلدی سے نیچے کا رُخ کیا۔

ارسلان ابھی بھی کمرے کے نقش و نگار کو حفظ کرنے میں مصروف تھا جب ثمینہ بیگم آئیں اور اسے گھسیٹنے کے سے انداز میں نیچے لے گئیں۔

"شرم آتی ہے تمہیں۔"

"بے شرمی کی بھی حد ہوتی ہے ارسلان۔"

"ہمیں تم سے یہ امید نہیں تھی ارسلان۔"

نیچے آتے ہی منظور علی شاہ اور ثمینہ بیگم نے ارسلان کو اچھا لیکچر جھاڑا اور پھر یہ جا وہ جا۔

ارسلان تو منہ کھولے بس شاکڈ کی سی کیفیت میں ہی کھڑا رہا۔

"رومینس وہ کر رہے تھے یا میں! شرم انہیں آنی چاہیے یا مجھے۔" اب وہ اپنے آپ سے ہی سوال کر رہا تھا۔

"میں جلدی سے عالیہ کو بھی یہ بتاتا ہوں۔" چٹکی بجا کر خوش ہوتے ہوئے وہ اپنا فون جیب سے نکال چکا تھا۔ اور عالیہ کا نمبر ملا کر جلدی سے اس نے فلیجل کی گولی لی۔

(فلیجل کی گولی لینے سے مراد اس نے جی بھر کر اپنا پیٹ ہلکا کیا)

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

......۞......۞......۞

"اب تم ٹھیک ہو ہانی؟" عاقب نے اسے اپنے آپ سے الگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں نا!... بلکل ٹھیک۔ یہ سارا کیا دھرا نا ارسلان کا ہے۔ اس کی تو ایسی کی تیسی..."

ہانیہ کو یاد آتے ہی ایک دم پھر سے غصہ آیا اور جلدی سے ادھر اُدھر نظر گھما کر ارسلان کو ڈھونڈا چاہا۔ ارسلان ہوتا تو نظر آتا نا۔

"تو کیا یہ سب ارسلان نے بنایا تھا؟" وہ اب اپنی مسکراہٹ دبائے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔نمک اور چینی ڈالنے والا کام اسی کا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔تم پھر سے بنا لینا۔" عاقب نے اس کی آنکھوں سے چشمہ اتارا اور ٹیشو سے اسے صاف کرنے لگا۔

"دیکھیں۔سب کچھ خراب ہو گیا۔میرے کپڑے بھی۔" وہ اب بچلا ہونٹ باہر نکالے، آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے رونے ہی والی تھی بس۔

"کچھ نہیں ہوتا ہانی۔مجھے نہیں کھانا تھا کچھ بھی۔" وہ اس کا چہرے ہاتھوں میں تھامے انگوٹھے سے اس کے آنسو صاف کر رہا تھا جو کب سے باہر بھی آ چکے تھے۔انداز اسے پچکارنے والا تھا۔

"نہیں۔ارسلان کہہ رہا تھا جو لڑکی اپنے شوہر کو ناراض کرتی ہے اس پہ ستر حوریں لعنت بھیجتی ہیں۔" وہ اب مکمل رونے لگی تھی۔

"تو تم نے تو مجھے ناراض نہیں کیا۔"

"سچ میں؟" وہ نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ آنکھوں میں چمک لیے پوچھ رہی تھی۔عاقب کو اس پہ پیار آیا۔

"ہاں نا؟ اب چلو جاؤ جلدی سے فریش ہو آؤ۔ہم باہر کھانا کھانے جائیں گے۔" عاقب نے اس کی پیشانی پہ بوسہ دیتے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوکے۔" کہتے ساتھ وہ فریش ہونے کے لیے بھاگی۔

"جھلّی!..."

۞......۞......۞

"آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟"

ارسلان ابھی فریش ہوکر صوفے پہ بیٹھا تھا جب تھوڑی دیر بعد عاقب اور ہانیہ کو نک سک سا تیار ہوکر باہر کی طرف قدم بڑھاتے دیکھا۔

عاقب کا ماتھا ٹھٹھکا۔اس نے کنکھیوں سے ہانیہ کو دیکھا جس کے تاثرات جذبات اور خوشی سے اتھل پتھل ہورہے تھے۔عاقب جیسے بھانپ گیا تھا کہ آگے وہ کیا کہے گی۔

"ہم باہر کھانا کھانے جارہے ہیں ارسلان۔تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

اور یہ گئی بھینس پانی میں۔

("اُف!...اس لڑکی کا پیٹ ہے یا پانی سے بھرا ہوا پیالہ جو ہر منٹ کے بعد چھلک جاتا ہے)عاقب صرف سوچ ہی سکا۔

"ہیں؟کیا سچ میں؟ایسا ہے کیا؟"ارسلان خوشگوار حیرت لیے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں ہاں۔"ہانیہ نے جھٹ پٹ سر ہاں میں ہلایا۔

"میں بھی چلوں گا، میں بھی چلوں گا۔" ارسلان بولا تو جوش کے ساتھ تھا لیکن جب عاقب کے تاثرات دیکھے تو سارا جوش ماند پڑ گیا۔

"ہاں چلو ارسلان۔" ہانیہ خوش تھی۔

"نہیں۔ بس رہنے دو ہانی۔ میں مستقبل میں اپنی بیوی کے ساتھ چلا جاؤں گا۔" ارسلان کی مسکین شکل دیکھنے والی تھی۔

"تو ہم ابھی ہی عالیہ کے گھر سے تمہاری بیوی کو اٹھوا (عاقب نے تلملاتی نظروں سے ہانیہ کو دیکھا) لیتے ہیں۔" آخری دو الفاظ عاقب کی گھوری پہ مدھم آواز میں ادا ہوئے تھے۔

"میرا مطلب ہے کہ ہم عالیہ کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔" ہانیہ نے فوراً سے بات بدلی۔

"ارسلان نے جانا ہوا تو وہ خود اسے لے جائے گا۔ یہ صرف ہم دونوں کا لنچ ہے، صرف ہم دونوں کا۔" آخری الفاظ عاقب نے زور دے کر ادا کیے تھے۔

"اوکے۔" ارسلان اور ہانیہ دونوں یک مگر آہستہ آواز میں بولے۔ ان کا سارا جوش ختم ہو چکا تھا۔

''اب چلو!'' عاقب نے تاکید کی تو ہانی اور ارسلان پھر سے ان دونوں نے یک مگر آہستہ آواز میں ''اوکے'' بولا تو عاقب کو آگ ہی لگ گئی۔

''صرف ہانیہ کو کہا ہے میں نے۔'' عاقب بھڑکا۔

''اوکے۔'' ایک بار پھر وہ دونوں یک آواز میں بولے تو عاقب کا انداز ''دھُم تانانا'' والا ہو گیا۔

''میرے منہ سے نکل گیا تھا۔ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں ہم دونوں کو۔'' ہانیہ کی بھولی سی صورت دیکھنے والی تھی۔عاقب کا انداز نارمل تو نہیں لیکن قدرے بہتر ہو گیا تھا۔

اب وہ دونوں ہی دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔عاقب نے اپنے عقب میں ہانیہ کو دیکھا جس کا منہ اُترا ہوا تھا۔اور پھر پیچھے مڑ کر ارسلان کو دیکھا جو کہ اب افسردہ سا سیڑھیوں میں بیٹھا تھا۔

ایکٹنگ میں وہ دونوں ہی ذہین و فطین تھے۔

عاقب نے ایک لمبی سانس خارج کی اور رک گیا۔پھر دوبارہ پیچھے مڑ کے دیکھا۔

''ایسا کرو ارسلان تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔''

ہانیہ اور ارسلان دونوں یک دم کھل اٹھے تھے۔پھر کیا تھا،ارسلان ان سے بھی پہلے باہر گاڑی میں جا بیٹھا تھا۔کہ کہیں عاقب کا موڈ ہی نا بدل جائے۔

...۞...۞۞

"

کیا ہم لوگ عالیہ کو بھی ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔" ارسلان پر جوش آواز میں عاقب سے پوچھ رہا تھا۔ گاڑی اپنے سفر پر رواں تھی۔

عاقب نے ایک سخت گھوری سے ارسلان کو نوازا۔ وہ اس کے ساتھ والی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا، جبکہ ہانیہ پیچھے۔

"اچھا ایسے گھوریں تو نہ، میں تو ویسے ہی کہہ رہا تھا۔" وہ خاموش ہوا تو عاقب نے چپ چاپ گاڑی عالیہ کے گھر کے راستے موڑلی۔ ہانیہ اور ارسلان بس چیخ دینے کو تھے۔

"آپ کتنے اچھے ہیں عاقب!"

ہانی کا کہنا ہی تھا کہ عاقب کا دل ایسے پگھل گیا جیسے چولہے پر رکھ دیا ہو۔

"بس بس! زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے بھائی! دھیان سے گاڑی چلائیں، کہیں ٹھوک ہی نہ دیں۔" ارسلان کی زبان میں ایک بار پھر سے کھجلی ہوئی۔

"ارسلان تم بہت بدتمیز ہوتے جا رہے ہو..." اب عاقب کا نار کنے والا لیکچر سٹارٹ ہو چکا تھا۔

جب عاقب نے عالیہ کے گھر کے باہر گاڑی روکی تو وہ خوشی سے دندناتی ہوئی گھر سے نکلی، مانو اسے پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی، جس کی وجہ ارسلان تھا۔

عالیہ جھٹ سے پچھلے سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

"اسلام علیکم! اب چلیں عاقب بھائی۔" سب سے پہلی بات یہی خارج ہوئی تھی اس کے منہ سے۔

عاقب سر جھٹکتا گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ جبکہ اب وہ تینوں گپیں ہانک رہے تھے۔

...◇...◇...◇

"کل سے تم لوگوں کی یونی سٹارٹ ہے۔ بہت کر لیں تم سب نے چھٹیاں۔ اب آگے صرف پڑھائی پر دھیان دو۔" وہ لوگ کھانے کا آرڈر دے چکے تھے جب عاقب نے ان سب کو مخاطب کر کے کہا۔

"اتنی جلدی!" سب سے بڑا جھٹکا تو ہماری محترمہ کو لگا تھا۔

"کیا مطلب جلدی! پورے دس دن ضائع ہو گئے ہیں۔ معلوم ہے نا کہ اٹینڈنس کا کتنا مسئلہ ہوتا ہے۔"

ان سب کا منہ لٹک چکا تھا۔ عاقب نے سارا موڈ ہی خراب کر دیا تھا۔

"ابھی تو میں نے اتنے کام کرنے تھے۔" ارسلان محترم نے افسوس ظاہر کیا۔

"کون سے "کام" کرنے تھے تم نے؟" عاقب نے ایک ابرو اچکائی۔

"بس تھے کچھ کام! اب ہر بات بھائیوں کو نہیں بتاتے۔" ارسلان کا انداز بلکل لٹھ مار تھا، عاقب کو تو تپ ہی چڑھ گئی۔

"عاقب! مجھے پتہ ہے وہ کون سے کام ہے۔" محترمہ بڑی شان سے گردن کڑا کر بولی۔

"اچھا؟ تو کون سے کام ہیں وہ؟"

"ارسلان نے مجھے میری ڈرائینگ بنا کر دینی تھی، مجھے ایک نئی گیم سکھانی تھی، اور اس کے کمرے میں جو گِٹار پڑا ہے وہ بھی بجانا سکھانا ہے۔"

"ہاں یاد ہے مجھے وہ گِٹار جو اسے خود بھی بجانا نہیں آتا۔ اور جتنی اچھی یہ ڈرائینگ کرتا ہے وہ بھی جانتا ہوں میں، کارٹون تو ٹھیک سے بنانے نہیں آتے اسے تمہاری شکل کیا خاک بنائے گا، اور جو گیم اس نے تمہیں سکھانی تھی وہ بھی اچھے سے جانتا ہوں میں۔" عاقب نے کہہ کر سر جھٹکا۔

"کون سی گیم بھائی؟" عالیہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

".Ball Pool8"

عالیہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ جبکہ ارسلان اور ہانیہ منہ کھولے عاقب کو ہی تاک رہے تھے۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا کہ ارسلان نے مجھے کون سی گیم سکھانی ہے؟"ہانیہ کی حیرت عروج پہ تھی۔

"میرے آفس کا چپڑاسی بتا رہا تھا کہ ارسلان صاحب نے فیس بُک پہ میری فرینڈ رکویسٹ ایکسپٹ کر لی تھی اور اب وہ میرے ساتھ 8Ball Pool کھیلتے ہیں۔"

عالیہ کا قہقہہ مانو تھمنے کو ہی نہ تھا۔

"کیا یہ ہے آپ کے آفس کا چپڑاسی؟"ارسلان نے فوراً سے ایک فیس بک اکاؤنٹ کھول کر عاقب کے سامنے پیش کیا۔

"ہاں! یہی۔"

"اوہ مائے گاڈ! یہ تو کہہ رہا تھا کہ میں ملک کی ایک ٹاپ کلاس کمپنی میں جاب کرتا ہوں۔"ارسلان جتنا حیران ہوتا اتنا کم تھا۔

"ہاں۔چپڑاسی کی جاب۔"عاقب ہنسا تھا۔

"ارسلان لگتا تو یہ کسی کمپنی کا مینیجر ہے۔"ہماری محترم نے موبائل میں گھس کر اس کی شکل دیکھی تھی۔

"ادھر دو ہانی!...میں ابھی اس کو ان فرینڈ کرتا ہوں۔"ارسلان نے فون اس کے ہاتھ سے چھینا اور جلدی سے اسے ان فرینڈ کیا۔

"تو کیا اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ہماری ہی کمپنی میں "جاب" کرتا ہے؟" عاقب ارسلان کی حالت سے محفوظ ہو رہا تھا۔

"نہیں۔وہ کہہ رہا تھا ہم دونوں مل کر ایک ملاقات رکھیں گے جس میں وہ مجھے بتائے گا کہ وہ کہاں کام کرتا ہے اس کے بعد میں سرپرائزڈ ہو جاؤں گا۔"

"اس لیے اس نے مجھے تمہیں بتانے سے بھی منع کیا تھا۔" عاقب پھر سے ہنسا تھا۔اس کا بھائی کتنا بھولا تھا۔

"ویسے کتنی خوش فہمیوں میں ہو گا وہ کہ کمپنی کے مالک کا بیٹا اس کا دوست بن چکا ہے۔" عالیہ اب مذاق اڑا رہی تھی۔

"اسے لگا ہو گا ارسلان سے دوستی کی وجہ سے اس کی پروموشن ہو جائے گی اور اس کے بعد وہ کسی مینیجر کے عہدے پر فائز ہو جائے گا۔ مگر اسے کیا پتہ کہ ارسلان کی تو دو کوڑی کی عزت نہیں ہے گھر میں۔" کہتے ساتھ ہی ہانیہ کا ایک زوردار قہقہہ فضا میں بلند ہوا تھا۔ان لوگوں نے ایک پرائیویٹ ایریا اپنے کھانے کے لیے منتخب کیا تھا جس کی وجہ سے کوئی بھی ان کی جانب متوجہ نہ تھا۔

ارسلان تو مکمل سناٹے کا شکار ہو چکا تھا۔جبکہ عالیہ اور عاقب کی حالت بھی ہانیہ جیسی ہی تھی۔ارسلان اب مذاق بن چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یوں ہی ہنسی مذاق میں انہوں نے لنچ کیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

۞......۞......۞

اگلے دن۔۔

صبح کا وقت تھا۔وہ یونی جانے کی تیاری میں مصروف تھی جب ارسلان کمرے میں داخل ہوا۔عاقب بھی کلائی میں گھڑی باندھ رہا تھا۔

"میرے پیارے بھائی؟"ارسلان چمکتی آنکھوں سے عاقب کے سر پہ جا کھڑا ہوا تھا۔

"کیا کام ہے بولو؟"عاقب اس کی چمکتی آنکھیں کی توجہ اپنی گھڑی کی جانب دیکھ چکا تھا۔

"کیا میں آپ کی یہ گھڑی لے لوں؟"

"وجہ؟"عاقب نے ابرو اچکائی۔

"ویسے ہی، شوخیاں مارنے کے لیے۔"ارسلان نے دانت باہر نکالے۔

"ارسلان جھوٹ بول رہا ہے۔"ہانیہ بھی ان کے سر پہ جا کھڑی ہوئی۔

ارسلان نے اسے اشاروں سے وجہ بتانے کے لیے منع کیا۔

"اچھی بیوی شوہر سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔"ہانیہ نے فخریہ کہا جبکہ عاقب نے سراہنے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"دراصل سر رضوان بہت غصے والے ہیں۔جب انہیں معلوم ہو گا کہ ان کا پسندیدہ (یعنی ہٹ لسٹ میں) سٹوڈنٹ دس دن سے چھٹیوں پہ تھا جبکہ شادی صرف تین دن کی تھی تو وہ ارسلان کی اچھی خاصی عزت افزائی کریں گے۔ لیکن ان سے بچنے کا صرف ایک طریقہ ہے۔ سر اچھی گھڑیاں دیکھ کر بہت امپریس ہوتے ہیں۔جب وہ ارسلان کے ہاتھ میں ایک برینڈڈ، مہنگی اور خوبصورت گھڑی دیکھیں گے تو وہ امپریس ہو جائیں گے۔اس کے بعد وہ ارسلان سے گھڑیوں کے موضوع پہ بات شروع کر دیں گے۔اور ارسلان کو ایک اچھی گھڑی پہننے کی وجہ سے سزا نہیں ملے گی۔"ہانیہ نے تفصیلاً ارسلان کے سارے پلان سے عاقب کو آگاہ کیا اور یہاں پہ ارسلان کو بھانڈا پھوٹ گیا۔

"بہت ہی گھٹیا پلاننگ ہے۔"عاقب زرا بھی امپریس نہیں ہوا تھا۔

ارسلان کا دل کیا ہانیہ کے منہ کو تالا لگا دے۔

"یہ لو۔"عاقب نے گھڑی اتار کر اسے دی۔بے شک ان کی پلاننگ گھٹیا تھی لیکن تھا تو وہ اس کا چھوٹا بھائی ہی۔

"شکریہ بھائی۔"ارسلان نے جلدی سے گھڑی کلائی میں پہنی۔

"اور تم لڑکیاں کیا بہانہ بناؤ گی؟"عاقب نے تجسس لیے ہانیہ اور عالیہ کی گھٹیا پلاننگ کے بارے میں جاننا چاہا۔

"عالیہ تو ناک اور آنکھوں پہ لپسٹک رگڑ کر یہ اداکاری کرے گی کہ وہ تو شادی کے فوراً بعد بہت بیمار ہو گئی تھی۔اور تقریباً پورا ایک ہفتہ ہسپتال میں ایڈمٹ رہی۔اور جیسے ہی اسے ہسپتال سے ڈسچارج کیا گیا وہ یونی پہنچ گئی۔"ہانیہ نے عالیہ کی بھی گھٹیا سی پلاننگ عاقب کو سنادی۔

اب جب ہانیہ بولی تو اس کا انداز شرمانے والا تھا۔"اور میرا کیا ہے! میں تو زرا سا شرما کر ہی دکھادوں گی، کہ سر شادی تو میری ہی تھی۔"

عاقب تو عش عش کر اٹھا تھا۔جبکہ ارسلان نے بھی تالیاں بجائی تھیں۔

"مکاری کرنا تو کوئی تم لوگوں سے سیکھے۔اور اب چلو، بہت کرلی باتیں۔تم لوگوں کو یونی بھی چھوڑنا ہے۔"عاقب کہتے ساتھ اپنی وارڈروب کی جانب بڑھ گیا اور گھڑیوں والے سیکشن سے ایک نئی گھڑی نکال کر کلائی میں پہننے لگا۔

ہانیہ بھی اپنے کام میں جت گئی اور ارسلان بھی اپنا بیگ لینے کمرے میں چلا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عالیہ یونی میں داخل ہوئی اور ادھر اُدھر نظر گھما کر ہانیہ اور ارسلان کو ڈھونڈنا چاہا۔وہ اسے نہیں دکھے تو وہ ان کا انتظار کرنے لگی۔

ان تینوں میں سے یونی جو بھی پہلے آتا تھا وہ مین گیٹ پہ کھڑا ہو کر دوسرے دو کا انتظار کرتا تھا۔تب جا کر وہ اپنے اپارٹمنٹ کی جانب بڑھتے تھے۔

اب عالیہ کو کھڑے ہو کر ان دونوں کا انتظار کرنا تھا جنہوں نے آج پہلی دفعہ اکٹھے ہی آنا تھا۔

اس کی نظریں ہنوز یونی کے گیٹ کی طرف مرکوز تھیں۔اچانک سے اس کی توجہ دو لوگوں نے لی تھی۔جن میں سے ایک لڑکا اور دوسری لڑکی تھی۔

ایک دائیں جانب سے یونی میں داخل ہو رہا تھا تو دوسری بائیں جانب سے۔لیکن جب ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو نفرت سے "ہونہہ" کہہ کے چہرہ ایک دوسرے کی طرف سے موڑ لیا۔لڑکے نے داخل ہوتے ہوئے زور سے اپنا کندھا اس لڑکی کے کندھے کے ساتھ مس کیا تھا اور آگے بڑھ گیا۔لڑکی نے بھی میدان میں اترتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ کر زوردار جھٹکے کے ساتھ اپنا کاندھا اس لڑکے کے ساتھ مس کیا اور بال جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

لڑکے نے بھی ہار نہ مانتے ہوئے ایک بار پھر سے وہی حرکت کی۔اب ان دونوں کا کندھے سے کندھا مس کر کے آگے بڑھنے والا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا اگر عالیہ ان کے قریب آکر انہیں نہ روکتی۔

عالیہ کو ان دونوں نے دلچسپی لینے پہ مجبور کیا تھا جس کی وجہ سے وہ ان کے قریب آئی تھی۔

"بس بس۔اب کیا کندھا توڑو گے ایک دوسرے کا۔"

ایک اجنبی آواز پہ ان دونوں کا دھیان عالیہ کی جانب گیا جو کہ دبی مسکراہٹ کے ساتھ ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"یہ مجھے تنگ کر رہا ہے۔"لڑکی نے ناراضگی سے کہا۔

"جھوٹی۔کیا میں تمہیں تنگ کر رہا ہوں یا تم مجھے؟"وہ لڑکا اب میدان میں اتر آیا تھا۔لڑکی بھی فوراً سے میدان میں اتری تھی۔اب وہاں جنگِ عظیم چھڑ چکی تھی۔عالیہ تو بس ہکا بکا ان کی صورتوں کو دیکھ رہی تھی۔

"تم جاہل گوار انسان، تم سمجھتے کیا ہو خود کو۔"

"یہ جاہل کس کو بولا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"تمہاری زبان کاٹ دوں گا میں۔"

"روکا کس نے ہے؟"

"خاموش ہو جاؤ دونوں۔" عالیہ ایک دم بھڑکی تھی۔وہ بھی اب تنگ آچکی تھی ان دونوں سے۔

⟐......⟐......⟐

عاقب کوان کو یونی چھوڑ کے آفس کے لیے جا چکا تھا۔اب وہ دونوں عالیہ کو تلاش کر رہے تھے جو کسی لڑکی اور لڑکے کے ساتھ الجھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

"دیکھو ارسلان!...وہ دونوں لڑکا اور لڑکی کون ہیں۔کہیں...کہیں عالیہ نے نئے دوست تو نہیں بنا لیے ہمارے بغیر ہی۔" ہانیہ کو فکر لاحق ہوئی۔ارسلان نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"مجھے بھی یہی لگتا ہے۔چلو خبر لیں جا کر ان کی۔"

"ٹھیک ہے۔تم اس لڑکے کو پکڑ کر اچھی درگت بنانا اور اس لڑکی کے بال تو میں کھینچوں گی۔" ہانیہ نے پلان تیار کیا۔

"اوکے۔مشن سٹارٹ۔"

"ہوں۔"

وہ دونوں ہی عالیہ اور اس کے ساتھ کھڑی جوڑی کی جانب لپکے۔

"دیکھو۔ لڑو تو نہیں۔ لڑنے سے کیا ہوگا! اگر تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہے تو سلجھا لو نا آپس میں۔ اس طرح لڑو تو نہیں۔"

عالیہ انہیں سمجھا رہی تھی۔ اگر ارسلان اور ہانی سنتے تو یہ ضرور کہتے کہ "دیکھو تو سہی، سمجھا کون رہا ہے؟"

عالیہ کی بات سن ان دونوں نے عجیب سی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"پھر دونوں ہی یک آواز بولے۔" امپوسیبل۔"

"جب سے ہوش سنبھالا ہے تب سے یہ جھگڑا نہیں سلجھا۔ اب کیا خاک سلجھے گا؟" وہ لڑکی اب کہہ رہی تھی۔

باب کٹ ہیئر، آنکھوں پہ چکور سا چشمہ ہونٹوں کے نیچے اور کونے میں بنا سیاہ تِل اس لڑکی کو پرکشش بنا رہا تھا۔ گوری رنگت اور سبز آنکھیں اس کے پٹھان خاندان سے تعلق کا پتہ دے رہی تھی۔

"تم جیسی بندریا سے صلح کا شوق کسے ہے بھلاں۔" وہ لڑکا بھی تیز لہجے میں گویا ہوا۔

بھوری آنکھیں اور گوری رنگت، ہلکی ہلکی داڑھی میں بھورے بال پیچھے کو سیٹ کیے وہ بھی کوئی پٹھان ہی تھا۔البتہ بولی ان دونوں کی اردو ہی تھی۔

"یہ بندریا کس کو بولا؟"

"آف کورس تمہیں۔"

"شکل بگاڑ دوں گی میں تمہاری۔"

"روکا کس نے ہے۔"

شاید وہ دونوں ہی حساب برابر کرنے میں ماہر تھے۔

"اللہ معاف کرے۔بہت منحوس لگ رہے ہو تم تینوں۔"یہ ہانیہ تھی۔ان تینوں کی نظر فوراً سامنے گئی جہاں سے آواز آئی تھی۔

اب وہ دونوں بلائیں بھی ان کے سر پہ کھڑی تھیں۔

اس لڑکی اور لڑکے کی آنکھوں میں اجنبی سا تاثر تھا۔جبکہ عالیہ نے شکر کا سانس خارج کیا۔

"شکر ہے تم دونوں آ گئے۔"

"ہمارے بغیر ہی تم نئے دوست بنا رہی ہو۔شرم نہیں آتی تمہیں۔"ارسلان جذباتی ہو رہا تھا۔

"شٹ اپ۔" عالیہ نے آنکھیں گھمائیں۔

"او کے۔" ارسلان فوراً سے چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔

"اور تم دونوں کون ہو۔ اور میری دوست کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ تنگ کر رہے تھے نا میری دوست کو؟" ہانیہ نے فوراً سے آستین اوپر چڑھانی شروع کی۔ ارادہ لڑائی کا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ دونوں کچھ کہتے عالیہ بول اٹھی۔

"ارے نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ دونوں تو......"

اس کے بعد عالیہ نے انہیں ساری روداد سنادی جسے سن کر ان کے منہ سے "اوہ" خارج ہوا۔ تو وہ لوگ غلط سمجھے تھے۔

"کیا تم دونوں بہن بھائی ہو؟" ارسلان کا سوال تھا یا کیا۔ ان دونوں کو ایسے لگا جیسے ابھی الٹی آ جائے گی۔

"یخ۔ اللہ نہ کرے کہ یہ میرا بھائی ہوتا۔" اس لڑکی نے دہل کر دل پہ ہاتھ رکھا۔

"الحمدللہ کہ یہ میری بہن نہیں ہے۔ یا اللہ تیرا شکر ہے۔" اس لڑکے نے بھی آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے صدا لگائی۔

"تو پھر تم دونوں ایک دوسرے کے کیا لگتے ہو؟" وہ تینوں ایک ساتھ حیرانی سے سوال کر بیٹھے۔

"دشمن جمع کزن۔" جواب لڑکے کی طرف سے آیا تھا۔

"اوہ۔ تو تم دونوں کزنز ہو۔" ان تینوں نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"کاش یہ بھی نہ ہوتے۔" اب کہ لڑکی نے کہا تھا۔

"اگر تم دونوں کزن نہ ہوتے تو دوست ہوتے، دوست نہ ہوتے تو لوّبرڈز ہوتے، لوّبرڈز نہ ہوتے تو میاں بیوی ہوتے۔ تم دونوں میں کوئی نا کوئی تعلق ضرور ہوتا۔" یہ ہانیہ کا فلسفہ تھا جو وہ جھاڑ بھی چکی تھی۔

جبکہ وہ دونوں تو غش کھاتے بچے تھے۔

"دوست! لوّبرڈز! میاں بیوی! ئخ۔ کتنے بُرے لگ رہے ہیں یہ الفاظ ہمارے لیے۔ توبہ۔" لڑکے نے تو کانوں کو ہی ہاتھ لگا لیے۔

"تم جیسے بندر کو تو میں اپنا ملازم بھی نہ رکھوں۔" وہ لڑکی بھی چڑ گئی۔

"الحمدللہ۔ اتنے برے دن نہیں آئے میرے۔" وہ لڑکا بھی تڑخ تڑخ کر جواب دیتا تھا۔

"تم بندر کے کچھ لگتے تمہیں تو میں......"

"میں شہریار بھائی کو بتاؤں گا کہ تم نے مجھے آج دو دفعہ بندر اور ایک دفعہ جاہل کہا۔"

اس لڑکی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ لڑکا کالر جھاڑ کر اسے دھمکی دے چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"خبردار! جو بھائی سے میری شکایت کی تو۔"

"کروں گا۔ کروں گا۔ سو دفعہ کروں گا۔"

وہ تینوں جو ہونقوں کی طرح ان دونوں کو ایک دفعہ پھر سے جھگڑتے دیکھ رہے تھے، شہریار کے نام پہ چونکے تھے۔

"شہریار بھائی؟" ہانیہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"پٹھانوں جیسی صورت اور آواز میں لچک۔" ارسلان بھی جیسے کچھ حساب لگا رہا تھا۔

"اور اس لڑکی کی شکل بھی تو..." عالیہ کچھ کہتے کہتے رکی۔

"اس کا مطلب ہے کہ......" ہانیہ کی دماغ کی زندگ لگی مشینوں نے بھی کام کرنا شروع کر دیا تھا۔

"یہ شہریار بھائی کی بہن ہے۔" وہ تینوں ایک ساتھ بولتے بلکل شاکڈ ہو چکے تھے۔

وہ دونوں جو آپس کی جنگ میں الجھے ہوئے تھے ان کے جملے پہ یک دم تھمے تھے۔

"کیا مطلب تم لوگوں کا؟ تم لوگ شہریار بھائی کو جانتے ہو؟" وہ لڑکا حیران ہوا تھا۔ جبکہ وہ لڑکی چہکی تھی۔

"کیا تم لوگ سچ میں بھائی کو جانتے ہو؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں۔ہم جانتے ہیں۔بہت اچھے سے جانتے ہیں۔"جواب ارسلان کی طرف سے آیا تھا۔

"ہاں۔ابھی ہفتہ پہلے ہی تو شہریار بھائی نے عنایہ کے گھر رشتہ......"اس سے پہلے کہ ہماری محترمہ شہریار کی بہن کے سامنے شہریار کا بھانڈا پھوڑتی ارسلان محترم تیزی سے اس کی طرف لپکے اور سرگوشی نما انداز میں بولا۔

"ہانی ہر بات نہیں بتاتے ہوتے۔"

"اچھا اچھا۔"محترمہ نے فوراً سے سمجھ کر سر ہلایا تھا۔

"ہوں۔"ارسلان اب واپس اپنی جگہ پہ کھڑا ہو چکا تھا۔

"دراصل میں منظور علی شاہ کا بیٹا اور عاقب علی شاہ کا بھائی ارسلان علی شاہ ہوں۔"ارسلان نے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"اوہ۔میں داور حیات خان ہوں۔حیات خان کا بیٹا اور شہریار احمد خان کا کزن۔"داور نے بھی مصافحہ کے لیے بڑھایا گیا ہاتھ تھام کر بتایا۔

"لیکن شاہ انڈسٹری سے تو خان انڈسٹری کی لڑائی چل رہی تھی۔"وہ لڑکی پر سوچ انداز میں بولی۔

"اب صلح ہو گئی ہے۔"داور نے کڑھ کے جواب دیا۔

"لیکن بھائی نے تو مجھے کچھ نہیں بتایا۔" وہ لڑکی سوچ سوچ کر ہی الجھ رہی تھی۔

"اب شہریار بھائی ہر بات تمہیں تھوڑی بتاتے ہیں ڈفر۔" وہ چڑانے والے انداز میں بولا۔اور وہ چڑ بھی گئی۔

"یہ ڈفر کس کو بولا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔"

"روکا کس نے ہے؟"

ہانیہ اور ارسلان کی نظر تو پنڈولم کی طرح ان دونوں کی طرف گھوم رہی تھی۔ جبکہ عالیہ تو سر پکڑ کر ہی بیٹھ گئی۔ وہ جو ہر بات میں سے جھگڑنے کے لیے موضوع نکال لیا کرتے تھے، وہ ساتھ کیسے رہتے ہوں گے۔ اُف۔

"بس کر جاؤ۔ بس کر جاؤ۔ یہ ہاتھ ہیں تم لوگوں کے آگے۔" ارسلان نے ہاتھ جوڑ کر جیسے منت کی۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ ہمیشہ مجھ سے پنگے لیتا ہے۔"

"اوہ۔ اللہ بچائے۔ دیکھو تو سہی، کہہ کون رہا ہے۔"

نہ داور باز آ رہا تھا اور نہ وہ لڑکی۔

"میں آج ہی جا کر بھائی......"

ہانیہ نے فوراً سے جا کر اس لڑکی کے منہ میں اپنا لولی پوپ دیا۔ جس کی وجہ سے اس کی چلتی زبان کو بھی تالا لگ گیا۔

لڑکی نے حیران نظروں سے ہانیہ کو دیکھا۔اور ساتھ ساتھ لولی پوپ بھی چوسنا شروع کر دیا۔

"مزے کا ہے نا؟" ہماری محترمہ نے بڑی دلچسپی سے استفسار کیا تھا۔

"کافی مزے کا ہے۔ ویسے کون سا فلیور ہے؟"

"پتہ نہیں۔ تمہیں کیا لگتا ہے کون سا فلیور ہے؟"

لڑکی نے اندازہ لگانا شروع کیا۔ "شاید، کولا؟"

"ہاں۔ وہی فلیور ہے۔ میرا فیورٹ۔" ہانیہ نے خوشگواریت سے بتایا اور اس کے بعد اپنی نظروں کا رُخ داور کی طرف کیا جس کی نظریں اس لڑکی کو دیے گئے لولی پاپ پر تھیں۔

"میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ کیا تمہیں بھی دوں۔" ہانیہ نے اس کا جواب سنے بغیر ہی بیگ سے دوسرا لولی پاپ بھی نکال لیا۔

"ن... نہیں۔ میں نہیں......"اس سے پہلے کہ داور منع کرتا ہماری محترمہ نے لولی پاپ کا ریپر کھول کر اس کے منہ میں بھی ڈال دیا۔

اب وہ دونوں ہی لولی پاپ چوس رہے تھے۔

"ٹیسٹ تو اچھا ہے ویسے۔" داور نے تعریف کی۔

ارسلان اور عالیہ اپنی جگہ منجمد تھے۔ ہماری محترمہ وہ کام کر لیتی تھی جو ان کو بھی نہ آتا ہوتا تھا۔ اور اس وقت وہ ان دونوں کو چپ کروانے کا کام کافی اچھے سے انجام دے چکی تھی۔

"ویسے تم نے اپنے بارے میں ابھی تک نہیں بتایا؟" ہانیہ نے اس لڑکی کو مخاطب کیا۔

"اوہ۔ سوری۔ میرا نام جنت ہے۔ جنت احمد خان۔ شہریار احمد خان کی چھوٹی اور اکلوتی بہن۔ ویسے اس کے لیے شکریہ۔" جنت نے لولی پاپ کی طرف اشارہ کیا۔

"اٹس اوکے۔ ایسے تحائف تو میں دیتی رہتی ہوں۔" گردن کڑا کر بتایا گیا۔ جبکہ جنت نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ اسے وہ پسند آئی تھی۔

"کون سا ڈپارٹمنٹ ہے تم لوگوں کا؟" اب کہ سوال عالیہ کی طرف سے آیا تھا۔

"بی۔ ایس میتھ۔ سیکنڈ سمسٹر۔" جواب داور نے دیا تھا۔ اس کے بعد لولی پاپ واپس منہ میں ڈال لیا۔

"دونوں؟"ارسلان حیران ہوا۔

"بدقسمتی سے۔بھائی نے یہ کہہ کر ایک ساتھ ایڈمیشن کروایا تھا کہ ہم ایک دوسرے پر نظر رکھیں گے۔اور اسی وجہ سے آج تک میرا کوئی دوست نہیں بنا۔کیونکہ داور، بھائی کو جا کر میری ہر دوست کی شکایت لگا دیتا ہے کہ وہ ایسی ہے اور وہ ایسی۔"

جنت کی بات سن کر ان سب کو تاسف ہوا تھا۔جبکہ داور کو تو آگ لگی تھی آگ۔

"اللہ معاف کرے۔اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔اس کی وجہ سے آج تک میرا کوئی دوست نہیں بنا۔کیونکہ یہ شہریار بھائی کو میرے دوستوں کی شکایت کرتے ہوئے ان پہ الزام دھرتی تھی۔"

"اوہ۔"ان تینوں کو داور کی کہانی سن کر بھی افسوس ہوا تھا۔

"تم لوگ ہماری گینگ میں شامل ہو جاؤ۔"ہانیہ نے مفتی کا مشورہ دیا تھا۔

"سچ میں۔تمہاری گینگ کا لیڈر کون ہے؟"جنت پر جوش دکھائی دیتی تھی۔

"ہماری گینگ کا کوئی لیڈر نہیں ہے۔ہم سب ہی اپنی گینگ کے لیڈر خود ہیں۔"

"اوکے۔میں شامل ہونے کے لیے تیار ہوں۔"داور کی طرف سے ہاں ہو گئی تھی۔اور اب جنت کیوں پیچھے رہتی۔

"میں بھی تیار ہوں۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوکے۔تو سب ہاتھ ملاؤ۔"ارسلان نے ہاتھ سامنے پھیلایا۔جس پہ عالیہ نے ہاتھ رکھا،پھر ہانیہ نے،پھر جنت نے اور اس کے بعد آخر میں داور نے۔

"اوکے۔تو ٹیم تیار ہے؟"ارسلان نے روایتی استفسار کیا۔

"تیار ہے۔"ان سب نے ایک ساتھ اونچی آواز میں کہا اور ہاتھ فضا میں بلند کر دیے۔

آس پاس سے جاتے ہوئے سٹوڈنٹس نے دلچسپی سے انہیں دیکھا تھا۔ان میں سے کچھ تو ان تینوں کو جانتے تھے۔یعنی ان کی شرارتوں سے واقف تھے۔مگر اب ان کی ٹیم میں دو لوگوں کا اضافہ ہوتے دیکھ انہوں نے بس سر جھٹکا تھا۔اب ان کی شامت پکی تھی۔یہ تو طے تھا۔کیونکہ اب خطرہ کافی بڑا ہو چکا تھا۔

اب وہ تین نہیں پانچ ہو گئے تھے۔

آگئی ہے ایک اور

محبت کی داستان

آپ سب کو

دکھانے کے لیے

یہ بتانے کے لیے

کہ جنونیت کا

جو قصہ ہے

وہ ختم نہیں ہوا

جو قصہ ختم ہوتا ہے

تو پھر ایک نیا شروع ہوتا ہے

اور جو شروع ہوا ہے

وہ ہے ارسلان اور عالیہ کا

جنت اور داور کا

شہریار اور عنایہ کا

کہ ختم تو

عاقب اور ہانیہ کا

بھی نہیں ہوا

کہ شروع ہوتا ہے جب

یہ جنونیت کا قصہ

تو پھر سے شروع ہوتا ہے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ پچھلا قصہ

وہ لوگ اپنے اپنے ڈپارٹمنٹس کی طرف چل دیے تھے۔

کلاس میں قدم رکھتے ہی جو پہلی سیٹ جنت کو نظر آئی اس پہ اس نے اپنا بیگ رکھ دیا۔ مگر اسی کے ساتھ کسی اور نے بھی اپنا بیگ اس سیٹ پہ رکھا تھا۔

جانا پہچانا سا بیگ دیکھ کر جنت نے اشتعال سے نظریں اٹھائیں۔

داور کو اپنے مقابل دیکھ پورے جسم میں غصہ ور لہریں دوڑ گئیں۔

"اپنا بیگ اٹھاؤ۔" وہ بھڑکی۔

"پہلے میں نے بیگ رکھا ہے۔اس لیے یہ سیٹ میری ہے۔" وہ بڑے اطمینان سے گویا ہوا تھا۔

"پہلے میں نے بیگ رکھا ہے۔اس لیے یہ سیٹ میری ہوئی۔" اس کا اطمینان اس کے غصے کو ہوا دے رہا تھا۔

"میں نے کہا کہ پہلے میں نے بیگ رکھا ہے۔" اب وہ تتر بتر ہو کر جواب دینے لگا۔

"پہلے میں نے رکھا ہے۔"

"پہلے میں آیا تھا۔پہلے میں نے رکھا ہے۔"

میں نے کہا نا کہ پہلے میں نے رکھا ہے۔"

"پہلے میں نے رکھا ہے۔"

"اٹھاؤ اپنا بیگ اور نکلو یہاں سے۔ کیونکہ پہلے میں نے رکھا ہے۔"

"کیوں؟ ادھر تمہارا نام لکھا ہے۔" وہ اچنبھے سے کہہ رہا تھا۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے آخر۔ میں نے کہا ہے ناکہ پہلے میں نے رکھا ہے۔"

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں یہاں سے بیگ اٹھا کر چلا جاؤں گا تو سوری۔ یہ میری جگہ ہے کیونکہ پہلے میں آیا تھا۔" دانت چبا کر کہا گیا۔

"کرلی بکواس۔ اب اپنا بیگ اٹھاؤ اور دفع ہو جاؤ بدتمیز انسان۔" اسی کے انداز میں جواب آیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یہ بدتمیز کسے کہا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"میں تمہیں اٹھا کر تمہارے بیگ سمیت باہر پھینک دوں گا۔"

"روکا کس نے ہے۔"

"ہو گیا؟" جانی پہچانی آواز پہ دونوں نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں سر سلیم ہاتھ پیچھے باندھے چشمہ ناک کی نوک پہ ٹکائے اور سامنے آنکھیں کیے انہیں ہی دیکھ رہے

تھے۔وہ پتہ نہیں کب کلاس میں داخل ہوئے تھے اور خاموشی سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔

"س...سر آپ؟"

"آ...آپ کب آئے؟"

ان دونوں نے ہی اپنا تھوک نگلا تھا۔

"جب جنت کہہ رہی تھی کہ بیگ پہلے میں نے رکھا ہے(جنت کی طرف اشارہ کیا)اور تم کہہ رہے تھے کہ بیگ تم نے رکھا ہے؟"اب کہ داور کی طرف اشارہ کیا۔

"یعنی سب سن لیا۔"جنت سناٹے کا شکار ہو چکی تھی۔

".Yes. Now Get lost from my class"

سر اچانک سے بھڑکے تو وہ دونوں ہی اپنی جگہ سے اچھلے تھے۔پھر بوتل کے جن کی طرح وہاں سے غائب ہوئے تھے۔

۞......۞......۞

سر رضوان نے ان تینوں کو علیحدہ سے ساری کلاس کے سامنے کھڑا کیا ہوا تھا۔وہ تینوں ہی سر جھکائے کھڑے تھے۔

عالیہ کی ناک اور آنکھیں پہلے کے مقابلے سرخ ہورہی تھیں۔یعنی اس نے لپ سٹک کا کمال دکھادیا تھا۔

"ہاں جی عالیہ صاحبہ۔بتانا پسند کریں گی کہ پچھلے دس دن سے آپ کون سے چِلے کاٹ رہی تھیں؟"

سر عالیہ کے سامنے کھڑے اس سے استفسار کر رہے تھے۔

"سر! میں شادی پہ گئی تھی نا تین دن کی لیو پہ تو شادی ختم ہوتے ہی میں بیمار ہوگئی(ناک کو 'سوں سوں' کرکے اندر کھینچا اور بے رحمی سے رگڑا) مجھے نمونیا ہوگیا تھا سر۔"اس کا ناٹک شروع تھا۔

"اپنا میڈیکل دکھانا پسند کریں گی آپ۔"اس کی حالت دیکھ کر بھی سر کو یقین نہیں آیا تھا۔

"جی سر۔وہ بیگ میں ہے۔کیا میں لے آؤں۔"عالیہ نے اجازت طلب کی تو سر نے اثبات میں سر ہلا کر اسے اجازت دی۔اجازت ملتے ہی وہ اپنے بیگ سے ایک صفحہ نکال لائی۔شاید نہیں یقیناً وہ میڈیکل ہی تھا۔

"سر نے ایک نظر میڈیکل کے اس صفحے کو دیکھا اس کے بعد عالیہ کو جواب بھی اپنی ناک تیزی سے رگڑ رہی تھی اور ٹیشو سے 'سوں سوں' کرکے صاف بھی کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ اپنی سیٹ پہ۔" سر رضوان نے اسے اجازت دی تو وہ اپنی سیٹ پہ جا کر اور زیادہ تیزی سے 'سوں سوں' کرنے لگی۔

"یہ عالیہ نے ناک میں ٹنکی تو فِکس نہیں کر رکھی جو بار بار پانی آئی جا رہا ہے، آئی ہی جا رہا ہے۔" ارسلان متعجب تھا۔

"میں بھی حیران ہوں ارسلان۔ پانی آ کہاں سے رہا ہے۔"

سر نے عالیہ کی حالت دیکھ کر منہ کے زاویے بگاڑے پھر ہانیہ محترمہ اور ارسلان محترم کی جانب متوجہ ہوئے جو آپس میں کھسر پھسر کر رہے تھے۔

"اور تم ارسلان محترم۔" سر رضوان کے مخاطب کرنے پہ وہ فوراً سے اچھلا تھا۔

"تم نے دس دن میں کتنے پلازے تیار کر لیے ہیں ویسے؟" وہ طنز کر رہے تھے۔

ارسلان نے اپنا گھڑی پہنا ہوا ہاتھ ایک ادا سے بالوں میں پھیرا۔ سر کی تیز نظریں اس کی چمکتی ہوئی گھڑی پہ گئیں تھیں۔

"وہ سر میں......"

"یہ گھڑی کہاں سے لی تم نے ارسلان؟" وہ بڑی دلچسپی سے اس کی گھڑی کو دیکھتے ہوئے سوال کر رہے تھے۔

"یہ تو سر! بھائی نے مجھے گفٹ کی ہے۔وہ امریکہ سے لائے تھے۔"ارسلان نے اب لمبی لمبی چھوڑنی شروع کر دی تھیں۔

"اچھا عاقب لایا تھا! میں تو ہمیشہ سے عاقب کی گھڑیوں کا فین رہا ہوں۔وہ اکثر تحفے میں مجھے گھڑی دیا کرتا تھا۔بہت پیارا بچہ تھا نہایت ہی فرمانبردار۔تم بلکل بھی اس پہ نہیں گئے۔"

"جی جی سر۔"ارسلان نے بس ان کی ہاں میں ہاں ملانا مناسب سمجھا۔

اس کے بعد وہ تقریباً کافی دیر اس سے گھڑیوں اور عاقب کی باتیں کرتے رہے۔یوں وہ ارسلان سے کافی متاثر ہوئے اور ارسلان کو بخش دیا گیا۔

ابھی وہ ہانیہ سے مخاطب بھی نہیں ہوئے تھے کہ ہماری محترمہ پہلے ہی بول اٹھیں۔

"سر میری ہی تو شادی تھی۔"انداز کافی شرمانے والا تھا۔سر رضوان کے تو ابرو ہی تعجب سے اٹھ گئے۔اس کی بات سے نہیں بلکہ شرمانے کے انداز سے۔

"جی جی۔وہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ محترمہ کی شادی تھی اور وہ بھی کس سے۔ویسے ہانیہ صاحبہ میں نے یہاں صرف ارسلان اور عالیہ کو ہی بلایا تھا۔آپ تو مفت میں ہی ساتھ اٹھ کر آگئی ہیں۔"سر کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے انداز پہ ہنسی آئی تھی۔ہانیہ کی مسکراہٹ فوراً سے غائب ہوئی تھی۔

"آپ کو چاہیے تھا کہ اگر آپ آج آئی ہیں تو پوری کلاس کے لیے مٹھائی لے کر آتی۔ آخر کو آپ جیسی "ہونہار" بچی کی شادی ہمارے سلجھے ہوئے عاقب بچے سے ہوئی ہے۔"ہونہار لفظ پہ کافی زور دیا گیا تھا۔

جبکہ ہانیہ محترمہ ان کے طنز کو سمجھے بغیر ہی جو شرمائی تھی، جو شرمائی تھی کہ بس ساری کلاس ہی غش کھاتے بچی تھی۔

"اللہ اللہ۔اس لڑکی کا میں کیا کروں۔"عالیہ نے تو آنکھوں پہ ہی ہاتھ رکھ لیا تھا۔جبکہ ارسلان اپنی ہنسی روکنے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔

"ارسلان محترم بہت دانت نکل رہے ہیں آپ کے۔ابھی تو آپ کی میں نے کلاس لی ہی نہیں ہے۔کلاس ختم ہوتے ہی آپ مجھ سے میرے آفس میں ملیں۔"

سر کے اچانک کہنے پہ اس کی ہنسی اڑن چھو ہوئی تھی۔چہرہ لٹک چکا تھا۔

"جی سر۔"

ساری کلاس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔عالیہ کی ہنسی بھی آؤٹ آف کنڑول ہو گئی تھی۔

"زیادہ دانت نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔تم نے اپنے بابا کے ڈاکٹر ہونے کا فائدہ اٹھایا اور جھوٹی میڈیکل رپورٹ سر کو دکھائی۔"ارسلان نے تقریباً اتنی اونچی آواز میں ضرور کہا تھا تاکہ سر سن لیں۔اور ایسا ہی ہوا تھا۔سر نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔عالیہ

کی ہنسی کو فوراً� بریک لگی تھی۔اور اس کی جو ناک پہلے سرخ تھی لپ سٹک لگانے کی وجہ سے اب ناک رگڑنے کی وجہ سے اپنی اصلی شکل میں تھی۔

"مس عالیہ بلال !...آپ بھی لیکچر اینڈ ہونے کے بعد ارسلان کے ساتھ مجھے میرے آفس میں ملیں۔"

اب کہ سر سنجیدہ تھے۔

"اوکے سر۔"عالیہ نے افسردگی سے کہا۔سارے کیے کرائے پہ پانی پھیر دیا تھا ارسلان نے۔اور اب دانتوں کی نمائش کرتا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔عالیہ نے ایک نظر غصے سے اسے دیکھا اور پھر نظر اٹھا کر ہانیہ کو۔جسے شرمانے سے ہی فرصت نہیں مل رہی تھی۔

......

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے چڑیل۔نہ تم اس جگہ پہ بیٹھنے کی ضد کرتی اور نہ ہی سر مجھے کلاس سے نکالتے۔"

وہ دونوں کلاس سے نکلنے کے بعد اکٹھے چل رہے تھے۔صرف اور صرف ایک دوسرے کو لعن تعن کرنے کے لیے۔

"ایکسکیوز می!... سر نے صرف تمہیں ہی نہیں بلکہ مجھے بھی کلاس سے نکالا ہے۔ میں بھائی کو بتاؤں گی۔ تمہاری وجہ سے مجھے اپنا ایک لیکچر مس کرنا پڑ رہا ہے۔" اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔

"اوہ ہیلو۔ پہلے کون سا تم نے پڑھائی میں جھنڈے گاڑھ رکھے ہیں۔ تمہیں یاد نہیں فرسٹ سمسٹر میں پورے ون پر سنٹ نمبر میرے تم سے زیادہ تھا۔"

"لیکن جی۔پی تو میری بھی فور ہی تھی نا!" اسے اب شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ کاش وہ دو پر سنٹ نمبر زیادہ لے لیتی اور داور کا منہ بند کر دیتی۔ جو دن میں ایک دفعہ تو اس چیز کا طعنہ اسے ضرور ہی دیتا تھا۔

"جی۔پی کا کیا ہے، ابھی صرف پر سٹیج کی بات ہو رہی ہے۔ اور ویسے بھی، قصور تمہارا نہیں ہے (جنت کو پتہ تھا کہ وہ آگے کیا کہے گا) میں تم سے ایک دن پہلے پیدا ہوا تھا۔ جس وجہ سے تمہارا ذہن مجھ سے ایک پر سنٹ کم ہی چلتا ہے۔" وہ ہاتھ نچا نچا کر اسے بتا کم اور طنز کے نشتر زیادہ چلا رہا تھا۔ وہ دونوں راہداری میں چل رہے تھے۔ جب وہ ساتھ چلتے تھے تو ایک مکمل بونڈ لگتے تھے۔ بلکل کیمسٹری کے الکائیل اور ہیلائیڈ کے درمیان بنے بونڈ کی طرح۔ جن کا ساتھ رہنا مجبوری ہے۔ ایک الکائیل تھا تو دوسرا ہیلائیڈ (Alkyl Halide)(R-X)

"سائنس نے ایسی کوئی بات ایجاد نہیں کی ابھی۔اچھا۔"وہ چاہ کر بھی خجالت نہیں مٹا سکی۔

"میں کیا کسی سائنیس سے کم ہوں، ڈفر۔"وہ اب راہداری مڑ رہے تھے جب داور نے اسے چڑانے کے لیے کندھے سے کندھا ٹکراتے کہا اور پھر اس سے آگے نکل گیا۔

"یہ ڈفر کس کو کہا؟"وہ پیچھے سے چلائی تھی۔

"آف کارس تمہیں۔"

"میں تمہیں گنجا کر دوں گی۔"

"روکا کس نے ہے؟"داور کی آواز اب دور ہوتی جا رہی تھی۔

جنت نے غصے سے اپنا پیر پٹخا اور ناک کی نوک پہ آتے چشمے کو درست کرتی وہ بھی لمبے لمبے ڈگ بھرتی اس کے ہمراہ ہولی۔کیونکہ یہ شہریار کا حکم تھا کہ وہ دونوں یونیورسٹی بے شک علیحدہ علیحدہ جائیں لیکن یونی میں انہیں رہنا ساتھ ہے۔ایک ساتھ۔

"چلو۔اپنی نئی گینگ کے ڈپارٹمنٹ میں چلتے ہیں۔"اس کے ہمراہ ہوتے ہی داور بولا۔

اور پھر دونوں یوں ہی لڑتے جھگڑتے بزنس ڈپارٹمنٹ کی طرف چل دیے۔وہ دونوں ساتھ ہوں اور کوئی جھگڑا نہ ہو۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"صرف تمہاری وجہ سے ارسلان۔ صرف اور صرف تمہاری وجہ سے میں پکڑی گئی۔" وہ تینوں ہی اب کلاس کے بعد سر رضوان کے آفس جا رہے تھے۔اس کے بولنے پہ بھی ارسلان پہ کوئی اثر نہ ہوا تھا۔وہ تو مزے سے سیٹیاں بجاتے جیبوں میں ہاتھ ڈالے اپنے آپ میں مگن تھا۔ جیسے عالیہ کی آواز اس کی سماعت تک پہنچی ہی نہ ہو۔

"اور ہانی۔ تم کیوں اتنا شر مارہی تھی؟" اب کہ عالیہ ہانیہ محترمہ کی خبر لینے کا ارادہ رکھتی تھی۔

"تمہاری شادی نہیں ہوئی نا۔اس لیے تمہیں نہیں پتہ۔جب ہو گی تو پوچھوں گی 'عالیہ اتنا شرما کیوں رہی تھی'؟" آخر میں عالیہ کی نقل اتاری گئی تھی۔

"پچھے ایک ہفتے میں تو تمہیں شرم نہ آئی۔اب اچانک سے شرم آنے لگی محترمہ کو۔واہ۔" عالیہ کی طنز و تشنیع تھی کہ ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"کیونکہ پچھلے ایک ہفتے میں کسی نے میرے شوہر کی میرے سامنے تعریف نہیں کی تھی۔اور سر رضوان تھے کہ ان کی تعریفیں کری ہی جا رہے تھے۔تو بس! آگئی مجھے شرم۔" اب کہ ہانیہ نے پھر سے اپنے حجاب کا کونہ تھام کر گھوماتے ہوئے شرما کر کہا۔

عالیہ تو بس دیکھ کے ہی رہ گئی۔

"ہوں۔اب مجھے پتہ چلا بھائی نے آسانی سے مجھے اپنی گھڑی کیسے دے دی۔انہیں معلوم تھا کہ ہمارا پلان فلاپ ہو جائے گا۔اور یہ گھڑی یہ تو میں آج ہی جا کر عاقب بھائی......"

"خبر دار ارسلان! خبر دار! جو میرے شوہر کے بارے میں کچھ بھی کہا تو۔"ہانیہ نے ہاتھ اٹھا کر جیسے اسے خبر دار کیا۔جبکہ ارسلان اور عالیہ نے تعجب انگیز نگاہوں سے ہانیہ کو دیکھا۔

"ابھی تو میں نے کچھ کہا بھی نہیں۔"ارسلان شاکڈ تھا۔

"کہنے والے تو تھے نا۔"کیا ادا تھی۔

"اُف۔میں کبھی بھی بھائی کی برائی نہیں کرتا۔"ارسلان کا دل چاہا اپنا سر کہیں پھوڑ لے۔

"جھوٹ۔آج سے ٹھیک تین دن پہلے، صبح کے نو بج کر پچیس منٹ پر تم نے مجھ سے کہا تھا کہ 'بھائی کی یہ عادتیں زہر لگتیں ہیں مجھے'۔"ہانیہ نے اسے بڑے اچھے سے یاد لانے کی کوشش کی تھی۔ارسلان کا تو منہ ہی کھل گیا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔اب سے نہیں کہوں گا کچھ۔ارسلان نے مجبوراً ہاتھ کھڑے کر دیے تھے۔وہ تینوں سر رضوان کے آفس کے باہر پہنچ چکے تھے۔ہانیہ باہر ہی ان کا انتظار کرنے لگ گئی جبکہ وہ دونوں بری بری شکلیں بناتے آفس میں داخل ہو گئے۔

"دیکھو داور! تم مجھ سے پہلے پنگے لیتے ہو۔ورنہ میں نے آج تک کبھی بھی پہل نہیں کی۔"

"وٹ یو مین 'پہل نہیں کی' ہمیشہ تم پہلے جھگڑا کرتی......"

وہ دونوں اپنے مخصوص انداز میں لڑتے جھگڑتے آ ہی رہے تھے جب جنت کی نظر ہانیہ پہ پڑی، جو آفس کے دروازے سے کان لگائے اندر ہونے والی بحث سن رہی تھی۔ سر رضوان کی آوازیں کافی گرج دار تھیں۔وہ عالیہ اور ارسلان پہ یقیناً بجلیاں گرا رہے تھے۔ محترمہ کے تو دانت ہی اندر نہیں جا رہے تھے۔

"وہ دیکھو۔وہ رہی ہانیہ۔"

جنت تیز تیز چلتی اس تک پہنچ چکی تھی۔داور بھی اس کے پیچھے لپکا۔

"تم دونوں۔شکر ہے جو آ گئے۔تم دونوں کو پتہ ہے اندر سر رضوان عالیہ اور ارسلان کو ڈانٹ رہے ہیں۔"ہانیہ بڑے مزے سے بولی تھی۔اسے تو اپنے دیور اور بہن کا پردہ

رکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ مگر اس وقت وہ ساری رشتہ داریاں گھر رکھ کر آئے تھے۔اب وہ صرف دوست تھے۔

"کیا سچ میں؟" وہ دونوں بھی دلچسپی لینے والی کیفیت کا شکار تھے۔ہماری محترمہ نے بھی بادل نخواستہ سر اثبات میں ہلایا تھا۔

پھر کیا تھا۔داور اور جنت نے بھی دروازے کے ساتھ کان لگا لیے۔

"تم دونوں بلکل ایک جیسے نہایت ہی بد تمیز بچے ہو۔" سر رضوان کی گرج دار آواز ایک بار پھر سے گونجی۔ان تینوں کے تو دانت ہی باہر نکل آئے۔

"کافی ہو رہی ہے ان کے ساتھ۔" یہ داور تھا۔

کچھ ساعتیں ہی بیتیں تھیں کہ آفس کا دروازہ کھل گیا۔داور، جنت اور ہانیہ اسی طرح کان لگائے کھڑے تھے۔ بلکل ساکت۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے۔" سر رضوان کے چیخنے پہ وہ تینوں ہی ایک دم سے اچھلے تھے۔انہیں تو اب ہوش آیا تھا۔اب سر رضوان نے ان کی کلاس بھی لینی شروع کر دی تھی۔

اب ارسلان اور عالیہ کے دانت باہر آنے کی باری تھی۔اب وہ مزے لے رہے تھے۔

"سر نے پھر کیا سزا دی تم دونوں کو۔" ہانیہ محترمہ پوچھ رہی تھیں۔

وہ پانچوں اب گروہ کی شکل میں چل رہے تھے۔ پانچوں کے ہی منہ لٹکے ہوئے تھے۔ سر نے کافی ستھری کی تھی ان سب کی۔

"سر نے ہفتے بھر کی اسائمنٹ دو دن میں مکمل کرنے کو کہا ہے۔" عالیہ کو رونا آنے لگا۔ یعنی دو دن تک کوئی عیاشی نہیں، کوئی فون کا استعمال نہیں۔

"اوہ۔" ان تینوں کو افسوس ہوا۔

"مجھے یقین ہے میری پیاری سی بہن میری اسائمنٹ مکمل کرنے میں میری مدد کرے گی۔" ارسلان محترم نے ہانیہ کو مسکا لگایا۔ جبکہ ہانیہ نے تھوک نگلا۔

"وہ...وہ ارسلان مجھے ناگھر میں بہت کام ہوتے ہیں۔ میں کیسے تمہاری مدد کروں گی۔" سراسر بہانہ کیا تھا۔

"کون سے کام؟ سارے کام تو ماما کرتی ہیں۔" ارسلان کو جھٹکا ہی تو لگا تھا۔ اس کی بات سن کر باقی تین کی بھی کھی کھی شروع ہو چکی تھی۔

"اچھا اچھا... کر دوں گی مدد۔ پول تو نہ کھولو میری۔" آخری بات اس نے ذرا جھک کر سرگوشی کرتے کی تھی۔ "تمہیں پتا ہے نا پھر عالیہ میری ماما کو بتا دے گی۔ اور پھر مجھے ڈانٹ پڑے گی۔"

"سمجھ گیا میں۔"ارسلان محترم کافی ہوشیار تھے۔

جنت نے ان کی باتیں سن لی تھی۔اس نے بمشکل ہی اپنا قہقہہ دبایا تھا۔

جنت درمیان میں چل رہی تھی، جبکہ اس کی دائیں جانب ہانیہ اور پھر ارسلان تھا۔اور بائیں جانب داور اور عالیہ۔

عالیہ کو فکر ہو رہی تھی کہ وہ دو دن میں اپنی اسائنمنٹ مکمل کیسے کرے گی۔اور اسی فکر میں اس کا پاؤں سامنے گھاس پہ پڑے پتھر سے ٹکرایا۔وہ گرنے کو تھی جب داور ہاتھ بڑھ کر اس کی کہنی تھام کر اسے بچایا۔

ارسلان اور جنت کا تو منہ ہی کھل گیا۔ارسلان کے تو تن بدن میں آگ لگ چکی تھی۔جبکہ ہانیہ کے دماغ نے تیزی سے کام کرنا شروع کیا تھا۔اس نے جنت کے پاؤں میں پاؤں اڑا سا کر اسے گرانے کی کوشش کی تھی تاکہ سب کی توجہ ان دونوں پہ سے نکلے۔وہ ارسلان کا لال بھبھوتا چہرہ دیکھ چکی تھی۔

لیکن ارسلان جو جذبات میں آکر تیزی سے ان دونوں کی جانب بڑھا تھا، بے اختیار اس نے جنت کو گرنے سے بچایا۔کیونکہ وہ اس کے اوپر ہی گرنے لگی تھی۔یہ اب اچانک اور بے ساختہ ہوا تھا۔اور اب تن بدن میں آگ لگنے کی باری عالیہ اور داور کی تھی۔وہ دونوں اب سیدھے کھڑے ہو چکے تھے۔

داور کی تو آنکھیں لال سرخ ہو چکی تھیں۔ نا جانے کیوں۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" اس نے جنت کی خیریت دریافت کی، کیونکہ اس اچانک افتاد میں اس کا چشمہ گھاس پہ گر چکا تھا۔ ارسلان نے جھک کر اس کا چشمہ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔ شکریہ۔" جنت نے پھر سے چشمہ آنکھوں پہ چڑھایا۔

"دیکھ کر نہیں چل سکتی تم؟" داور تیزی سے اس کی کہنی تھام کر اپنی طرف کھینچتے بولا۔ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ جنت کو اس کی انگلیاں اپنی کلائی میں پیوست ہوتی محسوس ہوئیں۔ داور کی آنکھوں میں ناجانے کیوں خون اتر آیا تھا۔ ایک پل کو تو جنت بھی سہم گئی۔

"یہ آنکھیں کیوں دکھا رہے ہو مجھے۔ میں اندھی ہو کر چلوں یا میگنیفائر لگا کر۔ تمہیں مسئلہ۔" وہ ہمت مجتمع کرتی اپنی بھڑاس بھی نکال گئی، جو اسے عالیہ کے قریب دیکھ عود آئی تھی۔

"تمہیں بھی ہانی کی طرح چشمے کی ضرورت ہے کیا، جو دیکھ کر نہیں چل سکتی۔" ارسلان کا بس نہیں چل رہا تھا دو تین چماٹ عالیہ کو لگا دے۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟ میری نظر خراب ہو گئی ہے۔" وہ منہ کھولے تعجب سے استفسار کر رہی تھا۔

"ہاں۔" صاف جواب آیا۔

وہ دونوں جوڑیاں آپ میں گتھم گتھا تھیں۔ جبکہ ہانی محترمہ پر سوچ سی خیالوں میں گم حساب لگا رہی تھی۔

"عالیہ اور ارسلان، جنت اور داور...... شادی؟...... نہیں نہیں۔ داور اور عالیہ، جنت اور ارسلان...... ہاں شادی۔ اب شادی۔" ہانیہ انگلیوں پہ گنتے ہوئے جیسے ریاضی کا کوئی سوال حل کر رہی تھی جو کہ اب حل ہو چکا تھا۔ اس کے دماغ میں جھماکہ ہوا تھا۔

"آئیڈیا۔" ہانیہ نے چٹکی بجا کر چمکتی آنکھوں سے خود کو مخاطب کیا۔ "ایسے نہیں تو ویسے ہی سہی۔"

شادی کے بعد تو ہماری محترمہ کی دماغ کی مشینیں کافی تیز ہو گئیں تھیں۔ بڑی سپیڈ سے چلتی تھیں اب تو۔

⟐...⟐...⟐

"کیا!!!؟" عاقب کافی شاکڈ ہوا تھا۔ وہ صوفے پہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور ہانیہ اس کے سامنے۔ پھر ہانیہ کی بات پہ وہ شاکڈ ہوتا تھوڑا آگے کو ہوا۔

"تھوڑا آہستہ بولیں۔ارسلان سن لے گا۔"ہانیہ دبی آواز میں بولی۔عاقب تھوڑی دیر پہلے ہی ان دونوں کو یونیورسٹی سے آف کے بعد گھر لے کر آیا تھا۔کمرے میں آتے ہی عاقب نے کوٹ اتارا تھا اور تھوڑی دیر آرام کرنے کو صوفے پہ بیٹھا ہی تھا کہ ہانیہ اچھی بیویوں کی طرح اس کے لیے پانی لیے حاضر ہوئی تھی اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

پھر اس نے عاقب کو آج کی روداد کے ساتھ اپنا پلان بھی بتایا۔

"ہانی تم ابھی بچی ہو۔اور یہ کیا لو جکس لگانے بیٹھ گئی ہو۔"عاقب کو اس کی سوچ نے کافی حیران کیا تھا۔

"ہاں اور اس بچی سے آپ نے شادی بھی کر لی ہے۔"وہ تپ اٹھی۔

"دیکھو۔تمہاری میری بات اور ہے۔وہ سب ابھی بچے ہیں۔"عاقب نے اسے سمجھانا چاہا۔

"بچے نہیں ہیں الّو کے پٹھے ہیں(عاقب نے اسے گھورا)اچھا ایسے تو نہ دیکھیں۔میں تو بس کسی کا بھلا کرنا چاہتی تھی۔میں تو بس ساری الٹی لکیریں سیدھی کرنا چاہتی ہوں۔میں تو بس کسی کے لیے مسیحا بننا چاہتی تھی۔میں تو بس یہی چاہتی تھی کہ لڑتے جھگڑتے لوگوں کے درمیان صلح ہو جائے۔محبت تو بس بہانہ ہے۔"آخر میں کافی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جذباتی ہونے کی اداکاری کی گئی تھی۔اور وہ جو اس کی اداکاری سے واقف تھا اس کے سامنے صوفے سے اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ چکا تھا۔ہونٹوں پہ دبی سے مسکان تھی اور آنکھوں میں شرارت۔

"پہلے ہم دونوں کے درمیان تو محبت کا بیج بودیں آپ۔" وہ ذرا سا جھک کر مخمور لہجے میں اس کے کان کے قریب سرگوشی کر رہا تھا۔ہانیہ کی تو ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔اس نے گرمی کی وجہ سے تھوڑی دیر پہلے ہی اپنا ہجاب ڈھیلا کیا تھا۔ غلطی کر دی تھی۔وہ اب ذرا کو جھک کر اس کے کان کی لو چوم رہا تھا۔ہانیہ کا تو جسم ہی کانپ کر رہ گیا۔وہ ہمیشہ اس کی قربت میں گھبرا جایا کرتی تھی۔

"بھائی اور ہانی آپ دونوں کو ماما نیچے کھانے......"

ارسلان کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔دروازہ ناک کرنے کی آج پھر سے توفیق نہیں کی گئی تھی۔

لیکن سامنے کا منظر دیکھ تو مانو گلا ہی خشک ہو گیا۔عاقب فوراً پیچھے ہٹا تھا۔ہانیہ بھی گڑبڑا کر کھڑی ہو چکی تھی۔

"میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ قسم سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔" ارسلان نے بادل نخواستہ سر نفی میں ہلاتے کہا۔ عاقب کی گھوری پہ اس نے اپنا گلا تر کیا تھا۔ عاقب اشتعال سے اس کی جانب بڑھا تھا۔

"اللہ پاک کی قسم میں آج سے دروازہ ناک کر کے آؤں گا۔"

عاقب اس کے قریب آتا جارہا تھا اور وہ پیچھے ہوتا جارہا تھا۔

وہ دروازے سے ایک قدم ہی باہر نکلا تھا جب عاقب نے زور سے دروازہ بند کیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز اتنی ضرور تھی کہ ہانیہ بھی کانپ گئی۔

ارسلان کا تو جسم ہی لرز گیا۔

"ہاہ۔ بچ گیا تو ارسلان۔ ورنہ بھائی کی شادی سے پہلے تو تھپڑ کھاتا ہی رہتا تھا تو۔ شکر ہے ہانی آگئی اس کے سامنے ہی تھوڑی عزت رکھ لیتے ہیں۔" وہ خود سے ہی مخاطب تھا۔

اسے بے ساختہ وہ دن یاد آیا جب عاقب کی شادی سے پہلے وہ ایک دفعہ عاقب کی اجازت کے بغیر اس کے کمرے میں گھس گیا تھا وہ بھی گنگناتے ہوئے۔ تب عاقب سے اس کا ایک زبردست تصادم ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں موجود لیپ ٹاپ دھڑام کی آواز سے نیچے گر گیا تھا۔ جس کی وجہ سے لیپ ٹاپ کی سکرین چکنا چور

ہو چکی تھی۔تب عاقب نے اسے اتنی زور کا تھپڑ مارا تھا کہ اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

وہ دن یاد کر کے بے اختیار وہ اپنے گال پہ ہاتھ رکھ گیا۔

"یااللہ تیرا شکر ہے۔بچا لیا تو نے۔"اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر شکر ادا کیا۔" پچھلے تھپڑ پہ تو دو دن کالج نہیں گیا تھا میں۔ورنہ کالج کے لڑکے مذاق اڑاتے میرا۔نشان ہی اتنا بڑا تھا۔"

خود سے ہی باتیں کرتا وہ نیچے کی جانب چل پڑا۔

"ہانیہ اور عاقب نہیں آئے تمہارے ساتھ۔"ثمینہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔

ارسلان نے ایک نظر سیڑھیوں کی جانب دیکھا پھر ان کے کان میں جھک کر کچھ کہا۔

ثمینہ بیگم نے اپنے دائیں ہاتھ کا تھپڑ ارسلان کے منہ پہ جڑا۔ارسلان گال پہ ہاتھ رکھے،منہ کھولے ہونق بنا انہیں دیکھنے لگا۔وہ اس اچانک افتاد کے لیے تیار نہیں تھا۔

"بدتمیز۔کسی کے کمرے میں ناک کر کے جایا جاتا ہے۔خاص کر کے میاں بیوی کے کمرے میں۔اور اگر دیکھ ہی لیا تھا تو منہ پھاڑ کر مجھے بتانے کی کیا ضرورت تھی بے شرم۔مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی ارسلان۔"ارسلان کی اچھی خاصی عزت افزائی کرنے کے بعد وہ کچن میں گھس گئیں۔

"اللہ اللہ۔ چغلی کرنے کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔" وہ منہ پہ ہاتھ رکھے ایک بار پھر اللہ سے مخاطب تھا۔

اس نے ڈائننگ کے سامنے لگے آئینے میں اچھے سے اپنے گال کی چھان بھی، پھر شکر کا سانس خارج کیا۔

"شکر ہے ماما کا ہاتھ بھاری نہیں ہے عاقب بھائی کی طرح۔ ورنہ اچھا خاصا نشان پڑ جاتا۔" آئینے میں عاقب کا چہرہ ابھرا تو اس نے جلدی سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اور یہ پڑا ارسلان کو آج کا دوسرا تھپڑ۔

"یہ تمہارے کمرہ ناک نہ کرنے کے لیے۔" وہ کہہ کر مڑ گیا۔ اور ارسلان تو سناٹے میں ہی کھڑا رہ گیا۔

اس نے سیڑھیوں کی جانب دیکھا جہاں ہانیہ کھڑی تھی۔ یعنی اس نے دیکھ لیا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی ارسلان کے پاس آئی تھی۔

"میں نے قسم سے کچھ نہیں دیکھا ارسلان۔" وہ آہستہ آواز میں کہتی کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"ہاہ۔ ہانی نے دیکھ لیا۔ اب میری عزت۔" وہ صدمے سے قریب پڑی ڈائننگ ٹیبل کی چیئر کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"اوہ نو۔اب وہ سمجھے گی میں چھوٹا بچہ ہوں۔"اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔

"آہم آہم۔"منظور علی شاہ نے اس کی حالت دیکھی اور کھنکھار کر اسے مخاطب کیا۔وہ بھی ڈائننگ چیئر کھینچ کر بیٹھ رہے تھے۔

ارسلان نے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔

منظور صاحب تھوڑا سا آگے کو جھکے پھر سرگوشی نما انداز میں بولے۔

"ارسلان!...میں نے بھی کچھ نہیں دیکھا قسم سے۔"وہ کہہ رہے تھے اور ارسلان کا دل کیا وہ چھت سے چھلانگ لگا دے۔

"اوہ نو۔یعنی سب نے دیکھ لیا۔"وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر،انگلیوں میں تھوڑا فاصلہ رکھ کے،ہاتھوں کے پیچھے سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا دیکھا لیا؟"اب عاقب بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ رہا تھا۔

منظور علی شاہ پھر سے اسی انداز میں جھکے اور سرگوشی نما آواز میں بولے۔

"یہی کہ اس کی ماما اور بڑے بھائی نے اسے تھپڑ مارا۔"

عاقب نے ارسلان کو دیکھا جو اب صدمے سے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔انہوں نے تو پہلے والا تھپڑ بھی دیکھ لیا۔اور تو اور اب اسے مشہور کر رہے تھے۔

ارسلان فوراً سے کرسی پہ سے اٹھا۔

"میں اب کسی سے بھی بات نہیں کروں گا۔" وہ ناراضگی جتاتا وہاں سے چلا گیا۔

عاقب کو ندامت نے آن گھیرا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ ارسلان پہلے بھی ایک تھپڑ کھا چکا ہے۔

وہ بھی کرسی پہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ابھی آیا۔" منظور صاحب سے کہتا وہ ارسلان کے پیچھے چلا گیا۔ اگر ارسلان ناراضگی میں کھانا نہیں کھاتا تھا تو ہضم اسے بھی نہیں ہوتا تھا۔ اسے اب اسے منانا تھا۔

منظور صاحب مسکرا دیے۔ وہ جانتے تھے اپنے بیٹوں کو۔ وہ دونوں بھائی ہی ایسے تھے۔ ایک ڈانٹنے کا حق تھا تو دوسرے کو ناراض ہونے کا۔ مگر ایک دوسرے کی منوانا دونوں کو ہی آتا تھا۔

"عاقب اور ارسلان کہاں گئے؟" ثمینہ بیگم اور ہانیہ کھانے کے ڈونگے اٹھائے کچن سے باہر آئے تو ان دونوں کی موجودگی نہ پا کر پوچھا۔

"وہی تھپڑ تھپڑ کھیل رہے ہیں۔" کہہ کر وہ ہنسے تھے۔ ہانیہ اور ثمینہ بیگم کا قہقہہ بھی ماحول پہ چھا گیا۔

عاقب ابھی ارسلان کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ارسلان ناراضگی سے منہ پھلائے بیڈ پہ بیٹھا۔ٹانگیں چوکڑی انداز میں کیے، تکیہ گود میں رکھے اسے سختی سے بھینچے ہوا تھا۔

عاقب کو دیکھ کر فوراً سے منہ پھیر لیا گیا۔

عاقب چلتا ہوا اس کے بیڈ تک آیا اور اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔پاؤں زمین پہ ہی تھے۔

کچھ دیر خاموشی کی نذر ہوئے پھر عاقب نے بولنا شروع کیا۔

"کوئی کہہ رہا تھا کہ اسے نئی گاڑی چاہیے۔"

ارسلان کے کان فوراً سے کھڑے ہوگئے۔مگر اس وقت وہ تھوڑی منتیں کروانا چاہتا تھا عاقب سے اسی ہنوز اسی طرح بیٹھا رہا۔عاقب نے کنکھیوں سے اسے دیکھا اور ہھر مسکراہٹ دبائی۔

"ارسلان!..."عاقب نے نرمی سے ارسلان کو مخاطب کیا۔

"ارسلان!"اب کہ پیار سے مخاطب کیا گیا تھا۔

"ارسلان!"اب کہ عاقب دھاڑا تو ارسلان اپنی جگہ سے اچھلا۔

"جی بھائی۔"ارسلان خوف سے اپنے دونوں گالوں پہ ہاتھ رکھ گیا کہ کہیں دوسرا تھپڑ ہی نا مار دے عاقب۔اسے یوں دیکھ عاقب پھر سے نرم پڑا۔

عاقب نے نرمی سے ارسلان کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"ناراض ہو مجھ سے؟" وہ شاید پوچھ رہا تھا۔

"جی۔ کیونکہ آج میں نے دو تھپڑ کھائیں ہیں۔" ارسلان کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھی جگمگانے لگے تھے۔ وہ ہر ایک سامنے اپنی تکلیف چھپالیتا تھا مگر عاقب کے سامنے نہیں۔

"سوری۔" وہ شرمندگی سے گویا ہوا اور اسے اپنے گلے سے لگایا۔

"بھائی اب میں بچہ نہیں رہا۔" ارسلان کا چہرہ اس وقت ایسا تھا کہ روتا ہوا شخص بھی دیکھ لیتا تو ضرور ہنستا۔

عاقب اس سے الگ ہوا۔ "میرے لیے ہمیشہ تم بچے ہی رہو گے۔ خیر اب میں چلتا ہوں۔"

عاقب نے اپنے ہاتھ میں موجود چابیوں کو اچھالنا شروع کیا۔ ارسلان کی تیز نظریں جب چابیوں پہ گئیں تو آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"بھائی کیا یہ میری نئی گاڑی کی چابیاں ہیں؟" اس کی نظریں ہنوز چابیوں پہ ہی جمی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تھیں!...اب نہیں ہیں۔ کیونکہ ارسلان کو گاڑی نہیں چاہیے۔" کہہ کر وہ بیڈ پہ سے اٹھا۔

"نہیں بھائی ایسا نہیں ہے۔ وہ تو میں ناراض تھا بس اس لیے۔" عاقب کو بیڈ سے اٹھتے دیکھ وہ بھی اٹھ گیا۔ اسے اپنی گاڑی اب ناراضگی سے زیادہ عزیز لگ رہی تھی۔

"نہیں تم ناراض ہی اچھے لگ رہے تھے۔ ایسا کرو ناراض ہی رہو۔" وہ مسکراہٹ دبائے کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ارسلان منہ کھولے اسے جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔

"ب...بھائی۔ میں تو مذاق کر رہا تھا یار۔" وہ بھاگتا ہوا عاقب کے پیچھے گیا تھا۔

۞......۞......۞

شہریار سربراہی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی آفس سے سیدھا گھر آیا تھا لنچ کے لیے۔

اس کی دائیں جانب جنت جبکہ بائیں جانب داور بیٹھا تھا۔

"بھائی آپ کو پتہ ہے..." وہ دونوں ایک ساتھ بولے تو شہریار نے باری باری دونوں کو دیکھا جبکہ جنت اور داور نے ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیا پتہ ہے مجھے؟" شہریار نے سلاد کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے پوچھا۔

"آج نا......" وہ پھر سے ایک ساتھ بولے، اور ایک دوسرے کو غصے سے گھورنے لگے۔

"پہلے میں بتاؤں گی۔" جنت نے دبے لہجے میں کہا۔

"پہلے میں بتاؤں گا۔" دانت پیس کر کہا گیا۔

"پہلے میں !..."

"پہلے میں !..."

"ایسا کرو گڑیا! آدھی بات تم بتادو اور آدھی بات داور بتادے گا۔" شہریار نے جیسے کھیل ہی ختم کر دیا۔ اب وہ جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیل رہا تھا۔ "چلو گڑیا بتانا شروع کرو۔" شہریار کے کہتے ہی جنت نے پرجوشی سے بتانا شروع کیا۔

"آپ کو پتہ ہے کہ آج ہمیں یونی میں ہانیہ، عالیہ اور ارسلان ملے تھے۔"

"اچھا! وہ کون ہیں؟" شہریار نے سرسری انداز میں کہا اور پانی کا گلاس منہ سے لگایا۔ ابھی دو ہی گھونٹ حلق میں گئے تھے کہ اچانک ذہن میں بہت زور سے جھماکہ ہوا۔ پانی تو کہیں حلق میں ہی جم گیا تھا اور اس کے بعد اسے کافی زور کا چھولگا تھا۔

"کیا؟" شہریار کی تو آنکھیں ہی حیرت سے پھٹنے کو تھیں۔

"ہاں شہریار بھائی! آپ جانتے ہیں ناعاقب علی شاہ کو ان کے بھائی، ان کی بیوی اور ان کی بیوی کی کزن کو۔" داور نے بھی پرجوشی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"اور پتہ ہے ہماری ان تینوں سے دوستی بھی ہو گئی۔" جنت نے اطلاع دی تھی جیسے۔

"دوستی بھی کر لی؟" شہریار کو اپنا آپ سولی پہ لٹکتا محسوس ہو رہا تھا۔ اگر ان دونوں میں سے کسی کو بھی عنایہ کی بھنک لگ گئی تو پورے گھر کو سر پہ اٹھا لیں گے۔

"ہاں بھائی۔ شکر ہے میرے بھی کچھ دوست بن گئے۔ اور ان سب کو تو آپ جانتے ہیں۔ کتنے اچھے ہیں وہ تینوں۔" داور کے الفاظ تھے کہ کیا شہریار کو اپنے آس پاس بم بلاسٹ ہوتے نظر آرہے تھے۔

"اور خاص کر کے ہانیہ۔ وہ کتنی اچھی ہے نا، اس کا سینس آف ہیومر کتنا اچھا ہے۔ مجھے تو بہت پسند آئی وہ۔"

"ہاں وہ تو ہے۔" اب کہ شہریار بھی جنت سے متفق تھا۔ "تمہاری طرح وہ بھی میری بہن ہی ہے۔"

"سیریئسلی بھائی!..." جنت کافی شاکڈ ہوئی۔

"یس آئی ایم سیریس۔"

"ہاں۔ مگر وہ کچھ کہنے والی تھی کہ شہریار بھائی نے کچھ دن پہلے عنایہ..." داور کو کچھ کچھ یاد آیا تو کہنے لگا۔ شہریار کا تو سانس ہی پھنس گیا۔

"ہاں۔ لیکن اس کے بعد ارسلان نے اسے کچھ کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔ یہ عنایہ کون ہے بھائی؟" اب کہ جنت کو بھی یاد آ گیا۔

"وہ...وہ... میں تو کسی عنایہ کو نہیں جانتا۔" شہریار نے جیسے تھوک نگل کر حلق تر کیا تھا۔

"کیا سچ میں؟" اب کہ وہ دونوں مشکوک ہوئے تھے۔

"ہاں۔ میں تو یہ نام ہی پہلی بار سن رہا ہوں۔" شہریار نے تو سرے سے ہی انکار کر دیا۔

"کیا پتہ ہانیہ نے آپ کے لیے کوئی رشتہ دیکھ رکھا ہو۔" داور نے جیسے چٹکی بجا کر پزل حل کیا۔

"ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے بھائی۔ ویسے وہ لڑکی کیسی ہو گی، جس سے آپ کی شادی ہو گی۔ جسٹ امیجن!" جنت نے جیسے خیالی پلاؤ بنانا شروع کر دیا تھا۔ اور شہریار نے تو تصور میں عنایہ کو بھی دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

"بہت معصوم، بہت پیاری، بلکل خاموش سی رہنے والی۔" شہریار تو اپنی ہی لو میں کہے جا رہا تھا۔ جبکہ جنت اور داور نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آہم آہم۔آپ ٹھیک تو ہے نا شہریار بھائی!" داور نے شرارتی لہجے میں کہا۔شہریار خیالوں سے باہر آیا اور باری باری دونوں کے مشکوک تاثرات کو دیکھا۔

"شٹ اپ۔دونوں کھانا کھاؤ۔ایسے ہی باتوں میں لگا دیا ہے مجھے۔معلوم ہے نا تم لوگوں کو مجھے پھر سے آفس جانا ہے۔" شہریار کی ڈانٹ پہ دونوں منہ لٹکاتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ایک شہریار ہی تو ان دونوں کا سائبان تھا بس۔

داور کے بابا کی دو ماہ پہلے ڈیتھ ہو چکی تھی۔ہاں وہی چاچو جنہوں نے شہریار اور اپنا سارا بزنس سنبھالا ہوا تھا شہریار کے باپ کی ڈیتھ کے بعد۔

شہریار کے ماما بابا کی ڈیتھ تبھی ہو گئی تھی جب وہ پانچ سال کا تھا۔اور جنت اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ایک سال کی بھی نہیں تھی وہ جب ان دونوں کے ماما بابا انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔شہریار کے بابا گاؤں کے بڑے زمیندار تھے اور دشمنی کے تحت ان کے ماں باپ کو قتل کر دیا گیا تھا۔جن میں داور کی ماں بھی موجود تھی۔وہ بھی قتل ہوئی تھیں۔

حیات خان تب بزنس کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے تھے۔اور تب سے اب تک حیات خان نے ان تینوں کو پالا تھا۔ایک باپ کی طرح۔ مگر دوماہ پہلے ان کی بھی ڈیتھ ہو چکی تھی۔اوراب بس وہ تین رہتے تھے اس محل نما گھر میں۔

......◈......◈◈

رات کا وقت تھا۔یہ منظر ہانیہ اور عاقب کے کمرے کا تھا جہاں ہانیہ اور ارسلان بیڈ پہ بیٹھے ارسلان کی اسائنمنٹ مکمل کر رہے تھے۔عاقب صوفے پہ بیٹھا ٹانگیں میز پہ کینچی کی صورت رکھے ہوئے تھا۔ گود میں لیپ ٹاپ پڑا تھا اور پیشانی پہ لکیریں اُبھری ہوئی تھی۔لیپ ٹاپ انگلیاں تیزی سے چل رہی تھیں۔وہ اپنے آفس کا ہی کوئی کام کر رہا تھا۔

"ارسلان سر نے کچھ زیادہ ہی کام نہیں دے دیا تمہیں۔"ان دونوں کا ہی سر درد کر رہا تھا۔نوٹس اور کتابیں بکھیرے سامنے لیپ ٹاپ رکھے وہ اسائنمنٹ مکمل کرنے کی ناکام سی کوشش کر رہے تھے۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ لیکن کیا کر سکتے ہیں کرنی تو ہے نا۔"ارسلان کا چہرہ بھی افسردہ تھا۔

"کتنا مشکل ٹاپک دیا ہے سر نے تمہیں۔ چن چن کر چیزیں لکھنی پڑ رہی ہیں۔" ہانیہ نے جمائی لی۔ وہ تھک گئی تھی۔

"کاش ہمارے ساتھ کوئی بزنس کا سینئر سٹوڈنٹ ہوتا، یا پھر کوئی پروفیسر یا پھر کوئی بزنس مین یا پھر......" ارسلان نے بھی لمبی سی جمائی لی۔

"ہے تو سہی۔ عاقب ہیں نا۔ لیکن تم کیوں ایسے کہہ رہے ہو؟" ہماری محترمہ کا وہی سست دماغ۔ ہانیہ کی بات پہ ارسلان کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ کیسے یہ بھول گیا تھا۔ وہ کتنا بھولکڑ ہو گیا تھا۔ اس نے چمکتی آنکھوں سے ہانیہ کو دیکھا پھر عاقب کو۔

ہانیہ نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور پھر دونوں نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ دونوں اب دانتوں کی نمائش کرتے عاقب کے سر پہ کھڑے تھے۔ عاقب نے سوالیہ ابرو اچکا کر ان دونوں کو دیکھا۔

"وہ بھائی میں کہہ رہا تھا کہ سر رضوان آج آپ کی بہت تعریف کر رہے تھے۔" ارسلان نے پتہ پھینکا۔

"کوئی نئی بات بتاؤ۔" عاقب کو جیسے فرق نہ پڑا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ دونوں کس لیے اس کے پاس آئے ہیں۔

"مجھے لگتا ہے آپ سچ میں تعریف کے قابل ہیں۔" دوسرا پتہ بھی پھینکا گیا۔

"تو؟" عاقب کو اب بھی کوئی فرق نہ پڑا۔

"عاقب مجھے بہت نیند آرہی ہے۔اور ارسلان چاہتا ہے کہ ہم اسائنمنٹ مکمل کر لیں پھر ہی میں سوؤں گی۔آپ اگر تھوڑی سی مدد کر دیتے تو(عاقب نے پھر سے ابرو اچکائی جیسے کہنا چاہ رہا ہو،اچھا)بس تھوڑی سی،اتنی سی۔" ہانیہ نے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھے التجا کی۔عاقب نے ایک نظر ارسلان کو دیکھا جو ملتجی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا،پھر دوبارہ سے نظریں ہانیہ کی طرف موڑیں۔

"اس کے بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟" عاقب کوئی بھی کام مفت میں کر دے،ایسا ہو نہیں سکتا۔

ہانیہ اس کے قریب صوفے پہ بیٹھ گئی اور اس کا کسرتی بازو تھام کر ملتمس لہجے میں گویا ہوئی۔"پلیز!"

"پلیز!" اب کہ بہت پیار سے کہا گیا۔

"کام کے وقت ہی پیار یاد آتا ہے۔" عاقب نے تاسف سے کہا پھر اس کی پیشانی پہ جھکا اور بوسہ دیا۔نا جانے کیوں اس کی ہر بات پہ پیار آتا تھا۔وہ واحد تھی جسے وہ منع نہیں کرتا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"چلو!..." وہ لیپ ٹاپ بند کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہانیہ جو ارسلان کے سامنے کی جانے والی گستاخی پہ سرخ ہو رہی تھی عاقب کے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

ارسلان نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔ اس نے پہلی دفعہ ہانیہ کا یہ رنگ دیکھا تھا۔

وہ دونوں ہی اب بیڈ پہ عاقب کے دائیں بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ عاقب کچھ تفصیلات بیان کر رہا تھا جسے وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سن رہے تھے۔

میں نے تیرا نام دل رکھ دل، میں نے تیرا نام دل رکھ دیا
دھڑکے گا تو مجھ میں صدا، میں نے تیرا نام دل رکھ دیا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

◈......◈......◈

"ادھر آنا ذرا بات سننا میری۔" جنت داور کے کمرے میں چائے کا کپ لے کر آئی تھی۔ وہ واحد ان کے گھر میں ایسا شخص تھا جس کو رات کے گیارہ بجے چائے کی طلب ہوا کرتی تھی، جب سارے نوکر بھی اپنے اپنے کواٹرز میں جا چکے ہوتے تھے۔ اس لیے رات کے گیارہ بجے داور کو چائے دینے کی ڈیوٹی جنت کی تھی جو کہ شہریار نے لگائی ہوئی تھی۔

"کیا ہے؟" لٹھ مار انداز میں کہا گیا۔

"میرے سر میں شدید درد ہو رہی ہے اس لیے جلدی سے تیل لاؤ اور میرے سر کی مالش کرو۔" داور کا لہجہ حکم آمیز تھا اور جنت کے تو سر پہ لگی اور تلوؤں پہ بجھی۔

"نوکر نہیں ہوں تمہاری سمجھ آئی۔" پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا گیا۔

"میں شہریار بھائی کو تمہاری یہ ریکارڈنگ سناؤں گا۔" داور نے دانت نکالے اور پھر فون میں ریکارڈنگ آن کی۔

ریکارڈنگ سنتے ہی جنت کا منہ کھل گیا۔ اس کا داور پہ چیخنا ریکارڈ ہو چکا تھا۔

"بھائی کیا سوچیں گے کہ تمہیں بڑوں سے بات کرنے کی بلکل بھی تمیز نہیں ہے۔ اور میں تو تم سے پورا ایک دن بڑا ہوں پورا ایک دن۔" کہہ تو وہ ایسے رہا تھا جیسے دس سال بڑا ہو۔ ایک سال کا بھی اتنا ڈفرنس نہیں ہوتا جتنا وہ ایک دن کا بتاتا تھا۔

"داور یہ غلط بات ہے۔ فون مجھے دو۔" وہ داور کی طرف بڑھی جو فون ایک ہاتھ میں اچکائے کھڑا تھا۔ جنت کو بڑھتے دیکھ اس نے فون دوسرے ہاتھ میں اچک لیا اور ہوا میں بلند کر دیا۔

"فون مجھے دو داور۔" وہ اچھل اچھل کر فون اچکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر کہاں داور کا چھ فٹ سے نکلتا قد اور کہاں جنت کا پانچ فٹ چار انچ قد۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"لے سکتی ہو تو لے کر دکھاؤ۔" داور کا کھیل جاری تھا اور جنت بھی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"یہ غلط بات ہے داور۔ میں کبھی بھی اس طرح نہیں کرتی۔ تمہاری اور میری لڑائی ہوتی ہے تو بھائی کو نہ گھسیٹا کرو۔" وہ عاجز تھی۔ لیکن پھر بھی کوشش جاری تھی۔ جب اچانک اس کا پیر مڑا اور وہ اپنا بیلنس پر قرار نہ رکھ پائی اور داور کے اوپر گر گئی۔ داور جو اس اچانک افتاد سے سنبھلا ہی نہ تھا وہ بھی پیچھے بیڈ پہ جا گرا۔

اب منظر یہ تھا کہ داور بیڈ پہ اور جنت اس کے اوپر۔

جنت کا دل تیزی سے دھڑکا اور پھر اس نے رفتار پکڑ لی۔ وہ کبھی داور کے اس قدر قریب نہیں ہوئی تھی۔ وہ خجالت کا شکار ہوئی اور سرخ ہو گئی۔

"میرے اوپر سے اٹھو موٹی۔" داور نے اسے کمر سے تھام کر اپنے اوپر سے اٹھا کر بیڈ پہ دھکیلا۔ جنت اس کی حرکت پہ ایک بار پھر سرخ ہوئی اور بیڈ پہ سے اٹھ بیٹھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ چیخی۔

"اوہ ریئلی۔ میرے اوپر گرنے کا شوق تمہیں چڑھا تھا مجھے نہیں۔ ویسے بھی آج کل تم کچھ زیادہ ہی گر رہی ہو۔" داور نے یونی والے واقعے پہ چوٹ کی۔

"شٹ اپ۔" وہ ایک بار پھر چیخی۔ اسے داور سے اس بات کی بلکل بھی امید نہیں تھی۔ جو بھی تھا وہ لڑکی تھی اور اس کی بات سے ہرٹ ہوئی تھی۔

"زیادہ چیخنے کی ضرورت نہیں ہے مجھ پہ چڑیل۔" وہ دوبدو بولا۔

"یہ چڑیل کسے کہا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

"روکا کس نے ہے؟"

"بس کر دو، بس کر دو۔" شہریار کانوں میں انگلیاں پھسائے کمرے میں داخل ہوا۔

"مانتا ہوں کہ ہر رات کو گیارہ بجے بھی تم لوگوں کی لڑائی ضرور ہوتی ہے مگر اس بار کچھ زیادہ ہی شور آ رہا ہے اور آواز نیچے تک آ رہی ہے۔"

"شہریار بھائی میں نے جنت کو کہا کہ میرے سر میں درد ہو رہا ہے اس لیے سر پہ مالش کر دو تو یہ بلاوجہ ہی چیخنے لگی۔ میرے پاس ثبوت بھی ہے دکھاؤں آپ کو۔" اس سے پہلے کہ وہ ثبوت کھول کر آگے رکھتا جنت ہڑبڑا کر شہریار کی طرف بڑھی۔

"آپ...آپ جائیں بھائی۔ یہ داور تو ایسے ہی کہہ رہا ہے۔" پھر داور کی طرف متوجہ ہوئی۔ "میں کر دیتی ہوں نا مالش۔ بھائی کو سونے دو کیوں انہیں ڈسٹرب کر رہے ہو۔"

"میری پیاری بہن۔ مجھے یہی امید تھی تم سے۔" شہریار اس کی پیشانی پہ بوسہ دیتا کمرے سے نکل گیا۔ جنت نے شکر کا سانس خارج کیا۔

"چلو اب کرو میرے سر میں مالش۔" داور کا انداز ایک بار پھر حکم آمیز تھا۔

"نوکر ہوں کیا؟" وہ واپس اپنی ٹون میں آئی۔

"شہریار بھائی...!" داور نے شہریار کو آواز دینی چاہی تو جنت نے فوراً سے گھبراتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا کر دیتی ہوں مالش۔"

"جلدی کرو۔" کیا نخرے تھے داور کے۔ وہ کشن رکھ کر زمین پہ بیٹھ چکا تھا۔ جنت تیل لے آئی تو وہ بھی صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"اب کہ منظر کچھ یوں تھا کہ جنت صوفے پہ تھی اور داور کشن رکھے زمین پہ بیٹھا تھا۔ جنت نے مالش شروع کی تو داور کو سکون آنے لگا۔

"ویسے ایک بات ہے ڈفر!... تم چیختی جتنا زیادہ ہو مالش اتنی ہی اچھی کرتی ہو۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جنت خاموش رہی، کچھ نہ بولی۔ داور نے چہرہ اسی اینگل میں تھوڑا سا پیچھے کیا تو دیکھا جنت کو نیند کے جھونکے آرہے ہیں۔ وہ صبح سے اٹھی ہوئی تھی اور اب تکان کی وجہ سے نیند زیادہ آرہی تھی۔ مگر وہ پھر بھی اسی طرح مالش کر رہی تھی۔

"ایسا کرو تم جاؤ۔ میرا سر درد ختم ہو گیا۔" داور نے کہا تو جنت نے شکر ادا کیا۔

"تمہاری جنرل نالج کی بک میرے پاس ہے وہ لیتی جانا۔" وہ کہہ کر اٹھا اور اپنی الماری کی طرف بڑھ گیا۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

دو منٹ بات جب وہ کتاب لیے مڑا تو وہ صوفے سے ٹیک لگائے سو چکی تھی۔

"جنت اٹھو!" وہ اسے پکارنے لگا مگر وہ ہنوز اسی طرح سوئی رہی۔

"جنت اٹھو!" ایک بار پھر اٹھایا گیا۔

"یہ لڑکی بھی نا آدھا نشہ کر کے سوتی ہے۔" وہ کتاب ٹیبل پہ رکھتا جنت کے پاس گیا۔ ایک لمبا سانس خارج کرنے کے بعد داور نے جنت کی گردن کے پیچھے ایک ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ کو اس کی ٹانگوں کے نیچے سے گزار کر گود میں اٹھا لیا۔

"یہ لڑکی دن بدن بھاری ہوتی جا رہی ہے۔" وہ خود سے ہی مخاطب تھا۔ کیونکہ اسے روز کا تجربہ تھا۔ وہ رات روز اسے کسی نا کسی کام کی وجہ سے روک لیا کرتا تھا، زیادہ تر پڑھائی کی وجہ سے۔ اور وہ یوں ہی سو جایا کرتی تھی۔

وہ اسے اسی طرح اٹھائے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ اور ہمیشہ کی طرح آج بھی یہ منظر دیکھ کر شہریار مسکرایا تھا۔

وہ دونوں چاہے جتنا بھی لڑ لیں، جتنی بھی ایک دوسرے سے نفرت کا اظہار کر لیں مگر خیال دونوں کو ہی ایک دوسرے کا تھا، بس جتاتے نہیں تھے۔

'چاچو کو ہمیشہ افسوس ہوا کرتا تھا ان دونوں کے جھگڑے دیکھ کر۔ انہیں لگتا تھا کہ ان دونوں کا نکاح کروا کر انہوں نے غلطی کر دی ہے۔ مگر وہ شاید غلط ہی سمجھتے تھے۔'

شہریار سوچ رہا تھا اور پھر صوفے سے اٹھ کر وہ بھی اپنی کمرے کی طرف چل دیا۔

وہ دونوں ہی بارہ سال کے تھے جب ان کا نکاح ہوا تھا اور دونوں ہی اس بات سے واقف تھے۔

داور اسے اسی طرح اٹھائے اس کے کمرے میں داخل ہوا اور پھر اسے بیڈ پہ لٹا کر اس کے اوپر لحاف دے دیا۔

وہ کمرے سے جانے ہی لگا تھا کہ ایک خیال کے تحت وہ مڑا اور جنت کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے جھک کر اس کا چشمہ اتار کر سائڈ ٹیبل پہ رکھا۔

ایک آخری بار اسے دیکھ کر اس کی چھوٹی سی ناک پہ بوسہ دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

کسی احساس کے تحت جنت نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ جلدی سے اٹھ کر ادھر اُدھر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ اپنے آپ کو بیڈ پہ دیکھ کر سمجھ گئی کہ کون لایا ہو گا۔

"ہمیشہ کی طرح ضرور بھائی ہی اٹھا کر لائے ہوں گے۔ ورنہ اس داور کا بس چلے تو سیڑھیوں سے ہی پھینک کر پکی پکی اپنی جان چھڑوا لے۔" اپنے آپ سے ہی بڑبڑاتی وہ پھر سے لیٹ گئی۔

بے ساختہ اس نے اپنی ناک کو چھوا۔ کسی کے لمس کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر سر جھٹک کر دوبارہ سو گئی۔

"تھینکس بھائی۔" صبح کا وقت تھا جب وہ تینوں ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

"کس لیے؟" شہریار نے بریڈ کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ہمیشہ کی طرح کل رات بھی مجھے اٹھا کر کمرے میں پہنچانے کے لیے۔" وہ مسکرا رہی تھی۔ شہریار نے کنکھیوں سے داور کو دیکھا جو لاتعلقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناشتے میں مصروف تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ یہ تو حق تھا۔" شہریار ابھی بھی داور کو ہی دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"حق نہیں فرض۔" جنت نے ہنستے ہوئے تصیح کی۔

"میں چلتا ہوں اب۔" داور ٹیبل سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آج جنت کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ڈرائیور چھٹی پہ گیا ہے۔" شہریار کے حکم پہ دونوں کے ہی منہ کھل گئے۔

"داور کے ساتھ اور وہ بھی اس کی بائک پہ؟ آپ کو پتہ ہے بھائی یہ کتنی تیز بائک چلاتا ہے۔" جنت نے صاف منع کیا۔

"مجھے بھی تم جیسی چڑیل کو اپنے ساتھ لے جانے کا کوئی شوق نہیں۔" وہ بھی دوبدو بولا۔

"ہاں ہاں جاؤ اپنی اس کھٹارا پہ۔ میں بھائی کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ ہے نا بھائی؟" آخر میں لاڈ سے شہریار کو مخاطب کیا گیا۔

" بلکل نہیں۔ میں آج تھوڑا لیٹ آفس جاؤں گا۔ اور اگر جلدی بھی جاتا تو تمہیں لے کر بلکل بھی نہ جاتا۔ تمہیں پتہ ہے میرا آفس تمہاری یونی سے کتنا دور ہے۔" شہریار نے تو صاف ستھری کر کے جواب دیا تھا۔

جنت کے تاثرات دیکھ کر داور نے مسکراہٹ دبائی۔

"بھائی!... مجھے تو لگتا ہے یہ داور آپ کا سگا بھائی ہے اور میں سوتیلی۔" وہ خفگی سے کہہ رہی تھی۔

" بلکل ایسا ہی ہے ڈفر۔ کوئی شک ہے کیا؟" داور کا انداز جتانے والا تھا۔

" دیکھا!... دیکھا آپ نے بھائی۔ کس طرح یہ مجھے میرے ناموں سے پکارتا ہے۔" وہ شکایتی انداز میں گویا ہوئی۔

"میں کچھ بھی نہیں سنوں گا۔ داور کے ساتھ جاؤ گی تم۔" شہریار نے گویا بات ہی ختم کی اور وہاں سے چلتا بنا۔

جنت بھی غصے سے دانت چباتی اپنا بیگ اٹھا چکی تھی۔داور دانتوں کی نمائش کرنے لگا۔

"آج تو تمہیں ایسی جنت دکھاؤں گا کہ تمہارا دل ہی نہیں کرے گا میری کھٹارا بائک سے اترنے کو۔"وہ اب اسے چڑا رہا تھا اور جنت کو رونا آنے لگا۔اسے یاد تھا آخری بار جب وہ اس کی بائک پہ بیٹھی تھی تو وہ اسے اچھی خاصی جہنم کی ہواؤں کی سیر کروا چکا تھا۔

"دیکھنا جنت آج میں تمہیں جنت دکھاؤں گا۔"داور اپنی بائک پہ بیٹھتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔

جنت کے کہے کے مطابق وہ کھٹارا تو بلکل بھی نا تھی۔وہ جدید ماڈل کی نئ ہیوی بائک تھی جو شہریار نے اسے اس کی برتھ ڈے پہ گفٹ دی تھی۔

جنت دل گرفتگی کے ساتھ اس کے پیچھے بیٹھ گئ۔

"آج دیکھنا تمہیں جنت دکھاؤں گا۔"وہ بار بار ایک ہی بات کہہ کر جنت کو خوفزدہ کر رہا تھا۔

"دیکھو اس بار مجھے مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھنا۔پچھلی بار تم گر گئ تھی اور یاد ہے کتنی چوٹیں آئی تھی۔"داور نے اس کا زخم تازہ کیا۔

جنت جتنی مضبوطی سے اسے پکڑ سکتی تھی پکڑ گئ۔اور آنکھیں زور سے میچ لیں۔

"اوکے جنت !...پھر تیار ہو جنت دیکھنے کے لیے۔" وہ کہتے ہی بائک سٹارٹ کر گیا۔
اب کہ جنت کی چیخیں تھیں، داور تھا اور اس کی تیز رفتاری سے چلتی ہیوی بائک۔ جس پہ بٹھا کر وہ اسے جنت کی سیر کروا رہا تھا۔

......۞......۞......

"داور ! پلیز آہستہ چلاؤ۔"
وہ دونوں ٹانگیں ایک طرف لٹکائے ہوئے بیٹھی تھی۔ اس لیے گرنے کا زیادہ خطرہ تھا۔ وہ چیخ رہی تھی داور پہ جبکہ اس پہ تو مانو کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ تو جیسے بھنگ پی کر بائک چلا رہا تھا۔
"داور پلیز !...میں گر جاؤں گی۔" جنت تقریباً رو دینے کو تھی۔ داور پہ اب بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ تو آنکھوں پہ گوگلز لگائے اسی رفتار سے بائک چلا رہا تھا۔
جنت جو کہ کب سے بائک کے پچھلے ہینڈل کو تھامے ہوئے تھی اب اس نے جلدی سے ہینڈل کو چھوڑ کا داور کے گرد حصار باندھ لیا تھا۔ گرفت بھی تیز کر لی گئی تھی۔
"جنگلی بلی چھوڑو مجھے۔" اب کہ داور نے اس کا حصار اپنے گرد محسوس کیا تو بادل نخواستہ بولا۔

"نہیں! نہیں! نہیں!..." جنت نے ہنوز اسی طرح آنکھیں سختی سے بھینچی ہوئی تھیں۔

"جنت میں نے کہا چھوڑو مجھے۔" اب کہ وہ دھاڑا۔ جبکہ بائک اسی تیزی کے ساتھ چلا رہا تھا۔

اس کی دھاڑ پہ وہ ہواؤں کے شور میں بھی ایک دم سے اچھلی تھی۔

"تم تو چاہتے ہی یہی ہو کہ جلدی سے جان چھوٹ جائے مجھ سے۔" اس کی آنکھوں میں ناجانے کیوں نمی اتر آئی تھی۔ شاید دل دُکھا تھا۔

"یہ لو چھوڑ دیا تمہیں۔" دل گرفتگی کے ساتھ کہتے اس نے بیچ میں داور کے گرد باندھا حصار چھوڑ دیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی سہارا نہ ہونے کی وجہ سے بائک سے گرتی داور نے ایک ہاتھ سے بائک چلاتے ہوئے دوسرے ہاتھ کو پیچھے لے جا کر اس کی کلائی تھام کر سہارا دیا۔

"چاہتا تو ہوں کہ جان چھوٹ جائے پر ایسے نہیں کہ الزام ہی میرے سر آجائے۔" اچانک ہی بائک روک دی گئی۔ وہ اب یونیورسٹی کے سامنے کھڑے تھے۔

جنت فوراً بائک پہ سے اتری پھر اللہ کا شکر ادا کیا۔

"میں بھی آسانی سے تمہاری جان نہیں چھوڑنے والی۔ سمجھے تم!" وہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر بولی، اور یونی کے گیٹ کی طرف چل دی۔

"جان چھڑوانا بھی کون چاہتا ہے!" جب وہ یونی کے گیٹ کے اندر چلی گئی تو وہ خود کو مخاطب کر کے ہنسا۔

اچانک کسی نے داور کا کندھا تھپکا تو اس نے چونک کر سائڈ پہ دیکھا۔

"کہیں سٹک وٹک تو نہیں گئے؟" یہ ہماری محترمہ تھیں اور اس کے ساتھ ارسلان کھڑا تھا جس نے داور کا کندھا تھپکنے کا شرف بخشا تھا۔

"کیوں؟" داور بائک کھڑی کر کے نیچے اترا۔

"ایسے اکیلے میں جاہلوں کی طرح کون ہنستا ہے؟" ارسلان نے دونوں ابرو اچکا کر پوچھا۔

عاقب تھوڑی دیر پہلے ہی انہیں یونی کے گیٹ پہ چھوڑ کے گیا تھا۔

"ارسلان تم بھی تو ہنستے ہو۔ میں نے دو دن پہلے رات کو تمہارے کمرے سے ہنسنے کی آوازیں سنی تھیں۔" ہماری محترمہ کی زبان کہیں پہ بھی چل پڑتی تھی۔

"شٹ اپ ہانی۔ وہ تو میں ایک فنی مووی دیکھ کر ہنس رہا تھا۔" ارسلان نے دانت پیسے۔ داور نے اپنی ہنسی دبائی۔

"لیکن ارسلان جب میں نے اگلے دن تم سے پوچھا تھا تو تب تو تم کہہ رہے تھے کہ تمہیں کوئی بات یاد آگئی تھی اس لیے تم ہنس رہے تھے اکیلے کمرے میں۔" ہانیہ نے بھانڈا پھوڑا۔

عالیہ جس کی ابھی ابھی تشریف آوری ہوئی تھی ہانیہ کی بات سُن کے اس کا ایک جاندار قہقہہ گونجا تھا۔ داور کی حالت بھی عالیہ سے کم نہ تھی۔ دونوں ہی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

"ہانی!... میں کتنی بار کہوں کہ ہر کسی کو ہر بات نہیں بتاتے ہوتے۔" ارسلان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہانیہ کہ منہ پہ کوئی زِپ لگا دے جسے وہ جب چاہے اپنی مرضی سے بند کر دے۔

"سوری ارسلان۔ لیکن میں کیا کروں؟ اب تو ان لوگوں نے سن بھی لیا۔" ہانیہ نے تھوک نگلا۔ اب ارسلان اس کی اچھی خاصی کلاس لگا رہا تھا۔

وہ چاروں اسی طرح باتوں اور چھیڑ چھاڑ میں گم یونی کے گیٹ سے اندر داخل ہوئے۔ سامنے ہی جنت اداس کھڑی تھی۔ وہ ابھی بھی کچھ دیر پہلے والے واقعے کے زیرِ اثر تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ایسے کیوں کھڑی ہو؟ کہیں داور نے تمہاری پھپھو تو نہیں بھگا دی۔" ہماری محترمہ اور محترمہ کے اپنے جیسے ہی سوالات۔

جنت تو جنت داور کی آنکھیں بھی اس کی بات سن کے پھٹ گئیں۔ عالیہ اور ارسلان اپنی ہنسی کو کنٹرول نہ کرتے ہوئے ہنس دیے تھے۔

"ہماری تو کوئی پھپھو ہی نہیں ہے۔" داور اور جنت یک آواز ہو کر بولے۔

"اچھا!...عاقب اور ارسلان کی بھی کوئی پھپھو نہیں ہیں، لیکن میری اور عالیہ کی ہیں۔ عالیہ تو خیر سے میری پھپھو کی بیٹی ہے۔ لیکن عالیہ کی پھپھو امریکہ رہتی ہیں۔ اور ایک ہفتے بعد عالیہ بھی امریکہ جا رہی ہے اپنی پھپھو کے پاس پورے ایک مہینے کے لیے۔" ہانیہ کا پھوپھی نامہ بند ہوا تو سب نے حیرت سے ہانیہ کو دیکھا اس کے بعد عالیہ کو۔ جبکہ ارسلان کو تو اپنی سماعتوں پہ یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

عالیہ نے چور نظروں سے ارسلان کو دیکھا۔

"لیکن کیوں؟" ارسلان کی صدمے میں ڈوبی آواز نکلی۔

"عالیہ کی پھپھو بہت بیمار ہیں۔ اور عالیہ کے بابا ان کی خیریت دریافت کرنے نہیں جا سکتے کیونکہ ان کے کلینک کے مریضوں کا مسئلہ ہے۔ اور عالیہ کہ بابا کی وجہ سے

پھپھو بھی نہیں جاسکتیں۔اس لیے وہ عالیہ کو ان کے پاس امریکہ بھیج رہے ہیں پورے ایک مہینے کے لیے۔ان کی تیمارداری کے لیے۔"

ارسلان محترم کے سر پہ تو مانو بم بلاسٹ کر رہی تھی ہماری محترمہ۔

"عالیہ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔"وہ خفا ہوا۔

"عالیہ کہہ رہی تھی کہ ارسلان کو نہیں بتانا۔پھر وہ کہے گا کہ عالیہ تم نہیں جاؤ اور یہ اور وہ۔ارسلان ضد کرے گا۔"ایک بار پھر سے ہانیہ کے انکشاف پہ ارسلان نے ہانیہ کو گھورا۔"یہ میں نے نہیں عالیہ نے کہا تھا۔"اور ہماری محترمہ نے ساری بات ہی عالیہ پہ ڈال دی۔عالیہ تو بس اسے گھور کر ہی رہ گئی۔

"مجھے یہ امید نہیں تھی تم سے عالیہ۔"وہ خفگی سے کہتا غصے سے منہ پھلائے وہاں سے چلا گیا۔وہ ناراض ہو گیا تھا۔

"میں...میں بھی چلتی ہوں۔"اب عالیہ کے ہاتھوں ہانیہ کی کلاس لگنی تھی اس لیے ہانیہ فوراً سے ارسلان کے پیچھے بھاگی۔

عالیہ افسردہ سی کھڑی رہ گئی۔ارسلان پہلی دفعہ اس سے ناراض ہوا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔وہ ٹھیک ہو جائے گا۔تم اسے منا لینا۔"جنت نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔داور نے بھی کچھ کہنے کو لب وا کیے۔

"جنت صحیح کہہ رہی ہے(جنت کا منہ کھل گیا)پہلی دفعہ تو اس ڈفر نے کوئی سہی بات کی ہے۔"آخر میں داور نے پتہ پلٹ دیا تو جنت اس کا منہ نوچنے کے لیے آگے بڑھی۔

"یہ ڈفر کسے کہا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔"

"روکا کس نے ہے؟"

"وہ پہلی دفعہ ناراض ہوا ہے۔اب وہ نہیں مانے گا۔"عالیہ افسردگی سے کہتی آگے بڑھ گئی۔اسے آگے بڑھتا دیکھ وہ دونوں بھی ہڑبڑا کر اس کے پیچھے لپکے۔

"ابھی ابھی ہی تو وہ دس چھٹیاں کر کے آئی تھی۔"ارسلان پھولے منہ کے ساتھ ہانیہ سے کہہ رہا تھا۔

"اس کے بابا کہہ رہے تھے کہ وہ ڈین سے بات کر لیں گے۔"ہانیہ اس کے ساتھ شاید اس لیے آئی تھی تا کہ اس کے جلے پہ نمک چھڑک سکے۔

"لیکن اس نے تیاری بھی مکمل نہیں کی ہو گی ابھی۔"

"نہیں!نہیں!...اس کی ساری تیاری مکمل ہے۔پاسپورٹ،ویزا،اس کا بیگ سب تیار ہے۔یہاں تک اس نے اپنے بیگ میں کپڑے،جوتے،میک اپ،اپنا فیورٹ لپ

گلوس، اپنا فیورٹ مسکارا، اپنی جیولری وغیرہ بھی رکھ لی ہے۔" ہانیہ محترمہ خوشی خوشی بتا رہی تھیں۔ لگتا تھا جیسے افسوس صرف ارسلان کو ہوا ہے۔ ارسلان کا لٹکا ہوا منہ کچھ اور لٹک گیا تھا۔

"اب میں اس سے کبھی بات نہیں کروں گا۔" اس نے جیسے حتمی فیصلہ کیا۔

"ہاں ایسا ہی کرنا ارسلان۔" ہانیہ نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ارسلان!..." پیچھے سے عالیہ نے آواز دی تو وہ بھاگا بھاگا اس کے پاس گیا تھا۔ کیا اس نے تھوڑی دیر پہلے کوئی حتمی فیصلہ کیا تھا۔ اسے تو یاد نہ تھا۔

"کیا ہے؟" لٹھ مار انداز میں پوچھا گیا۔

"چلو۔ ہم تینوں کینٹین سے کچھ کھاتے ہیں۔ ابھی کلاس سٹارٹ ہونے میں آدھا گھنٹا پڑا ہے۔" ہانیہ نے جنت اور داور کو مخاطب کیا تو وہ دونوں بھی ہامی بھرتے اس کے ساتھ چل دیے۔

"آج میں تم دونوں کو اپنے کینٹین والے دوست سے بھی ملواؤں گی۔" پتہ نہیں کون سا کینٹین والا دوست بنا لیا تھا ہماری محترمہ نے۔

"اچھا۔ تمہارا دوست کیسا دکھتا ہے؟" جنت نے پرجوشی سے پوچھا۔ داور نے بھی دلچسپی سے ہانیہ کو دیکھا۔

"میرا دوست لمبی لمبی چھلانگیں بھی لگا سکتا ہے۔پانی میں تیر بھی سکتا ہے۔وہ مجھ سے باتیں بھی بہت ساری کرتا ہے جب میں کینٹین میں جاتی ہوں۔" ہماری محترمہ نے گردن کڑا کر بتایا۔

"کیا وہ ہمیں مفت میں چیزیں بھی کھلائے گا؟" جنت کی تو سوچ کر ہی باچھیں کھل گئیں۔

"نہیں۔" صاف جواب آیا۔جنت کا منہ لٹک گیا۔

"یہ ہے میرا دوست۔" وہ تینوں اب کینٹین کے اندر موجود تھے جب ہماری محترمہ نے اپنے دوست کی طرف اشارہ کیا۔داور اور جنت نے پر جوش اور دلچسپی سے اس طرف دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کے بعد ان دونوں کی آنکھیں ہی باہر نکل آئیں۔

....

"سوری ارسلان!" عالیہ پہلی دفعہ سوری کہہ رہی تھی۔ارسلان کا دل پگھلنے لگا لیکن پھر بھی منہ موڑے ناراضگی سے کھڑا رہا۔

"تم جاؤ اپنی پھپھو کے پاس۔میں تمہیں زرا سا بھی مس نہیں کروں گا۔"

"زراسا بھی مس نہیں کرو گے؟" عالیہ نے تھوڑا جھک کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے تشویزاے پوچھا۔

"نہیں۔" وہی جواب۔

"زراسا بھی نہیں؟" ایک بار پھر سے استفسار کیا گیا۔

"نہیں۔" وہی جواب سن کر اب عالیہ کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو جگمگانے لگے۔

"ٹھیک ہے ارسلان۔ میں نہیں جاؤں گی۔ اگر بابا ڈانٹیں گے تب بھی نہیں جاؤں گی۔" وہ رونے لگی۔ وہ جذباتی ہو گئی تھی۔

اب کہ ارسلان تو اسے دیکھ کر ہی رہ گیا۔

"میں مذاق کر رہا تھا عالیہ۔" ارسلان نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"نہیں۔ مجھے پتہ ہے تم ناراض ہو؟" وہ نہ مانی۔

"میں سچ میں نہیں ناراض۔ قسم لے لو مگر ایسے رو تو نہیں۔" وہ اسے پچکارتے ہوئے بولا۔

"کیا سچ میں نہیں ناراض تم؟" عالیہ نے پوری طرح متوجہ ہو کر ارسلان کو دیکھا۔

"نہیں۔"

"پکا؟"

"پکا نہیں ناراض میں تم سے۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" وہ خوش ہوئی۔ پھر اپنا چہرہ صاف کیا۔

"ویسے آج کل تمہیں میری ناراضگی کی کچھ زیادہ ہی فکر نہیں ہو رہی۔" ارسلان نے اس کے کندھے سے کندھا جھٹکتے ہوئے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔" وہ سرخ ہوئی۔

"مجھے تو ایسا ویسا کچھ لگ رہا ہے۔" وہ اب اسے چھیڑ رہا تھا۔

"تمہیں... تمہیں ایسے ہی لگ رہا ہے۔" وہ ہچکچاتے ہوئے وہاں سے بھاگی۔

"مجھے تو لیتی جاؤ۔" ارسلان بھی ہنستے ہوئے اس کے پیچھے بھاگا۔

۞......۞......۞

"یہ... یہ ہے تمہارا دوست؟" داور بے یقینی سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں نا۔ پیارا ہے نا؟" ہانیہ اچھلتے ہوئے اپنے دوست کے پاس گئی۔

"بہت... پیارا دوست ہے۔" یہ کہتے ہوئے جنت کی زبان کو زنگ کیوں نا لگ گیا۔

"بہت شکریہ۔" ہانیہ شرمائی۔

"کیسے ہو دوست؟" ہانیہ اب اپنے دوست سے اس کی خیرت دریافت کر رہی تھی۔

اوراس کا دوست اپنے شیشے کے اس پاٹ میں بند کرتب دکھارہا تھا۔شیشے کا پاٹ پانی سے بھراہوا تھا۔اوراس کے اندر ایک سیاہ رنگ کی مچھلی تیرتے ہوئے کرتب دکھارہی تھی۔ہاں وہی سیاہ مچھلی ہماری محترمہ کا وہ پیارا سا دوست تھا۔

وہ شیشے کا پاٹ کینٹین کے کاؤنٹر پہ رکھا گیا تھا سجاوٹ کے طور پہ۔

"میں بھی ٹھیک ہوں دوست۔یہ دونوں میرے نئے دوست ہیں ان سے ملو۔"ہانیہ نے تعارف کروایا۔

"میرا دوست کہہ رہا ہے کہ اسے تم دونوں بلکل بھی اچھے نہیں لگے۔"

جنت اور داور نے اپنا تھوک نگلا۔

"اوہ۔کوئی بات نہیں۔"داور پھیکا سا مسکرایا۔

"لیکن دیکھنا اسے میں ضرور پسند آؤں گی۔ابھی اس نے مجھے ٹھیک سے نہیں دیکھا۔"جنت نے داور کو دیکھ کر اپنا بیان بدلا اور ہانیہ کے دوست کے بلکل قریب جا کر کھڑی ہوگئی۔

داور نے حیرت سے اسے دیکھا۔

ہانیہ اور جنت اب پاگلوں کی طرح اس مچھلی سے گفتگو میں محو تھیں۔داور تو اپنا سر پکڑ کر ہی بیٹھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بھائی ایک پانی کی بوتل دینا۔" داور نے اپنے گھومتے سر کو تھام کر کاؤنٹر پہ کھڑے لڑکے کو مخاطب کیا جو کہ جنت اور ہانیہ کی حرکتیں دیکھ کر 'کھی کھی' کر رہا تھا۔

"پہلے دن باجی ہانیہ کی یہ حرکتیں دیکھ کر میں تو کاؤنٹر پہ ہی چڑھ گیا تھا اپنا سر پکڑ کر۔ اور اس کے بعد میں نیچے گر گیا۔" وہ کینٹین والا داور کی طرف پانی کی بوتل بڑھاتے ہوئے بتانے لگا۔

داور نے ایک نظر اس لڑکے کو دیکھا جو اپنے پیلے زرد دانتوں کی نمائش کر رہا تھا اور پھر ایک نظر جنت اور ہانیہ کو۔

"عجیب پاگل مخلوق ہے ساری۔" داور بس بڑبڑا کر ہی رہ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

◈......◈......◈

"یہ ہانیہ اور وہ دونوں جنگلی پرندے کہاں گئے؟" عالیہ ادھر اُدھر نظر گھماتے ارسلان سے پوچھنے لگی۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہیں پہ تھے۔ اچانک کہاں گئے؟" ارسلان نے بھی ادھر اُدھر دیکھا۔

"محترمہ ضرور کینٹین گئی ہو گی۔ پتہ نہیں پیٹ ہے کہ کنواں جو بھرتا ہی نہیں اس کا۔" عالیہ کہ کہنے پہ ارسلان نے بھی سر اثبات میں ہلایا۔

"ضرور ادھر ہی گئی ہو گی۔ ویسے بھی کلاس سٹارٹ ہونے میں دس منٹ رہ گئے ہیں اور دس منٹ ہی ڈپارٹمنٹ پہنچنے میں لگتے ہیں۔"

"ہائے... پھر جلدی بھاگو مجھے کیوں بتارہے ہو۔ ہانیہ کو لے کر فوراً سے نکلتے ہیں۔" عالیہ پریشان ہوئی۔

"ہاں ہاں چلو۔ سر رضوان کلاس میں گھسنے نہیں دیں گے۔" وہ دونوں کینٹین کی طرف بھاگے جو کہ پانچ منٹ کی مسافت پہ تھی۔ اور کینٹین سے آگے پانچ منٹ کی مسافت پہ ان کا ڈپارٹمنٹ تھا۔

عالیہ اور ارسلان جب کینٹین میں داخل ہائے تو دونوں کے ہی منہ بند ہو گئے۔

"ارسلان!... چلو چلو یہاں سے۔" عالیہ نے ہانیہ کو فش پاٹ کے ساتھ کھڑے دیکھ کہا۔

"ہاں ہاں بھاگو!...... پچھلی بار اپنے اس دوست کے چکر میں ہانی نے خود تو کلاس مس کر ہی دی تھی اور ساتھ میں ہمیں بھی سر نے کلاس سے باہر نکال دیا تھا۔" ارسلان کو پچھلا واقعہ یاد آیا۔

ارسلان اور عالیہ دونوں ہی پیچھے مڑے اور بغیر اِدھر اُدھر دیکھے ڈپارٹمنٹ کی طرف بھاگے۔

"ہانی کا کیا ہو گا؟ وہ کیسے آئے گی؟" بھاگتے بھاگتے عالیہ نے ارسلان سے پوچھا۔

"خود ہی آجائے گی۔پہلے ہی سر رضوان نے اتنی بڑی اسائمنٹ دی تھی۔ کہیں زیادہ ہی نہ بڑھا دیں اسائمنٹ۔" ارسلان نے عقل لڑائی۔

"ہاں سہی کہا۔" وہ دونوں ہی دھواں دھار بھاگ رہے تھے ہماری محترمہ کو چھوڑ کر۔ان دونوں نے ڈپارٹمنٹ پہنچ کر ہی دم لیا تھا۔ابھی دو منٹ رہتے تھے کلاس سٹارٹ ہونے میں اس لیے انہوں نے سکون کا سانس خارج کیا اور اپنی اپنی جگہ پہ بیٹھ گئے۔

◈......◈......◈

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں تو جارہا ہوں۔کلاس سٹارٹ ہونے می صرف دس منٹ رہتے ہیں۔" داور نے اعلانیہ طور پہ کہا اور کینٹین سے باہر نکل گیا۔

جنت نے ہاتھ میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا تو دماغ ہل کر رہ گیا۔

"میں بھی چلتی ہوں ہانیہ۔" جنت نے گھڑی سے نظر اٹھا کر ہانیہ کو دیکھا جس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور دونوں ساتھ ہی کینٹین سے باہر نکل آئیں۔

داور سامنے کھڑا تھا۔وہ شاید جنت کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

"چلیں میڈم۔" وہ دانت پیس کر جنت سے بولا۔

"جا ہی رہی ہوں۔" جنت نے منہ بسورا اور اس کے ہمقدم ہولی۔

"اگر شہریار بھائی نے تمہاری ذمہ داری مجھے نہ دی ہوتی تو قسم سے اس فش پاٹ میں ہی تمہیں پھینک آتا۔"

جنت کا منہ کھل گیا۔

"شٹ اپ۔" وہ غصہ ہوئی۔

"یو شٹ اپ۔" جواب واپس دیا گیا۔

وہ یوں ہی لڑتے جھگڑتے ڈپارٹمنٹ کی طرف جا رہے تھے۔ ان کا ڈپارٹمنٹ بلکل سامنے ہی تھا۔

ہماری محترمہ نے ان کو جاتے دیکھا اور پھر ارسلان اور عالیہ کو ادھر ادھر تلاش کیا۔ وہ اسے کہیں نظر نہ آئے۔

"وہ مجھے لینے نہیں آئے؟" وہ خود سے ہی بڑبڑائی۔

"کہیں وہ چلے تو نہیں گئے مجھے چھوڑ کر۔" اسے خدشہ ہوا۔

"وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔" اس نے خود کو جواب دیا۔

ہماری محترمہ کا دل ایک دم سے ٹوٹا تھا۔ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو جگمگانے لگے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ان دونوں کو معلوم ہے کہ میں کبھی بھی ڈپارٹمنٹ اکیلی نہیں گئی۔ پھر بھی مجھے چھوڑ گئے۔" اپنے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا۔

وہ آہستہ آہستہ چلنے لگی۔

"عالیہ اور ارسلان بہت برے ہیں۔" وہ ٹوٹے دل کے ساتھ خود سے مخاطب ہوئی۔

"وہ نہیں ہیں تو کیا ہوا!... ہم تو ہیں نا۔" ہانیہ کی دائیں جانب سے جنت اور بائیں جانب سے داور نکلا۔

ہانیہ ان دونوں کو دیکھ کر رک گئی۔

"تم لوگوں کی کلاس تھی۔ تم لوگ نہیں گئے؟" ہانیہ متعجب تھی۔

"ہماری دوست اکیلی جائے۔ ایسا ہم ہونے نہیں دینگے۔" جنت نے اس کی ناک کی نوک پہ آئے چشمے کو درست کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تھینک یو۔" ہانی پورے دل سے مسکرائی اور جھک کر جنت کے گال پہ بوسہ دیا۔ جنت کا سرخ و سپید رنگ ایک دم سے ہی ٹماٹر ہو گیا۔ داور شاکڈ ہوا۔

'لڑکی کے گال چومنے سے ہی لال ٹماٹر ہو گئی ہے، کل رات والی حرکت پتہ چلی تو زمین میں ہی گڑھ جائے گی' داور نے اچنبھے سے سوچا۔

پھر وہ تینوں ہی ہانیہ کے ڈپارٹمنٹ کی طرف چل دیے۔ہانیہ کو اس کے ڈپارٹمنٹ میں چھوڑ کر ان دونوں نے اپنے ڈپارٹمنٹ کا رخ کیا۔

"کتنا شرماتی ہو تم ڈفر!...بلکل بھی اچھی نہیں لگتی۔"داور نے چلتے ہوئے تبصرہ کیا۔

اس بار وہ غصے اور خجالت سے سرخ ہوئی تھی۔

"تو تمہیں کیا۔اور یہ ڈفر کسے کہا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"داور میں تمہارا منہ نوچنے میں ایک منٹ بھی ضائع نہیں کروں گی۔"

"تو روکا کس نے ہے؟"داور نے اس کے باب کٹ کٹے بالوں کی ایک لٹ کھینچتے کہا اور وہاں سے بھاگا۔

جنت اپنی جگہ سن کھڑی رہ گئی۔اور جب اسے سمجھ آیا تو وہ داور کے پیچھے بھاگی۔

"داور کے بچے!..."وہ پیچھے سے چلائی۔

"ابھی ہوئے نہیں ہیں۔"وہ ہنسا تھا۔

یوں ہی لڑتے لڑتے وہ ڈپارٹمنٹ پہنچے تھے۔سر ابھی کلاس میں نہیں آئے تھے۔وہ شکر کا سانس خارج کرتے جلدی سے سیٹ ڈھونڈ کر بیٹھ گئے۔

۞......۞......۞

ہانیہ نے چھپ کر دیکھا تو سر رضوان کلاس میں کھڑے تھے۔

ہانیہ پچھلے دروازے میں چھپ کر کھڑی ہو گئی۔ جیسے ہی سر بورڈ پہ لکھنے کے لیے مڑے وہ دبے قدموں سے کلاس میں داخل ہوئی اور اپنی جگہ پہ فوراً سے بیٹھ گئی۔

"شکر ہے کہ آگئی۔" ارسلان اور عالیہ نے دل میں شکر ادا کیا۔

سر جب بورڈ پہ اپنا سبجیکٹ لکھ کر مڑے تو سامنے ہی ہانیہ کو دیکھ کر شاکڈ ہوئے۔ انہیں یاد تھا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ سامنے والی سیٹ خالی تھی۔

"آپ کب آئی مس ہانیہ؟" سر حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو چکے تھے۔

"سر میں؟" ہانیہ نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں آپ سے ہی کہہ رہا ہوں۔" سر دانت پہ دانت جما کر بولے۔

"میں تو انیس سال پہلے ہی اس دنیا میں آگئی تھی سر۔" شرما کر بتایا گیا۔ ساری کلاس 'کھی کھی' کرنے لگی۔

"خاموش ہو جائیں سب۔" سر رضوان نے غصے سے سب کو چپ کروایا۔

"میں یہ پوچھ رہا ہوں مس ہانیہ کہ آپ کلاس میں کب آئیں۔"

"سر میں تو کب سے یہیں تھی۔" صفائی کے ساتھ جھوٹ بولا گیا۔

"سر یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ابھی ابھی یہ پچھلے دروازے سے اندر آئی ہے۔" ہانیہ کی صدا کی دشمن علینہ نے بھانڈا پھوڑا۔ہانیہ نے پیچھے مڑ کر کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔علینہ ایک طرفہ مسکرائی۔ارسلان اور عالیہ کے تاثرات بھی ہانیہ سے کچھ کم نہ تھے۔

"آپ کی شادی ہو گئی ہے مسز عاقب۔اب تو سدھر جائیں۔" اب تو پروفیسر نے بھی مس ہانیہ سے مسز عاقب کا سفر طے کر لیا تھا۔

ہانیہ تو شرما ہی گئی۔

"سر مجھے شرم آتی ہے۔" ہماری محترمہ نے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ لیے۔انداز وہی شرمانے والا تھا۔

ساری کلاس کی ایک بار پھر 'کھی کھی' شروع ہو چکی تھی۔سر نے بھی ہونٹ بھینچ کر اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

"مجھے پتہ ہے مسز عاقب۔اب آپ نے نہیں سدھرنا۔" سر نے مسکرا کر طنز کیا اور اٹینڈنس لگانے لگے۔

"اس واحد لڑکی کو ہی تمام پروفیسرز سزا نہیں دیتے۔باقی ساری کلاس بے شک جائے بھاڑ میں۔' علینہ نے کڑھ کے سوچا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب اسے کون بتاتا، سارے پروفیسرز کی وہ پسندیدہ تھی۔ ہمارے اساتذہ ہمیں ہماری شرارتوں پہ بے شک جتنا مرضی ڈانٹ لیں، لیکن پیاری انہیں وہ شرارتیں ہی ہوتی ہیں۔

....

عاقب اپنے آفس میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔

لیپ ٹاپ پہ تیزی سے انگلیاں چلاتا وہ کافی مصروف دکھائی دیتا تھا۔ ایک دم سے اس کا فون بجا تو اس نے فون اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"کون؟" مصروف سے انداز میں پوچھا گیا۔

"شہریار بات کر رہا ہوں۔" فون میں سے شہریار کی آواز ابھری۔

"تو؟" تڑخ کر جواب دیا گیا۔

"تو یہ کہ جلدی سے ہانیہ کو لے کر میرے گھر پہنچو، ہم اکٹھے عنایہ کے گھر رشتہ مانگنے جارہے ہیں۔"

عاقب نے لیپ ٹاپ کی سکرین گرائی اور غور سے اس کی بات سنی پھر بولا۔

"میں تمہارے ماموں کا پتر ہوں جو تمہارے ساتھ رشتہ مانگنے جاؤں۔"

"کاش ہوتے۔" شہریار نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"میں نہیں جارہا۔" عاقب نے صاف منع کیا۔

"اگر تم نہ آئے ناعاقب تو پھر دیکھنا!..." شہریار کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔ عاقب کے دونوں ابرو اٹھ گئے۔

"کیا دیکھنا؟"

"دیکھنا بس تم!..." شہریار سے کوئی جواب نہیں بنا۔

"کیا؟" عاقب نے مسکراہٹ دبائی۔

"عاقب تم ہانیہ کو لے کر آرہے ہو کہ نہیں؟" شہریار جذباتی ہوا۔

"اچھا آرہا ہوں ذلیل انسان۔" عاقب نے ہار مانی۔

"ٹھیک ہے پھر جلدی آؤ۔" شہریار نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ فون رکھتا عاقب بول اٹھا۔

"اچھا سنو۔ تمہارے کزن اور بہن کو بھی یونیورسٹی سے اٹھاتا لاؤں۔ میں ہانیہ کو لینے ہی جارہا ہوں بس۔"

"نہیں نہیں، بلکل نہیں۔" شہریار کا تو دل ہی دہل گیا۔

"کیوں؟"

"یار تمہیں نہیں پتہ ان کا۔ وہ بچے ہیں ابھی انہیں ان معاملات میں مت ڈالو۔ جب رشتہ پکا ہو گیا تو میں خود بتا دوں گا انہیں۔" شہریار نے وضاحت دی تو عاقب نے 'ٹھیک ہے' کہتے فون کاٹ دیا۔

پھر اپنی کنڑول چیئر سے اٹھا اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتا آفس سے باہر نکل گیا۔

......

لیکچر کا اینڈ ہو چکا تو ہانیہ، عالیہ اور ارسلان نے علینہ کو گراؤنڈ میں گھیر لیا۔

علینہ اپنی دوست کے ساتھ کھڑی تھی جب انہیں دیکھ کر علینہ نے بھویں چڑھا لیں۔

"ہاں تو بتاؤ۔ کیا کہہ رہی تھی تم کلاس میں سر کو۔" ہانیہ نے آستین اوپر چڑھائی۔

"میں اس وقت تم سے بحث کے موڈ میں نہیں ہوں اس لیے نکلو یہاں سے۔" علینہ کی بات سن تو ان تینوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"شٹ اپ۔ آج میں تمہیں بتاتی ہوں کہ میں کیا چیز ہوں۔"

اور یوں شروع ہو گئی ہانیہ اور علینہ کی جنگ۔

"کیا ہوا؟" داور اور جنت کی بھی آمد ہو چکی تھی۔

عالیہ نے ان دونوں کو ہی ساری روداد سنا دی۔

"تمہارے ماما بابا نے تمہیں تمیز نہیں سکھائی۔"علینہ ہانیہ پہ بھڑک رہی تھی۔

"الحمدللہ تمیز کے ساتھ کراٹے بھی سکھائیں ہیں۔دکھاؤں تمہیں مار کر؟"ہانیہ کہہ تو کراٹے کا رہی تھی لیکن کھڑی وہ ایسے تھی جیسے باکسنگ لڑنے والی ہو۔

عاقب بھی پہنچ گیا تھا۔سامنے ہی اپنی بیوی کو کراٹے سٹائل باکسنگ لڑتے دیکھ ہکا بکارہ گیا۔

ارسلان اور عالیہ کی نظر جیسے ہی عاقب پہ پڑی تو ان دونوں کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"یہ...یہ عاقب بھائی ادھر کیا کر رہے ہیں؟"عالیہ خوف سے بڑبڑائی۔

"مجھے کیا پتہ۔"ارسلان کی حالت بھی عالیہ جیسی ہی تھی۔

"ہانی کو یوں لڑتے دیکھ انہوں نے ہانی کو تو کچھ بھی نہیں کہنا الٹا مجھے ہی اڑا دیں گے۔"ارسلان کو تو علیحدہ ہی خوف لاحق تھا۔

"علینہ!...آج دیکھنا میں تم سے سارے اگلے پچھلے بدلے لے لوں گی۔ایمبولینس کو ابھی فون کرنا ہے تو جلدی جلدی سے کر لو۔کیونکہ آج تم نے معذور ہو کر جانا ہے۔"محترمہ نے باکسن کے سٹائل میں فل مکے بنا کر دکھائے تھے۔

"دماغ ٹھکانے پہ ہی ہے نا۔یا شادی کے بعد وہ بھی اڑ گیا ہے۔"علینہ نے طنز کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

"علینہ !...قسم سے آج تو ختم ہے۔" محترمہ اس سے پہلے کے آگے بڑھ کر دو تین اسے جڑ دیتی اس سے پہلے ہی ارسلان تیزی سے آگے بڑھ اور سرگوشی نما آواز میں بولا۔

"ہانیہ !......اللہ کی قسم ہے تمہیں آج پیچھے مڑ کر دیکھ لو۔"

"کیوں؟ پیچھے سر رضوان کھڑے ہیں کیا؟" ہانیہ نے تو مانو کوئی اثر ہی نہیں لیا تھا اس کی بات کا۔

"نہیں۔" ارسلان کی دبی دبی سی آواز نکلی۔

"تو کیا پھر ڈین کھڑے ہیں؟" ہانیہ عاجز ہوئی۔

"نہیں ان سے بھی بڑی چیز کھڑی ہے پیچھے۔" ارسلان کے تاثرات ہی ٹینشن سے بگڑ چکے تھے۔

"افوہ ارسلان! پھر پیچھے ہٹو۔ وقت برباد کر دیا میرا۔ ابھی اس علینہ کی دھلائی کرنے دو مجھے۔"

"اسے بعد میں دھو دینا بیگم!..." پیچھے سے عاقب کی آواز ابھری تو ہانیہ اپنی جگہ ساکت و جامد ہو گئی۔

عاقب کافی غصے میں کھڑا تھا اور ہانیہ کی پیچھے مڑنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔عالیہ اور ارسلان کا گلا بھی خشک ہو گیا تھا۔جبکہ داور اور جنت اتنا تو سمجھ ہی چکے تھے کہ وہ شخص اور کوئی نہیں بلکہ ہانیہ کا شوہر عاقب علی شاہ ہے۔

علینہ ہانیہ کے تاثرات دیکھ کر لطف اندوز ہو رہی تھی۔

ہانیہ نے سختی کے ساتھ اپنی آنکھیں بھینچی اور ہمت کرتے آہستہ سے پیچھے مڑی۔پھر تھوڑی تھوڑی آنکھیں کھول کر عاقب کو دیکھا جو بپھرا کھڑا تھا۔

ہانیہ نے خوف سے آنکھیں بھینچ کر دوبارہ کھولیں۔

خوف اور شرمندگی سے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔

عاقب نے ایک ابرو اچکائی جیسے اس کی گندہ گردی کی وجہ دریافت کرنا چاہ رہا ہو۔

"میں...میں نے قسم سے...کچھ بھی نہیں کیا۔وہ تو...وہ تو (تھوک نگلا) یہ جو علینہ ہے نا سارا قصور ہی اسی کا ہے۔" آخر میں سارا الزام علینہ کے سر پہ دھر دیا گیا جس کا منہ کھل گیا تھا۔

"ہاں ہاں۔سارا قصور علینہ کا ہی تھا۔" عالیہ اور ارسلان نے بھی اس کی تائید میں سر ہلایا۔

"ہاں ہاں۔بیچاری ہانیہ کا تو کوئی قصور ہی نہیں۔"اب کہ داور اور جنت نے بھی ہانیہ کی تائید کی۔

"عالیہ اور ارسلان کا تو مجھے پتہ ہے لیکن تم دونوں نئی بلائیں بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئی ہو۔"عاقب نے سنجیدگی اور رعب دار لہجے میں کہا تو جنت اور داور کی گردنیں جھک گئیں۔

"ہانی ادھر آؤ۔"عاقب نے انگلی کے اشارے سے ہانیہ کو اپنے پاس آنے کا کہا جو سر جھکائے کھڑی تھی۔اسے پتہ تھا اب اس کے شوہر کے ہاتھوں اس کی عزت افزائی ہونے والی ہے۔

اسے ہنوز اپنی جگہ کھڑا دیکھ کر عاقب نے تیز آواز میں ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔

"ہانیہ عاقب شاہ! میں نے کہا ہے کہ یہاں آؤ۔"

ہانیہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی عاقب کے سامنے آکھڑی ہوئی۔اور پھر عاقب نے اپنا نہ ختم ہونے والا لیکچر شروع کر دیا۔

"کتنی بار کہا ہے ہانی کے اب بڑی ہو جاؤ۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں اب جمپ لگا کر تو پچیس تیس سال کی نہیں ہو سکتی نا۔آہستہ آہستہ ہی ہوں گی۔اب اللہ نے رول ہی ایسا بنایا ہے تو اس میں میرا کیا قصور۔"عاقب کی گھوری پہ اس کی بولتی بند ہو گئی، پھر آہستہ سے بولی۔

"سوری!..."

"تم نے قسم اٹھالی ہے ہانی کہ اب تم نے نہیں سدھرنا۔"اور ایک بار پھر سے عاقب کا لیکچر شروع ہو گیا۔

وہ چاروں بے چارگی سے ہانیہ کو دیکھ رہے تھے جو اکیلے ہی ڈانٹ سن رہی تھی، جبکہ علینہ فل انجوائے کر رہی تھی۔

"چلو چلیں۔میں تمہیں لینے آیا ہوں۔"اچھی خاصی ہانیہ کو جھاڑ پلا کر وہ اب اصل موضوع پہ آیا۔

"لیکن کیوں؟"ہانیہ متذزب ہوئی۔

"باہر چل کر بتاتا ہوں۔"عاقب نے ایک نظر جنت اور داور کو دیکھ کر کہا۔

"اچھا تو کیا ارسلان بھی ہمارے ساتھ چلے گا؟"نیا سوال آیا۔

اس کا سوال تھا کہ کیا،عاقب نے ایک غصے بھری گھوری سے ارسلان کو نوازا جیسے سارا قصور اسی کا ہو۔

ارسلان لا منہ لٹک گیا' اب اس میں میرا کیا قصور'

"نہیں اسے میں بعد میں لے جاؤں گا۔" عاقب نے جواباً۔

"کیوں؟ کیا ہم کوئی پرسنل ڈیٹ پہ جا رہے ہیں؟" ہانیہ چہکی۔ جبکہ باقی سب نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی ناکام سی کوشش کی تھی۔

عاقب تو اس کی بات سن کر ہی سب کے سامنے سٹپٹا سا گیا تھا۔

"ہانی!...ایسی باتیں سب کے سامنے نہیں کرتے۔" عاقب دبے دبے لہجے میں اسے باور کروایا۔

"اچھا!... چلیں پھر چلتے ہیں۔" وہ افسردہ ہوئی۔ وہ کسی پرسنل ڈیٹ کی توقع کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عاقب اسے لیے وہاں سے جا ہی رہا تھا کہ کب سے خاموش کھڑی علینہ کی آواز گونجی جسے سن کر سب نے ہی حیرت اور غصے سے علینہ کو دیکھا اس کے بعد جاتی ہوئی ہانیہ۔

"اسے بس اس کا جلاد شوہر ہی قابو کر سکتا ہے۔"

ہانیہ اشتعال میں فوراً سے مڑی تھی۔ غصہ تو عاقب کو بھی اس بار آیا تھا۔

عاقب کا خیال کیے بغیر ہانیہ گولی کی سی سپیڈ سے علینہ کی طرف بڑھی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ علینہ کا منہ نوچ لیتی جنت اور عالیہ نے آگے بڑھ کر اسے قابو کیا۔

"چھوڑو مجھے۔اس علینہ کی توایسی کی تیسی۔"ہانیہ بے قابو ہوتی جارہی تھی۔

اس بار تو علینہ بھی سہم گئی۔

ارسلان اور داور نے تو اپنے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ لیے تھے اور انگلیوں کے درمیان سے منہ کھولے سامنے کا منظر دیکھ رہے تھے۔

عاقب تو اپنی بیوی کا یہ جلال روپ دیکھ کر ہکا بکا کھڑا تھا۔

"چلو فروہ یہاں سے۔مجھے منہ ہی نہیں لگنا اس پاگل کے۔"علینہ نے اپنے خوف پہ قابو پاتے ہوئے اپنے ساتھ کھڑی سہیلی کو مخاطب کیا اور وہاں سے جانے لگی۔

"پاگل ہوگا تمہارا پورا خاندان تم سمیت سائیکو پیتھ عورت۔"لو جی!اب تو ہانیہ نے اسے عورت ہونے کا خطاب بھی دے دیا تھا۔

علینہ بغیر پیچھے مڑے آگے ہی جارہی تھی۔

اپنے آپ کو عالیہ اور جنت سے چھڑواتی وہ ایک بار پھر تیزی سے علینہ کی طرف بھاگی اور جتنی زور سے ہو سکتا تھا اس نے علینہ کو دھکا دیا تھا۔

شاید آج گھاس کو پانی دیا گیا تھا جس کی وجہ سے گراؤنڈ میں تھوڑی بیٹھی ہوئی جگہ پہ کیچڑ تھا۔

اور ہاں آپ سب کے خیال کے عین مطابق علینہ اس گدلے پانی میں گرچکی تھی۔اور کیچڑ آلود ہو چکی تھی۔

عالیہ اور جنت تو ابھی تک شاکڈ میں تھیں کہ ہانیہ محترمہ ان کے ہاتھوں سے نکل کیسے گئی تھی۔

"ہااا!..."ارسلان اور داور نے شاکڈ سے اپنی آنکھوں کے آگے بھی ہاتھ رکھ لیے تھے۔

عاقب نے علینہ کو اس کیچڑ زدہ پانی میں دیکھ کر آنکھیں ہی میچ لی تھیں۔اسے ہانیہ سے بلکل بھی یہ توقع نہیں تھی۔

علینہ بمشکل کھڑی ہوئی تھی اور ہونقوں کی طرح اپنے سراپے کو دیکھ رہی تھی جو مکمل کیچڑ میں لت پت تھا۔

فروہ جو کہ علینہ کی دوست تھی فوراً اس سے دور ہوئی تھی۔

"علینہ تھوڑا دور رہنا مجھ سے۔میرے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔"

علینہ نے اچنبھے سے اپنی اس واحد دوست کو دیکھا تھا جو اس سے کترا رہی تھی۔

"اوپس!...سوری علینہ۔میرا دھیان نہیں تھا۔میرا ارادہ تمہیں گرانے کا نہیں تھا۔وہ تو غلطی سے ہو گیا۔"ہانیہ بھرپور اداکاری کا مظاہرہ کر رہی تھی،"خیر میں چلتی ہوں۔میرے شوہر میرا انتظار کر رہے ہیں۔"

"چلیں!..."ہانیہ نے ساکت کھڑے عاقب کا ہاتھ تھام کر پیار سے پوچھا جیسے کچھ دیر پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"چلو محترمہ!...اس سے پہلے کہ کوئی اور گل کھلادو۔"عاقب اپنے حواسوں میں آیا تو تاسف سے سر جھٹک کر کہنے لگا۔

"ہوں۔"ہانیہ ڈھیٹ انداز میں مسکرائی اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے ہمقدم ہوتے ہوئے چل دیے۔

علینہ نے انہیں جاتے دیکھا تو انتقام کی آگ میں جلتے وہ تیزی سے ہانیہ کی جانب بڑھی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ ہانیہ تک پہنچتی عالیہ اور جنت ہاتھ باندھے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

"پہلے ہم سے تو نپٹ لو میڈم۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ دونوں ابرو اچکا کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اس سے پہلے کہ علینہ اپنے گدلے ہاتھ ان کے کپڑوں کو لگا کر ان کے کپڑے خراب کرتی، جنت نے اس کا دایاں ہاتھ جبکہ عالیہ نے اس کا بایاں ہاتھ پکڑ کر تیزی سے مڑوڑا اور اس کی پشت کے ساتھ لگا دیا۔علینہ تو بس کراہ کر رہ گئی۔

"اللہ معاف کرے۔یہ عورتیں ہیں یا جنگلی بلیاں؟" داور بے یقین سا ہو کر سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

"میرے دوست !...یہ لڑکیاں ہیں لڑکیاں۔" ارسلان نے بہت اہم بات بتائی جو شاید داور کو بھی ابھی معلوم ہوئی تھی۔

داور نے ٹیڑھی آنکھیں کر کے اسے دیکھا۔

"مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔" طنز کہا گیا۔

"شکل سے لگ بھی رہا تھا۔" ارسلان نے دوبدو جواب دیا۔

پھر دونوں نے ہی ٹیڑھی آنکھیں کر کے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر زوردار قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

"ہاں تو علینہ میڈم ہم کہہ رہے تھے کہ اپنے آپ کو ذرا سا کنٹرول میں رکھا کرو۔دن بدن کچھ زیادہ ہی خراب ہو رہی ہو۔" عالیہ اسے اسی طرح تھامے بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہوں۔زیادہ اچھلا نہ کرو۔اچھلنے کا کام مینڈک کا ہوتا ہے۔" جنت نے بھی فلسفہ جھاڑا اور پھر دونوں نے ہی علینہ کو چھوڑ دیا۔

علینہ غصے سے انہیں دیکھتی پیر پٹخ کر وہاں سے چل دی۔

آس پاس سے جاتے ہوئے لوگ علینہ کو دبی دبی ہنسی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔علینہ کو بے حد شرمندگی ہوئی۔

....

"اب تو بتا دیں ہم جا کہاں رہے ہیں آخر؟" یونی سے باہر نکل کر ہانیہ نے عاجزی سے عاقب کو مخاطب کیا۔

"ہم ماموں کے گھر جا رہے ہیں شہریار کے لیے عنایہ کا رشتہ مانگنے۔" عاقب کا کہنا ہی تھا کہ محترمہ کا منہ کھل گیا۔

"کیا مذاق کر رہے ہیں آپ؟" اسے مذاق ہی لگا تھا۔

"ہاں۔" عاقب نے مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اوہ۔میں بھی کہوں میری کہاں اتنی اہمیت کہ ایک رشتہ لینے کسی کے گھر بھیج دیں۔" اب کہ وہ مایوس ہوئی تھی۔عاقب کو بے جا اس پہ پیار آیا۔

عاقب نے اس کے دونوں گال چٹکیوں میں بھرے۔

"اس پورے ناول میں صرف تمہاری ہی تو اہمیت ہے محترمہ۔" وہ سرگوشی نما انداز میں بولا۔ مگر ہانیہ بمشکل ہی سن پائی اور نا سمجھی کے ساتھ عاقب کو دیکھنے لگی۔

"دراصل شہریار کا فون آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جلدی سے ہانی کو لے کر میرے گھر پہنچو۔ ہم عنایہ کے گھر رشتہ مانگنے جا رہے ہیں۔ مگر میں نے اسے بعد میں فون کر کے کہہ دیا تھا کہ ہم سیدھا عنایہ کے گھر پہنچیں گے وہ بھی سیدھا وہیں پہنچے اور میں نے ماما بابا کو ساری بات فون پہ سمجھا دی ہے اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ وہ عنایہ کے گھر پہنچ جائیں۔ اور اب میں تمہیں بھی لینے آیا ہوں۔" عاقب نے ساری بات اس کے گوش گزار دی۔

"اچھا!... تو کیا ہم جنت اور داور کو بھی ساتھ لے چلیں؟" وہ خوشی سے اچھلتے ہوئے پوچھنے لگی۔ خوشی تو جیسے آؤٹ آف کنٹرول ہو رہی تھی۔

"نہیں۔" منفی جواب آیا۔

"اوکے۔" ہانیہ کا چہرہ اتر گیا۔

"ان کو ابھی شہریار کے رشتے کے بارے میں کچھ نہیں بتانا۔ شہریار کہہ رہا تھا کہ وہ خود بتائے گا۔" عاقب نے سمجھایا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پھر وہ جانے ہی لگے تھے کہ ہانیہ بول اٹھی۔

"وہ میں اپنی ایک چیز اندر بھول آئی ہوں۔ میں لے کر آتی ہوں۔" کہتے ہی وہ یونی کے اندر بھاگی۔

"ہانی ارسلان لے آئے گا وہ چیز۔" عاقب نے پیچھے سے صدا لگائی۔

"وہ چیز ارسلان کے پاس نہیں ہے۔" وہ مڑے بغیر بولی اور تیزی سے بھاگنے لگی۔

"اُف!...یہ لڑکی بھی نا!" وہ خود سے گویا ہوا۔

۞......۞......۞

وہ چاروں ابھی بھی اسی جگہ کھڑے تھے جب بھاگتی ہوئی ہانیہ کو اپنے پاس آتے دیکھا۔

"تم دونوں کو میں نے ایک خبر دینی ہے۔" ان کے قریب پہنچتے ہی صرف داوراور جنت کو مخاطب کیا۔

ان دونوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ ساتھ میں ارسلان اور عالیہ کے بھی۔

"تم دونوں پرے ہٹو۔ ناراض ہوں میں تم دونوں سے۔" غصے سے ارسلان اور عالیہ کو کہا۔ جن کا چہرہ ندامت سے جھک گیا۔ وہ جانتے تھے کہ وہ کیوں ناراض تھی۔ ان دونوں بے ہی ہانی کو اکیلا چھوڑنے کے لیے توبہ کی۔

"ادھر آؤ میرے ساتھ پھر بتاتی ہوں۔ ورنہ یہ ارسلان اور عالیہ سن لیں گے۔" کسی چھوٹے بچے کی طرح کہا گیا۔ ارسلان اور عالیہ کا چہرہ شرمندگی سے جھک گیا۔

"اب ہانی ایسا کرے گی ہمارے ساتھ۔" ارسلان نے آہستہ آواز میں کہا۔

"ہماری ہی غلطی ہے۔ ہمیں اسے اکیلا چھوڑ کر نہیں بھاگنا چاہیے تھے۔" عالیہ نے اپنی غلطی مانی۔

"ٹھیک کہہ رہی یوں۔" ارسلان نے بھی باس کی تائید میں سر ہلایا۔

ہانیہ، جنت اور داور اب دور جا کھڑے ہوئے تھے۔ ہانیہ نے آہستہ اور سرگوشی نما انداز میں ان دونوں سے پتہ نہیں کیا بات کی کہ دونوں کے ہی منہ، آنکھیں سب کچھ پھٹ گیا۔

"کیا؟..."

"ہاں جی۔ اب میرا آگے کا پلان سنو!"

ہانیہ نے اپنا پلان بھی ان کے گوش گزار دیا۔

"اب میں چلتی ہوں۔ اس سے پہلے کہ میرے شوہر صاحب دندناتے ہوئے یہاں پہنچ جائیں۔" کہتے ساتھ ہی ہانیہ پیچھے مڑی تو سامنے عاقب کھڑا تھا۔ ہانیہ کے پیروں تلے زمین ہی کھسک گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"پہنچ گیا ہوں میں یہاں بھی دندناتا دبدناتا۔" عاقب نے کھلی ہوا میں طنز چھوڑا۔

"وہ تو میں...وہ تو میں......" ہانیہ کو سمجھ ہی نہ آئی کہ کیا کہے۔ پیچھے کھڑے جنت اور داور کے گلے بھی خشک ہو چکے تھے۔

"جلدی کرو محترمہ جو چیز لینی ہے لے لو۔ بہت دیر ہو رہی ہے۔" عاقب نے ہاتھ میں پہنی گھڑی کی طرف دیکھا اور ہانیہ کو اشارہ کیا۔

"ہاں ہاں!...بس چلیں۔ میں نے اپنی وہ چیز جنت سے لی ہے۔" ہانیہ نے شکر کا کلمہ پڑھا کہ عاقب نے کچھ سنا نہیں۔

"تم نے کیا چیز لینی تھی جنت سے؟" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے عاقب نے پوچھا۔

"وہ......وہ......وہ کچھ پرسنل چیز ہے۔" جلدی سے بہانہ گھڑ دیا گیا۔

"شوہر سے کون سی چیز پرسنل رہتی ہے۔" عاقب کا کہنا ہی تھا کہ محترمہ سرخ ہو گئیں۔

"وہ میری تھوڑی پرسنل ہے۔ وہ تو جنت کی تھی۔" اپنی شرم پہ قابو پانے کے لیے بے اختیار ہی اس کی آواز اونچی ہو گئی۔

"اچھا اچھا!... نہیں پوچھتا کچھ۔" عاقب نے ہاتھ کھڑے کر دیے اور سٹیرنگ پہ ہاتھ رکھ دیے اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

ابھی گاڑی آدھے راستے میں بھی نہیں پہنچی تھی کہ ہانیہ نے اپنی سائڈ والے شیشے سے دیکھا کہ ایک ہیوی بائک تیزی سے گزری ہے۔اور یہیں پہ محترمہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

اس سے پہلے کہ وہ ہیوی بائک عاقب کی نظر میں آتی ہماری محترمہ زور سے چیخ اٹھیں۔

"گاڑی روکیں۔"

عاقب نے لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر بریک پہ پاؤں رکھ دیا۔گاڑی جھٹکا کھا کر رک گئی۔وہ دونوں بھی جھٹکے سے آگے ہوئے تھے مگر سیٹ بیلٹ کی وجہ سے بچت ہو گئی۔

"کیا ہوا؟"عاقب نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ...میرا دل گھبرا رہا ہے۔"محترمہ نے بیوقوفی کے ساتھ بہانے بنانے میں بھی پی۔ایچ۔ڈی کر رکھی تھی۔

عاقب نے فوراً سے گاڑی کے آٹو میٹک شیشے کھول دیے۔

"اب ٹھیک ہے؟"وہ ہانی کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرے متفکر انداز میں استفسار کر رہا تھا۔

ہانی نے لمبے لمبے سانس لینے کی اداکاری کی۔

"ہاں اب ٹھیک ہوں۔شاید بند گاڑی میں دل گھبرا رہا تھا۔" اگر ارسلان اور عالیہ اس کی یہ اداکاری دیکھ لیتے تو یقیناً غش کھا کر گر جاتے۔اور اگر یہ اداکاری کسی فلم کا ڈائریکٹر دیکھ لیتا تو فلم میں رول ملنے کے بھی آثار تھے۔

"اوہ پاگل انسان بائک روکو۔" جنت نے داور سے کہا۔اس نے ہانیہ کو گاڑی میں دیکھ لیا تھا۔

"کیوں؟" داور اچنبھے سے پوچھنے لگا۔

"ارے پیچھے جو گاڑی آرہی تھی اس میں ہانی اور عاقب بھائی ہیں۔" جنت نے کہا تو داور نے جھٹ سے بائک روک دی۔

"کیا؟" داور شاکڈ ہوا۔

"ہاں ہاں!...جلدی سے بائک کو چھپاؤ اور خود بھی چھپو۔ان کے گزرتے ہم بھی پیچھے ہو لیں گے۔"

"ہاں ہاں۔" داور نے جلدی سے بائک کو گھسیٹا اور درخت کے پیچھے کھڑا کر کے خود بھی چھپ کر کھڑے ہو گئے۔

"پاگل انسان تم آہستہ بائک نہیں چلا سکتے تھے۔" وہ غصہ ہوئی۔

"اوہ ہیلو میڈم!...یہ کوئی چلتی پھرتی عام سی بائک نہیں ہے بلکہ داور کی ہیوی بائک ہے۔اور...یہ...یہ پاگل کسے کہا؟"

"ہم ایسا کرتے ہیں گھر چلتے ہیں۔تمہاری طبیعت نہیں ٹھیک ہے ہانی۔"عاقب نے اس کا سر اپنے سینے پہ رکھ کر تھپکتے ہوئے کہا۔وہ فکر مند تھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔"اچانک سے ہی ہانیہ میں بجلی کی سی تیزی آگئی تھی۔اپنا سر فوراً سے اٹھا کر تسلی کروانی چاہی۔

"دیکھیں میں تو بلکل فٹ ہوں۔شہر یار بھائی بیچارے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"عاقب کو اس کا انداز اس بچے کی طرح لگا جس کی طبیعت خراب بھی ہو تو بھی اسے اپنی پسندیدہ جگہ جانے کی ضد رہتی ہے۔

"ٹھیک ہے۔مگر میں اس حق میں نہیں ہوں کہ تمہاری طبیعت خراب ہونے پہ بھی ہم ماموں گھر جائیں۔"اس نے جھک کر ہانی کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

"کوئی نہیں کوئی نہیں۔بیچارے شہر یار بھائی کے کتنے ارمان ہوں گے آج کے۔اب آنسو تو نہیں کر سکتے نا ان کے ارمانوں کو۔ہاہ۔"اپنی بات پوری کر کے آخر میں گہرا سانس لیا گیا۔

"ہاں! دوسروں کے ارمانوں کا خیال ہے لیکن شوہر کے ارمانوں کا نہیں۔" کہتے ہی وہ گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

"آف کارس تمہیں۔" جنت نے درخت کی اوٹ میں سے سامنے سڑک کو دیکھتے جواب دیا۔

"میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔" وہ بھی درخت کی اوٹ میں سے چھپ کر سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا مگر مقابلے بازی جاری تھی۔

"تو روکا کس نے ہے؟"

"جنت تم..."

وہ یوں ہی لڑتے جھگڑتے رہتے اگر سامنے سے عاقب کی گاڑی نہ گزرتی۔

"اچھا بعد میں یہیں سے کنٹینیو کریں گے ابھی نکلتے ہیں۔" جنت نے کہا تو داور نے بھی 'ٹھیک ہے' کہہ کر گردن اثبات میں ہلائی۔

اور دونوں ہی بائک پہ بیٹھ کر نکل لیے۔

"زیادہ پیچھے نہ چلانا بائک گاڑی کے ورنہ عاقب بھائی دیکھ لیں گے پاگل انسان۔" جنت نے خدشہ ظاہر کیا۔

"ہاں ہاں پتہ ہے مجھے ڈفر، بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" داور بھی کہاں چپ رہتا۔

"یہ لوگ آخر جا کہاں رہے ہیں ارسلان؟" عالیہ نے ارسلان کو مخاطب کیا۔

وہ دونوں بھی کہاں پیچھے رہتے۔ آ گئے ان کے پیچھے چھپ کر۔

وہ دونوں اس وقت ایک عام سی بائک پہ موجود تھے جو کہ ارسلان نے اپنے کلاس میٹ سے ادھاری مانگ لی تھی۔

"یہ ہی تو پتہ کرنے جا رہے ہیں عالیہ۔" ارسلان تپے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اچھا اچھا!... غصہ تو نہ کرو۔" عالیہ نے منہ بسورا۔

"تو اور کیا کروں!... کب سے ایک ہی سوال کری جا رہی ہو، مجھے پتہ ہوتا تو قسم سے ضرور بتاتا۔" ارسلان نے کہہ کر سر جھٹکا۔

"زیادہ باتیں نہ کرو اور بائک چلانے پہ فوکس کرو۔" عالیہ بھی دوبدو بولی۔

اب منظر کچھ یوں تھا کہ عاقب کی گاڑی آگے تھی اس کے پیچھے ایک اور گاڑی تھی جس کے پیچھے داور نے اپنی بائک لگائی ہوئی تھی تاکہ عاقب کی نظروں میں نا آ جائیں۔ داور کی گاڑی کے پیچھے ایک اور گاڑی تھی جس کے پیچھے ارسلان نے اپنی ادھار پہ مانگی ہوئی گاڑی لگائی ہوئی تھی۔

عاقب کا فون بجا تو اس نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ تھام کر دوسرے ہاتھ سے ڈیش بورڈ پہ پڑا فون اٹھایا۔ شہریار کی کال تھی۔ عاقب نے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو!..."

"پہنچ رہے ہو یا قیامت تک کا انتظار کروں۔" لٹھ مار انداز میں کہا گیا۔

"اب کیا جہاز بن جاؤں۔" عاقب نے بھی کڑھ کے جواب دیا۔

"بن سکتے ہو تو وہ بھی بن جاؤ مگر پہنچو جلدی۔ میں تمہارے ماموں کے گھر کے باہر کھڑا ہوں اور قسم سے سارے آتے جاتے لوگ مجھے مشکوک نظروں سے گھور رہے ہیں۔"

شہریار نے اپنی گاڑی کے پاس سے گزرتی دو عورتوں کو دیکھ کر کہا جو اسے دیکھ کر چہ مگوئیاں کر رہی تھیں۔ وہ اس وقت عنایہ کے گھر کے باہر اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔

"آ رہا ہوں۔ تمہیں بھی تو صبر نہیں ہے۔ اور اب اگر مجھے فون کر کے تنگ کیا تو یقیناً نہیں آؤں گا۔" عاقب نے کہتے ہی فون کاٹ کر ڈیش بورڈ پہ پھینک دیا۔

"کیا کہہ رہے تھے شہریار بھائی؟" چہک کر پوچھا گیا۔

"طنز کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا جہاز بھی خرید لو۔"

"تو کیا آپ اب سچ میں خریدیں گے۔" صدا کی بیوقوف ہانیہ کا اپنے جیسا چہکتا ہوا سوال آیا تھا۔

"ہاں دماغ خراب ہو گیا ہے نا میرا۔" عاقب نے عام سے انداز میں کہا۔

"پاگل انسان تھوڑا آہستہ چلاؤ۔" جنت داور پہ چیخی۔

"کیوں؟ تمہارا پیٹرول لگ رہا ہے۔" یہ آیا داور کا لہراتا ہوا طنز۔

"لگنا بھی نہیں چاہیے۔ تمہاری پاکٹ منی میری پاکٹ منی سے دگنی ہے ہے۔" چبا چبا کر کہا گیا۔

"کیونکہ تم تو مزے سے ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں یونی پہنچ جاتی ہو، بائک پہ پیٹرول تو میرا ہی لگتا ہے نا۔" داور نے جل بھن کر کہا۔

"ارسلان تمہیں اتنا تو معلوم ہونا ہی چاہیے کہ یہ راستہ آخر جاتا کہاں کو ہے؟" عالیہ نے تنگ کر پوچھا۔

"معلوم ہے نا۔ یہ راستہ ماموں کے گھر کو جاتا ہے۔" آرام سے جواب آیا تھا اور عالیہ کا دل چاہا ارسلان کا سر ہی پھاڑ دے۔

"جاہل انسان تو وہ تمہارے ماموں کے گھر ہی تو جا رہے ہیں۔"

"لیکن کیوں؟"

"کیونکہ دماغ خراب ہو گیا ہے ان کا۔" عالیہ نے 'ٹھاہ' کر کے جواب مارا تھا۔

"دماغ کیوں خراب ہو گیا ہے ان کا؟" ارسلان کی سمجھ سے باہر تھا۔

"جب اللہ عقل بانٹ رہا تھا تو تم یقیناً ہانیہ کے ساتھ بیٹھے اپنی بے وقوفیاں نوش فرما رہے ہو گے۔" عالیہ چڑ ہی تو گئی تھی۔

"لیکن مجھے تو یاد نہیں۔" ارسلان نے ایک دفعہ پھر عالیہ کا دماغ گھوما دیا تھا۔

"پاگل انسان تمہارے ماموں کی بیٹی کا نام کیا ہے؟" اب کے وہ اسے اچھے طریقے سے سمجھانے کا ارادہ رکھتی تھی۔

"عنایہ۔" جواباً بتایا گیا۔

"اور شہریار بھائی کس کو پسند کرتے ہیں؟"

"عنایہ کو۔" کندھے اچکائے گئے، "مگر اس سب سے عنایہ کا کیا تعلق؟" وہ اب بھی نہیں سمجھا تھا۔

"جنت کس کی بہن ہے اور داور کس کا کزن ہے؟" عالیہ نے اس کی عقل پہ افسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"شہریار بھائی۔"

"اور عاقب بھائی اور ہانی کے پیچھے داور اور جنت کیوں گئے ہیں؟"

"کیونکہ ہانی نے ان دونوں کے کان میں کچھ کہا تھا۔"

"تو بے عقل انسان ہانی نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے شہریار بھائی کا۔" عالیہ نے اس کی عقل پہ ماتم کرتے ہوئے اپنے ہی ناخن ہتھیلی میں گاڑھ لیے تھے۔

"ہاہ۔" ارسلان کا تو حیرت سے منہ کھل گیا، "میں پہلے کیوں نہیں سمجھا یہ بات۔ ضرور شہریار بھائی نے ہی ہانی اور بھائی کو عنایہ کے گھر آنے کا کہا ہو گا۔" اب کہ ارسلان کی جام ہوئی عقل نے بھی کام کرنا شروع کر دیا۔

"داور! ہم حساب کتاب کے لیے نہیں جا رہے ہیں۔ اور ایک تم ہو کہ اپنے اگلے پچھلے پیڑول کے کھاتے کھول کر بیٹھ گئے ہو۔" جنت ہوا سے اڑتی اپنے باب کٹ ہیئر کی لٹ کو پیچھے کرتی بولی۔

"اوہ ہیلو!... شروع کس نے کیا تھا؟ اپنی انہیں حرکتوں کی وجہ سے تم مجھے بلکل بھی نہیں پسند۔" داور کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بائک کو چھوڑ کر جنت کی کلاس لینا شروع کر دے۔

"اوہ ہیلو!... تم بھی مجھے کوئی مغلیہ دور کے رانا سلیم نہیں لگتے۔" دو بدو جواب آیا تھا۔

"رانا سلیم نہیں تھا وہ ڈفر!... سلیم اکبر تھا وہ۔ اور ویسے بھی وہ داور کا مقابلہ کر بھی نہیں سکتا۔" داور نے اس کی درستگی کرتے جتا بھی دیا۔

"داور اب تم کچھ زیادہ ہی لمبی لمبی پھینک رہے ہو۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ارسلان!... عقل بڑی یا بھینس؟" عالیہ نے معلوم نہیں کس خیال کے تحت یہ سوال پوچھا تھا۔

"عالیہ یہ کیسا سوال ہے؟ سب کو ہی پتہ ہے اس کا جواب۔ میں کوئی چھوٹا بچہ تھوڑی ہوں۔" ارسلان نے تاسف سے سر جھٹکا۔ بائک سڑک پہ روانہ تھی۔

"پھر بھی ارسلان!... بتاؤ تو!... عقل بڑی یا بھینس۔" عالیہ متجسس تھی اس کے منہ سے سننے کے لیے۔

"ظاہر سی بات ہے بھینس بڑی ہے۔" ارسلان کا جواب سن کر عالیہ کا دل چاہا ایک زور دار قہقہہ لگائے۔ اور عالیہ نے کیا بھی یوں۔ وہ بائک پہ ہی ہنس ہنس کر دوہری ہو رہی تھی۔

شہریار بار بار ہاتھ میں پہنی گھڑی کو دیکھتے ہوئے پل پل گن رہا تھا کبھی نظر اٹھا کر سامنے بھی دیکھ لیتا جہاں درخت کے نیچے ایک آدمی بیٹھی سیگریٹ میں کچھ ڈال رہا تھا۔ وہ شاید چرس تھی۔ شہریار نے کوفت سے اس آدمی کو دیکھا۔ جبکہ وہ آدمی بھی تھوڑی دیر بعد شہریار کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

عاقب نے گاڑی لا کر شہریار کی گاڑی کے ساتھ روک دی۔ پھر سیٹ بیلٹ کھول کر گاڑی سے نیچے اترا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

درخت کے نیچے بیٹھا وہ آدمی اس دوسری گاڑی کے آنے کے بعد اس دوسری گاڑی کو بھی مشکوک نظروں سے گھور رہا تھا اور ساتھ ساتھ چرس کو سگریٹ میں ڈال کر پھونک رہا تھا۔

شہریار بھی عاقب کی گاڑی دیکھ کر جھٹ سے اپنی گاڑی سے اترا تھا۔

"شکر ہے شہنشاہ صاحب آپ آ گئے۔" طنزیہ کہا گیا۔

"زیادہ بکو نہیں اور چلو اندر۔" وہ دونوں ہی اندر کی طرف چل دیے۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ اچانک سے ٹھٹھک کر رک گئے۔ پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"ہانی کہاں ہے؟" وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ یک آواز میں پوچھنے لگے۔ پھر گولی کی سی سپیڈ سے پیچھے مڑے۔

محترمہ ابھی تک گاڑی میں بیٹھی اپنی سیٹ بیلٹ سے الجھی ہوئی تھیں۔

"کھل جا سم سم!..." ہانیہ سیٹ بیلٹ کھولنے کی سعی کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"کھل جا... کھل جا۔" کافی زور لگایا جا رہا تھا۔

عاقب سر نفی میں ہلاتا گاڑی کی طرف بڑھا پھر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ کر زرا جھک کر ہانیہ کی سیٹ بیلٹ کھولی۔ پھر گاڑی سے اتر کر دوسری طرف جا کر ہانیہ کی سائڈ کا دروازہ کھولا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اتریں محترمہ۔"ہاتھ بچھا کر ویلکم کیا گیا۔ہانیہ نے اپنے مخصوص انداز میں دانتوں کی نمائش کی جبکہ شہریار نے ہاتھ کمر پہ رکھے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ 'ان محترمہ کا کچھ نہیں ہو سکتا'

ہانیہ نے ایک نظر سامنے کھڑے آدمی کو دیکھا جو اسے سیگریٹ پھونکتے ہوئے تاک رہا تھا۔

پھر غصے سے پھنکاری۔

"ابے اوہ بھنگی !...کیا ہے؟اپنے ڈیلے نیچے کر ورنہ نکال کر ہاکی سٹک سے ہاکی کھیلوں گی۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس آدمی نے قدرے حیرت سے اپنی طرف اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ 'مجھے کہہ رہی ہو'

"نہیں تیرے آس پاس منڈلاتی مکھیوں کو۔"تڑخ کر جواب دیا گیا تھا۔

"بس کرو ہانی۔وہ تو پاگل ہے تم تو نہ بنو۔ایسوں کے منہ نہیں لگا کرتے۔"عاقب نے اسے سمجھایا تو ہانیہ نے کھا جانے والی نظروں سے اس آدمی کو دیکھا۔مانو کہہ رہی ہو 'تمہاری وجہ سے پڑی ہے مجھے ڈانٹ'

"چلیں۔"شہریار نے مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اسلام علیکم.بلو بھائی!"ہانیہ نے سلام کیا۔عاقب نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے منہ دوسری طرف کیا۔

"ہانی!...اندر جاکر.بلو نہیں کہنا مجھے۔میرے کافی عزت ہے۔"شہریار نے آہستہ مگر دبی آواز میں کہا۔

"اوکے.بلو بھائی!..."

شہریار نے گھورا۔

"میرا مطلب ہے شیری بھائی۔مطلب شہ...شہریار بھائی۔"بہت سوچ بچار کر نام لیا گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"شیری بھی بُرا نہیں ہے ویسے۔"شہریار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"بس پھر ڈن ہو گیا۔شیری بھائی!..."محترمہ کو سیدھے منہ نام لینے میں مسئلہ تھا شاید۔شہریار نے بھی سر اثبات میں ہلایا۔اسے نام پسند آیا تھا۔

"نام کرن ہو گیا ہو تو چلیں۔"عاقب الفاظ چبا چبا کر بولا تو وہ دونوں بھی 'اوپس' کہتے اندر کی طرف چل دیے۔

درخت کے نیچے بیٹھا آدمی اب سوچ میں ڈوب چکا تھا،سگریٹ پینے کا عمل جاری تھا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک بائک آکر اس گھر کے سامنے رکی۔اس چرسی نے کافی حیرانی سے ایک لڑکے اور لڑکی کو بائک سے اترتے دیکھا تھا۔

"جلدی کرو داور۔اس سے پہلے ساری فلم ہی ختم ہو جائے۔" جنت ہڑبڑائی ہوئی سی تھی۔

"فکر مت کرو،ابھی تو ٹریلر بھی شروع نہیں ہوا ہوگا۔" داور نے کہا اور پھر دونوں اندر کی طرف بھاگے۔

'کیا اندر کوئی سینیما لگا ہوا ہے' وہ چرسی آدمی متذزب انداز میں اٹھا اور گھر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔دانتوں تلے سیگریٹ دبائے سوٹے لگاتا ہاتھ کمر پہ جمائے وہ کافی پر سوچ تھا۔

"میرا بھی دل کر رہا ہے فلم دیکھنے کو۔" وہ چرسی انسان اسی طرح کھڑا سوچ بچار میں گم تھا۔

"ابے او چرسی !... پیچھے ہٹ !" سامنے سے ارسلان اور عالیہ بھی بائک میں سوار ہو کر آرہے تھے۔اس چرسی کے منہ سے تو سیگریٹ ہی چھوٹ کر نیچے گر گئی۔

"پیچھے ہٹ !...ارسلان بار بار ہاتھ کے اشارے سے اسے پیچھے ہٹنے کا کہہ رہا تھا۔

"پیچھے ہٹ ورنہ ٹھوک دوں گا۔" ارسلان ہنوز اسی اپنی جگہ کھڑے دیکھ چیخا۔

"اب او بھنگی ماسٹر، پیچھے ہٹ ورنہ اڑا دیں گے۔" عالیہ نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

وہ بیچارا چڑ سی ہڑبڑا کر فوراً سے پیچھے ہٹا۔

ارسلان اور عالیہ بائک کھڑی کر کے جلدی سے نیچے اترے۔

"کیا ہے!... جہنم سے دعوت نامہ آتا تو نیچے اترتا کیا؟" ارسلان اب چڑ سی کی کلاس لے رہا تھا۔

"پیچھے ہٹ تو گیا تھا میں۔" منہ بسور بتایا گیا۔ارسلان نے اسے گھورا۔

"تمہیں اپنے بچوں کا خیال نہیں ہے کیا؟... بچے کتنے ہیں تمہارے؟" عالیہ نے بھی اس کی کلاس لینی شروع کی۔

"بارہ بچے ہیں میرے۔" وہ آدمی قدرے شرما کر بولا۔عالیہ اور ارسلان کا منہ کھل گیا۔

"کیسے؟" عالیہ ابھی تک شاکڈ میں تھی۔

"کیسے ہوتے ہیں جی!..." اب وہ پہلے سے بھی زیادہ شرمایا تھا،عالیہ کا تو دماغ ہی گھوم گیا۔

"میں نے یہ نہیں پوچھا کیسے ہوئے۔بارہ بچے تو ممکن ہی نہیں۔"

"جی وہ!... میری بیویاں بھی تو تین ہیں۔"

عالیہ اور ارسلان تو صدمے کے سمندر میں ڈوب گئے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تمہیں شرم نہیں آتی تین تین شادیاں کرتے ہوئے؟"

"نہیں۔میں تو چوتھی کرنے کا بھی سوچ رہا ہوں۔"عالیہ کو اوپر سے نیچے دیکھ کر جواب دیا گیا۔عالیہ کے ساتھ ساتھ ارسلان کا بھی اشتعال سے چہرہ سرخ ہو گیا۔

عالیہ نے کھینچ کر ایک تھپڑ اس چرسی کے گال پہ رسید کیا۔

"بدتمیز۔"وہ کہتے ساتھ ہی گھر کے اندر جانے کے لیے قدم بڑھا گئی۔

"سو بے شرم وفات پائے ہونگے تو تم جیسا کمینہ پیدا ہوا ہو گا۔"ارسلان نے بھی ایک گھونسا اس کے پیٹ پہ رسید کیا۔،"ابھی تک میں نے اسے شادی کے لیے پرپوز نہیں کیا اور تم نے جرت کر لی۔"ارسلان کہہ کر نیچے جھکا اور اس کی گری ہوئی سیگریٹ اٹھا لی۔

وہ چرسی منہ پہ ہاتھ رکھے ہونقوں کی طرح کھڑا تھا۔دو دفعہ جو کھالی تھی۔

"یہ اسی سے چوتھی شادی کیوں نہیں کر لیتے تم۔"ارسلان نے وہ سیگریٹ زبردستی اس کے منہ میں ٹھونستے کہا اور عالیہ کے پیچھے گھر میں داخل ہو گیا۔

وہ چرسی اب پچھتا رہا تھا۔غلط لوگوں سے پنگا لیا تھا اس نے۔

"پہلے اس چشمش لڑکی نے اچھی خاصی سنادی اور اب ان دونوں نے تو اخیر ہی کر دی۔"

وہ منہ سے سگریٹ نکال کر اس سے مخاطب تھا۔

۞......۞......۞

"اور بتاؤ۔اور کیا کرتے ہو بیٹا؟"ارشد صاحب (عنایہ کے ابو) شہریار سے مخاطب تھے۔

شہریار ڈبل سیٹر صوفے پہ منظور صاحب کے ساتھ بیٹھا تھا جبکہ عاقب اور ارشد صاحب سنگل سیٹر صوفے پہ علیحدہ علیحدہ بیٹھے تھے۔

ثمینہ بیگم اور رافعہ بیگم (عنایہ کی امی) علیحدہ سے ڈبل سیٹر صوفے پہ بیٹھی تھیں۔

اور ہماری محترمہ بلکل اکیلی ایل(L) شیپ صوفے پہ بیٹھی تھی۔وہ بور ہو رہی تھی۔

'پتہ نہیں یہ داور اور جنت کب آئیں گے؟'وہ جمائی لیتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"ہم نے کب اینٹری مارنی ہے؟"جنت داور کو مخاطب کر کے پوچھ رہی تھی۔

وہ دونوں ہی لاؤنج کی دیوار کے پیچھے چھپے ہوئے تھے جو کہ داخل دروازے کے ساتھ تھی۔

"ابھی نہیں تھوڑی دیر بعد۔جب میں کہوں گا تو دونوں ساتھ اندر جائیں گے۔"داور سرگوشی نما انداز میں بولا۔

"مامی عنایہ کہاں پہ ہے؟" ابھی بمشکل دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ ہماری محترمہ بیٹھے بیٹھے عاجز آچکی تھی۔ عنایہ کے نام پہ شہریار کا دل دھڑکا

"بیٹا وہ اپنے کمرے میں ہے۔" رافعہ بیگم پیار سے بولیں۔ ہانیہ بھی مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی عنایہ کے کمرے میں جانے کے لیے۔

ابھی وہ دو قدم بھی نہیں چلی ہو گی کہ داور نے دیوار کی اوٹ سے نکل کر اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔

ہانیہ نے تو انہیں اب دیکھا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر واپس بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا بیٹا؟ گئی نہیں؟" رافعہ بیگم نے اسے واپس بیٹھتے دیکھ پوچھا۔

"جی وہ!... میں تھوڑی دیر تک جاتی ہوں۔" بہانوں کی پی۔ ایچ۔ ڈی بہت کام آتی تھی محترمہ کے۔

ارسلان اور عالیہ جب گھر کے اندر داخل ہوئے تو سامنے ہی داور اور جنت دیوار کی اوٹ میں چھپے لاؤنج میں جھانک رہے تھے۔ ان دونوں کی پشت ارسلان اور عالیہ کی جانب تھی۔

داخلی دروازے کے آگے راہداری تھی۔ جس کے آگے جا کر بائیں جانب ایک سٹیپ اتر کر لاؤنج تھا۔ جبکہ دائیں جانب کمروں کی قطار تھی۔

ارسلان اور عالیہ تو دادا اور جنت کو دیکھ کر ہڑبڑا ہی گئے۔اس لیے دبے قدم ہو کر راہداری کی دائیں جانب موجود کمرے میں داخل ہو گئے اور دروازے کی اوٹ سے سامنے کا منظر دیکھنے لگے۔

"ماموں شیری بھائی سے یہ بھی تو پوچھیں کہ ان کے گھر میں لوگ کتنے ہیں۔"ہانیہ نے جلدی سے ٹہوکا دیا۔

شہریار سمیت عاقب نے بھی مشکوک سا ہو کر ہانیہ کو دیکھا۔جبکہ باقی سب مسکرا اٹھے تھے۔

"ہاں بیٹا!...کتنے افراد ہے تمہارے گھر میں۔"ارشد صاحب نے مبہم سی مسکراہٹ لیے پوچھا تھا۔کیونکہ ہانیہ ان کو سوال دینے کے بعد اب گردن کڑائے ایسے بیٹھی تھی جیسے نانگا پربت سر کر لی ہو۔

"جی...میرے گھر میں ہم تین افراد ہیں۔بابا اور ماما کی ڈیتھ میرے بچپن میں ہی ہو گئی تھی(سب نے افسوس کا تاثر دیا)اور چاچو کی ڈھائی ماہ پہلے ہو چکی ہے(انا اللہ وان الیہ راجون)۔چاچو کا ایک بیٹا ہے اور میری بہن،ہم تین افراد ہی ہیں بس گھر میں۔چاچی کا انتقال بھی میرے بچن میں ہو گیا تھا۔چاچو نے ہی پالا ہے ہمیں۔"شہریار نے وضاحت دی۔سب نے ہی بہت افسوس کیا۔

داور اور جنت بھی اپنے ماں باپ کے ذکر پہ کافی افسردہ ہو گئے تھے۔ جنت کی آنکھوں میں تو موٹے موٹے آنسو بھی آ چکے تھے۔ داور کی نظر جیسے ہی جنت پہ پڑی ایک چپت اس کے سر پہ رسید کی۔

"ابھی رونے کا وقت نہیں ہے ڈفر۔"

"تم کبھی بھی مجھے نہیں سمجھو گے داور!..." وہ دل گرفتگی سے کہتی داور کا بھی دل دھڑکا گئی۔

"اور تمہاری بہن اور کزن؟... وہ نہیں آئے؟" رافعہ بیگم نے استفسار کیا۔

"جی وہ۔ اس وقت یونی میں ہوتے ہیں، دراصل......"

اس سے پہلے کہ شہریار کچھ کہتا داور چونک گیا اور جلدی سے جنت کی کلائی کو تھامتے دیوار کی اوٹ سے نکل کر لاؤنج میں داخل ہوا۔

"ہم آ گئے شہریار بھائی۔"

جنت تو اس کے اچانک کھینچنے پہ ہڑبڑا گئی تھی۔ وہ کنفیوز ڈ ہو گئی تھی ان سب کی نظریں اپنے اوپر دیکھ کر۔

شہریار کا تو صدمے سے برا حال تھا۔ عاقب جو پلیٹ سے کباب اٹھا کر منہ میں ڈالنے لگا تھا اس کا منہ تک جاتا ہاتھ وہیں رک گیا۔

شہر یار کو اپنے اوپر آسمان اور پہاڑ دونوں ایک ساتھ گرتے محسوس ہوئے تھے۔اس کے تو تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ وہ دونوں اچانک ہی پہنچ جائیں گے۔

عاقب نے ایک نظر شہر یار کے سپاٹ چہرے کو دیکھا اور کباب واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

ہانیہ نے مسکرا کر ہونٹ بھینچے داور اور جنت کو دیکھا پھر ٹیڑھی آنکھیں کر کے شہر یار اور عاقب کو۔وہ جانتی تھی یہاں سے جانے کے بعد اس کی اچھی خاصی کلاس لی جائے گی۔

"ارے،آؤ آؤ بیٹا۔"رافعہ بیگم فوراً سے ان کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"یہاں بیٹھو۔"انہوں نے بہت تہذیب کے ساتھ انہیں ایل شیپ صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا جہاں ہانیہ بیٹھی تھی۔

داور اور جنت بے تکلفی سے بیٹھ گئے۔جنت ہانیہ کی دائیں جانب اور داور جنت کی دائیں جانب بیٹھ چکا تھا۔

شہر یار نے صدمے سے عاقب کو دیکھا،عاقب نے کندھے اچکا دیے۔جیسے کہہ رہا ہو 'میں نے کچھ نہیں کیا'

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب کہ شہریار نے ہانیہ کو دیکھا جو کہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیٹھی تھی۔دونوں کی نظروں کا تبادلہ ہوا تو ہانیہ نے نہایت ہی معصومیت کے ساتھ کندھے اچکا دیے۔

اور شہریار جان چکا تھا سارا کیا دھرا اسی 'معصومیت' کا ہے۔

"وہ دراصل ہم یونی میں تھے، شہریار بھائی نے کہا تھا کہ سیدھا یونی سے یہیں پہنچ جانا۔" داور نے بتایا تو سب لوگوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا یا۔

"وہ ہم دونوں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے گھر شہریار بھائی کے لیے عنایہ کا رشتہ لینے آئے ہیں۔" داور نے بغیر کسی تمہید کے کہہ دیا۔اور شہریار کا دل کیا داور اور جنت سمیت ہانیہ کو بھی باہر پھینک دے جو کہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے مزے سے بیٹھی تھی۔

رافعہ بیگم اور ارشد صاحب کو منظور صاحب پہلے ہی ان کے آنے کی وجہ بتا چکے تھے اس لیے سب ہی ہنس دیے۔وہ دو چھوٹے چھوٹے سے پرزے ایسی بات کرتے ہوئے بڑے ہی پیارے لگ رہے تھے۔

"ہم سیریس ہیں۔" ان سب کو ہنستے دیکھ داور بولا۔جنت تو بس سر ہلانے کا کام کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہم نے کب کہا نہیں ہو۔" ارشد صاحب نے شہریار کو دیکھا اس کے بعد داور کو دیکھ کر مسکراہٹ دبا کر گویا ہوئے۔ شہریار زبردستی مسکرایا تھا۔ اسے لگ رہا تھا وہ دونوں کام خراب کر کے ہی جائیں گے۔

"آپ سب کو لگ رہا ہو گا کہ ہم چھوٹے ہیں۔ لیکن ہم زیادہ چھوٹے نہیں ہیں۔ بیس سال کے ہونے والے ہیں بس۔" فخر سے بتایا گیا۔ اور اس بار سب کا قہقہہ گونجا تھا۔

"ناک کٹوائیں گے یہ دونوں میری۔" شہریار بڑبڑایا۔ عاقب اس کی بڑبڑاہٹ صاف سن چکا تھا۔

"تمہاری ناک ہے؟ دکھاؤ ذرا۔" عاقب نے جانچنے والے انداز میں اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ شہریار نے اسے گھورا۔

"اوہ!... پہلے سے ہی کٹی ہوئی ہے۔" عاقب نے تاسف کا اظہار کیا۔ شہریار کا جی چاہا اپنا ہی منہ نوچ لے۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ہم دونوں بیس کے ہونے والے ہیں۔" داور کو لگا وہ سب اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

"ہمیں یقین ہے بیٹا۔" رافعہ بیگم ہنسی کے درمیان بولیں۔

"وہ... تو میں کہہ رہا تھا کہ..." داور اب کہ تھوڑا ہچکچایا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا بیٹا؟" ان سب نے اس کی ہچکچاہٹ کو محسوس کرتے پوچھا۔

"تو کیا ہم رشتہ پکا سمجھیں؟" اب کہ داود سیدھا سیدھا بول گیا۔ شہریار کا جی چاہا شرم سے ڈوب مرے۔

سارے لوگ یک دم سے سنجیدہ ہو گئے۔

جنت نے ان سب کے تاثرات دیکھ کر اپنا تھوک نگلا۔

"ہم ایک دفعہ سب سے مشورہ کر لیں پھر آپ کو بتاتے ہیں۔ دراصل عنایہ ابھی بہت چھوٹی ہے نا۔" ارشد صاحب نے وضاحت کی۔

شہریار کا دل تھا کہ بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"تو اس میں کیا ہے۔ میں پوری ایکسپلینیشن ساتھ لے کر آیا ہوں۔ میری بات غور سے سنیں۔" داور نے بولنا شروع کیا۔ شہریار کو تو کوئی کسی کھاتے میں ہی نہیں لے رہا تھا۔

"ابھی آپ کی بیٹی سترہ سال کی ہے (ہانیہ نے بتایا تھا) ہم ابھی صرف نکاح کر دیں گے۔ اور...اور پانچ سال بعد رخصتی۔" داور نے کہہ کر ان سب کے تاثرات دیکھے۔ جو کہ سوچ میں ڈوب چکے تھے۔

'اللہ !...جب میں بڈھا ہو جاؤں گا تب کروائیں گے رخصتی؟' شہریار سوچ رہا تھا۔

"ہمیں سوچنے کے لیے کچھ وقت چاہیے۔اور ابھی تم دونوں بھی تو بڑے ہو گئے ہو تقریباً۔تم دونوں کے بارے میں بھی تو شہریار نے کچھ سوچ رکھا ہو گا۔" ارشد صاحب گویا ہوئے۔

"ارے انکل!...ہمارے بارے میں تو شہریار بھائی نے سات سال پہلے ہی سوچ لیا تھا۔" جنت کو پتہ تھا کہ آگے وہ کیا بھو نکنے والا ہے اس لیے اسے چونٹیاں کاٹ کاٹ کر چپ رہنے کی تاکید کرنے لگی لیکن داور نے کوئی اثر نہ لیا۔

سب نے نا سمجھی سے ان دونوں کو دیکھا۔

"ارے ہمارا نکاح تو بچپن میں ہی کر دیا تھا۔" داور نے ان سب پہ بجلیاں ہی تو گرائیں تھیں۔

"کس کے ساتھ؟" سب سے زیادہ بڑا جھٹکا تو ہماری محترمہ کو لگا تھا۔

ارسلان اور عالیہ جو ہو نقوں کی طرح سامنے کا منظر تاک رہے تھے صدمے سے نیچے گرنے والے ہو گئے۔

"ارے ایک دوسرے کے ساتھ۔" داود نے بتایا تو جنت کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں دفن ہو جائے۔

عاقب نے اچنبھے سے ان دونوں کو اور پھر شہریار کو دیکھا جو کہ اپنی جگہ بلکل سپاٹ بیٹھا تھا۔

سب نے ہی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ارسلان اور عالیہ جلدی جلدی سے دبے قدم ہو کر کمرے سے نکلے اور دیوار کی اوٹ میں چھپ گئے جہاں پہ پہلے داور اور جنت کھڑے تھے۔

"عالیہ یہ تو ہم سب سے بھی دو قدم آگے نکلے۔" ارسلان صدمے کی پہلی ٹرین میں بیٹھ کر نکل گیا تھا۔

"ٹھیک کہا ارسلان۔ جتنا یہ لڑتے ہیں میں تو یہ سوچ رہی ہوں فیوچر میں اپنا گزارا کیسے کریں گے یہ دونوں۔" عالیہ نے بھی تبصرہ کیا۔

"اپنے بچے بھی یہ دونوں لڑتے لڑتے ہی پیدا کریں گے۔" ارسلان نے کہا تو اب کہ عالیہ نے اسے گھورا تھا۔

"تم دونوں ایک دوسرے سے نکاح کیسے کر سکتے ہو؟" ہانیہ سکتے کی حالت میں بولی تو سب نے اسے گھورا۔

"میرا مطلب ہے کہ اتنی (دو انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا) اتنی سی عمر میں نکاح کر لیا تم لوگوں نے۔" سب کی گھوریوں کی ہانیہ نے وضاحت کی۔

"ہاں نا... کر لیا نکاح۔" داور نے ایسے کہا جیسے کوئی عام سی بات ہو۔ جنت تو شرم سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تو اب تو آپ سب کو شہریار بھائی پہ بھی ترس کھانا چاہیے، اس لیے کہتا ہوں نکاح کر دیتے ہیں ان کا۔ میں اور جنت بہت خوش رکھیں گے عنایہ کو۔ لیکن شہریار بھائی کی گرانٹی میں نہیں دیتا۔ آپ ان سے ہی لے لیں ان کی گرانٹی۔" داور صاف لفظوں میں کہہ گیا۔

'اللہ اللہ!... کتنا بے شرم بیٹا پیدا کیا ہے چاچو نے' جنت تو سر بھی اٹھا نہیں پا رہی تھی۔

"داور!..." شہریار کی آواز میں تنبیہ تھی۔

"چلیں چھوڑیں شہریار بھائی کو۔ ان کی گرانٹی بھی میں ہی دے دیتا ہوں۔ اب آپ سب یہ نہ کہیں کہ ہمیں مشورہ کرنے دیں کیونکہ آپ سب بھی یہیں ہیں اور ہم سب بھی۔ ابھی مشورہ کر لیں کیونکہ ہم آج جواب لے کر ہی جائیں گے۔" شہریار کی تنبیہ کا کوئی اثر لیے بغیر وہ دو ٹوک بولا۔

ان سب کو شش و پنج میں مبتلا دیکھ کر وہ ایک بار پھر سے گویا ہوا۔

"دیکھیں میں جواب 'ہاں' میں ہی لے کر جاؤں گا۔کیونکہ انگوٹھی میں ساتھ لایا ہوں۔" داور نے جلدی سے انگوٹھی ان کے سامنے کی۔ان سب سے زیادہ دھچکا تو جنت اور شہریار کو لگا تھا۔

جنت نے بادل نخواستہ اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا جہاں سے اس کی سونے کی انگوٹھی غائب تھی جو کہ شہریار نے ہی اسے دی تھی۔

جنت کا دل چاہا ان سب کا لحاظ کیے بغیر داور کا سر پھاڑ دے۔

'چور، ڈاکو، بد تمیز، بدلحاظ...' جنت جتنے بھی القابات سے داور کو نواز سکتی تھی نواز رہی تھی۔

"اگر آپ کو شہریار یا ہمارے بارے میں کوئی چھان بین کروانی ہے تو منظور انکل سامنے بیٹھے ہیں۔ان سے پوچھ لیں۔چاچو سے دشمنی کے علاوہ ان کا تعلق اچھا خاصا سیٹ تھا ہمارے ساتھ۔" داور کی زبان کی بریکس فیل ہو چکی تھیں۔سب پریشان نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔شہریار کا تو منہ ہی جام ہو چکا تھا۔

"ارے!...اگر آپ کو اس بات کی فکر ہے کہ انگوٹھی کی ڈبی کہاں ہے تو میں پہلے ہی وضاحت دے دیتا ہوں، یہ سارا کیا دھرا جنت کا ہے (جنت کی طرف اشارہ کیا) اس

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نے راستے میں آتے ہوئے گرادی۔اس سے پوچھیں شہریار بھائی کہ اس نے ڈبی کیوں گرائی؟"

جنت کو توبس ہرٹ اٹیک ہوتے ہوئے بچا تھا۔وہ توشاکڈ سے داور کو دیکھنے میں محو تھی بس۔

اور شہریار بھی کیا کہتا،اسے معلوم تھا کہ وہ انگوٹھی جنت کی ہے۔وہ خود لایا تھا وہ کیسے بھول سکتا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا لیکن ایک دفعہ عنایہ سے تو پوچھ لیں۔"ان سب لوگوں میں سے رافعہ بیگم نے بولنے کی ہمت کی تھی۔ورنہ داور کی پٹر پٹر چلتی زبان کے آگے تو ہانیہ بھی منہ کھولے بیٹھی تھی۔

"ارے پوچھ آئیں ناآپ۔ہم بہت سارا ویٹ کر سکتے ہیں۔اور آنٹی اس زمانے میں لڑکیوں کے اچھے رشتے کہاں ملتے ہیں اس لیے سوچیں۔"داور تو سوچ کر ہی آیا تھا کہ شہریار کا جب تک ایک گھونسا نہیں پڑے گا وہ خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لے گا۔

"داور ٹھیک کہہ رہا ہے مامی!...دیکھیں تو سہی شیری بھائی کتنے امیر ہیں۔اوپر سے اتنے اچھے بھی ہیں،ہینڈسم بھی ہیں،عاقب کے کلاس فیلو بھی تھے۔اور مزے کی بات ساس اور سسر بھی نہیں ہیں۔"ہانیہ نے جب بھی منہ کھولا تھا اول فول ہی بکا تھا۔منظور

صاحب اور ثمینہ بیگم نے اچنبھے سے ہانیہ کو دیکھا تھا جبکہ باقی سب کے ہونٹوں پہ دبی دبی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"بب....بب....بب... میرا مطلب ہے کہ... کہ ہر کوئی اب میرے ساس سسر کی طرح تھوڑی ہوتا ہے، پیارے، خوبصورت بہت اچھے اور مجھ سے پیار کرنے والے۔" ہانیہ نے ہڑبڑا کر وضاحت کی۔ یہ بات دل سے کہی گئی تھی۔اب کہ ثمینہ بیگم اور منظور صاحب بھی مسکرا اٹھے تھے۔

'میری تو کبھی بھی اتنی تعریف نہیں کی محترمہ نے جتنی اپنے اس منہ بولے بھائی کی کر دی ہے' عاقب نے کڑھ کے سوچا۔

"ٹھیک ہے۔پھر ہم عنایہ سے مشورہ کرکے ابھی آتے ہیں۔" ارشد صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر رافعہ بیگم کو اشارہ کیا جو کہ سر اثبات میں ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ دونوں وہاں سے جا چکے تھے۔

"چلو!...اب ہماری اینٹری کی باری۔" ارسلان نے عالیہ سے کہا عالیہ اس پہلے کے اٹھتی اس کا سر زور سے ارسلان کے سر سے ٹکرایا۔اس اچانک افتاد پہ عالیہ کا سر گھوما اور وہ لڑھکتی لڑھکتی لاؤنج میں گر گئی۔ارسلان نے صدمے سے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ سب کی نظریں سامنے گئی اور ساکت ہو گئیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عالیہ پنجوں کے بل بمشکل اٹھنے لگی تو زلفوں نے اس کے چہرے پہ گھیرا بنالیا۔

"آہ...چڑیل!..."سب سے پہلے ہمارے محترمہ کی چیخ بلند ہوئی تھی۔اس کے پیچھے پیچھے جنت کی۔

"آہ!...آہ!...چڑیل۔"جنت اور ہانیہ جوتے سمیت ہی خوف سے صوفے پہ چڑھ گئی تھیں۔

ارسلان صدمے سے نکل کر جلدی سے آگے بڑھا اور عالیہ کو اٹھنے میں مدد کرنے لگا۔

جنت اور ہانیہ جو خوف کے ساتھ صوفے پہ اچھل کود کر رہی تھیں (اچھا موقع تھا انجوائمنٹ کا) ارسلان کو دیکھ کر اپنی جگہ منجمد ہو گئیں۔

منظور صاحب اور عاقب تو اپنی جگہ سے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ثمینہ بیگم جلدی سے دوڑتے ہوئے ان دونوں کے پاس گئی تھیں۔

اس سب میں جو اپنی جگہ آرام سے بیٹھا تھا وہ صرف داور تھا۔

"اللہ!......تم یہاں کیا کر رہے ہو ارسلان۔اور یہ کس لڑکی کو اٹھا کر لے آئے ہو۔"ثمینہ بیگم غصے سے ارسلان پہ چڑھ دوڑیں جو کہ اب عالیہ کو سہارا دے کر کھڑا کر چکا تھا۔

عالیہ کی زلفیں ابھی بھی اس کے چہرے کے آگے آئی ہوئی تھیں۔

"ماما!...یہ عالیہ ہے۔"ارسلان نے بتایا۔

سب نے شاکڈ سے ایک بار پھر عالیہ کو دیکھا۔عالیہ نے اپنے چہرے کے آگے سے زلفیں ہٹائیں تو اب کہ اس کی صورت واضح ہوئی تھی۔

ہانیہ اور جنت کا ماحول کو چیرتا ہوا ایک قہقہہ بلند ہوا تھا۔

باقی سب کی بھی ہنسی نکل گئی۔ثمینہ بیگم نے بمشکل اپنے قہقہے کو روکا تھا۔اسی چکر میں ان کا منہ لال سرخ ہو گیا۔

"تم دونوں سے بھی رہا نہیں گیا۔ہے نا؟"عاقب نے ابرو اچکا کر طنز ہوا میں اچھالا۔

"مجھے تو یہ ارسلان لے کر آیا ہے۔"عالیہ نے سارا الزام ہی ارسلان پہ دھر دیا۔

"میں لایا ہوں؟"ارسلان نے اپنی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

"ہاں ہاں۔یہ کہہ رہا تھا کہ ہانی نے داور اور جنت کو بتا دیا ہے کہ شہریار بھائی عنایہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں،اور اب وہ سب رشتہ مانگنے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔"

ہانیہ کی ہنسی کو ایک دم سے بریک لگی تھی۔ہانیہ نے تھوک نگلا اور پھر نظر شہریار اور عاقب کی طرف گھومائی جو کہ ابرو اچکا کر اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"جھوٹ بولتے ہیں یہ۔آپ کو مجھ پہ نہیں یقین۔ہانی پہ نہیں یقین؟"ہانیہ جذباتی ہو کر بولی۔

"نہیں۔" صاف جواب آیا۔ہانیہ کا منہ لٹک گیا۔

"اچھا سوری۔"

"بیچاری ہانیہ کو نہ گھسیٹیں۔پہلے آپ ہمیں جواب دیں۔" داور اور جنت اب شہریار کے سامنے کھڑے اس کی خبر لے رہے تھے۔

"سارا قصور اس عاقب کا ہے۔اس نے ہی مجھے منع کیا تھا کہ تم دونوں چھوٹے ہو اس لیے تم دونوں کو بتانا مناسب نہیں۔" شہریار نے بھی سارا الزام عاقب پہ دھر دیا جس نے ایک زوردار مکا اس کی کمر پہ رسید کیا تھا۔

"جھوٹے انسان!...میں نے کب کہا؟" وہ عاقب تھا۔چپ نہیں رہتا تھا۔اور شہریار کو جواب تو وہ ہمیشہ ہاتھوں سے ہی دیتا آیا تھا۔

"آہ!...میری بہن اور کزن کے سامنے تو عزت رکھ لے میری کم از کم۔" شہریار کراہ کر بولا۔

"اور جو میری عزت کا بیڑہ غرق کر رہا ہے وہ۔" عاقب نے اسے گھورا۔

"اچھا بھئی!...ہو گئی غلطی۔اور ویسے بھی میں بڑا ہوں۔اس لیے میں تم دونوں کو بتاؤں یا نہ بتاؤں یہ میری مرضی۔" شہریار گردن کڑا کر جنت اور داور سے مخاطب تھا۔

"بتانے والی کون سی بات ہے؟ آپ نے تو چھپائی ہے بات۔ صبح تو آپ صاف مکر گئے تھے۔" جنت نے کمر پہ ہاتھ رکھے لڑاکا عورتوں کی طرح کہا۔

"وہ تو... تم دونوں ابھی بچے ہو۔" شہر یار ابھی بھی 'بچے' لفظ پہ اٹکا تھا۔

"بچے نہیں ہیں ہم۔" وہ دونوں اونچی اور یک آواز میں بولے۔

"آہستہ بولو!... میں زرا عنایہ کے کمرے میں کان لگا کر آتی ہوں۔" ہانیہ نے ان کے قریب آکر سر گوشی کی۔ پھر پھد کتی پھد کتی عنایہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ عاقب صاف سن چکا تھا کہ محترمہ کیا کہہ کر گئی ہیں۔

"ہانی واپس آؤ۔ کسی کی باتیں چھپ کر سننا بری بات ہے۔" عاقب نے پیچھے سے ہانک لگائی مگر محترمہ کسی کی سنے بغیر جا چکی تھی۔

◈...◈...◈

"جیسا آپ لوگ ٹھیک سمجھے بابا!..." عنایہ نے فرمانبرداری سے کہا۔

ہانیہ نے پراپر کان لگائے ہوئے تھے دروازے کے ساتھ۔

"بیٹا کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ تم بتاؤ کہ کیا ہم ہاں کہہ دیں؟" رافعہ بیگم نے ایک اور دفعہ عنایہ سے پوچھا۔

"نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔جیسا آپ لوگ ٹھیک سمجھے۔"وہ ایک بار پھر سے گویا ہوئی۔

"تو کیا ہم ہاں کہہ دیں انہیں؟"ارشد صاحب نے ایک اور بار پوچھا۔

"جی بابا!..."عنایہ نے تھوڑا سا ہچکچا کر کہا۔اسے شرم آرہی تھی۔رافعہ بیگم اور ارشد صاحب مسکرا دیے پھر اپنی بیٹی کے سر پہ شفقت سے ہاتھ رکھا۔

"بیگم!...آپ اسے تیار کر کے باہر لے آئیں۔میں ان سب کو جواب سنا دیتا ہوں۔"ارشد صاحب رافعہ بیگم سے مخاطب ہوئے اور باہر کی طرف قدم بڑھا گئے۔

ہانیہ نے ان کے قدموں کی چاپ سنی تو فوراً وہاں سے ہٹی اور گولی کی سپیڈ سے وہاں سے بھاگی اور لاؤنج میں پہنچ کر ہی دم لیا۔

"کیا سنا پھر تم نے؟"شہریار متجسس سا ہو کر آگے بڑھا۔عاقب سمیت سب نے ہی اپنے کان کھڑے کر لیے تھے۔

ہانیہ نے اپنی پھولی ہوئی سانسوں کو سنبھالا اور گویا ہوئی۔

"بس انگوٹھی تیار رکھیں وہ لوگ آرہے ہیں۔اور...اور یہ آپ سب میرے سر پہ کیوں جمع ہو گئے ہیں اپنی اپنی جگہ جا کر بیٹھیں۔"اس نے جب اپنے ارد گرد دیکھا تو سب دائرے کی شکل میں اس کے گرد کان لگائے کھڑے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سب لوگ کسی بوتل کے جن کی طرح غائب ہوئے تھے اور اپنی اپنی نشست پہ بیٹھ گئے۔

ارشد صاحب مسکراتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئے اور اپنی جگہ پہ بیٹھ گئے۔ان سب نے بھی مسکرا کر ان کا استقبال کیا۔

کچھ ساعتیں بیتیں تو اشد صاحب گویا ہوئے۔

"ہمیں یہ رشتہ منظور ہے۔"انہوں نے فیصلہ سنایا تو سب کے چہرے پہ تبسم بکھر گیا۔

"آپ لوگ تھوڑی دیر انتظار کریں عنایہ کو اس کی ماما تیار کر کے لا رہی ہیں۔"

جنت اور ہانیہ کی خوشی سے چیخ بلند ہوئی تھی۔حالانکہ محترمہ کو معلوم تھا لیکن پھر بھی اوور ایکٹنگ کرنا ضروری تھا۔

شہریار کا دل مانو چھلانگیں لگا لگا کر اچھل رہا تھا خوشی سے۔

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ لاؤنج میں کام والی ماسی چائے کے کپ ٹرے میں سجائے حاضر ہوئی۔سب کو ان کی چائے تھماتی وہ واپس چلی گئی۔سب لوگ چائے کی چسکیاں بھرنے میں مصروف ہو گئے۔

"ارسلان!...تم کب آئے؟"ارشد صاحب کی نظر جیسے ہی ارسلان پہ پڑی وہ حیرت بھری خوشی سے بولے۔

"جی بس ابھی دس منٹ پہلے۔اور یہ عالیہ ہے،ہانی کی کزن۔"آخر میں عالیہ کا تعارف کروانا بھی ضروری سمجھا۔

"شکریہ بیٹا بتانے کے لیے۔مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔"وہ مسکراہٹ دبا کر شرارتاً بولے۔

"انکل کو میرا تعارف کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔اچھا!...میں بہت اچھے سے ملی تھی ہانی کی شادی پہ ان سے۔کیوں انکل؟"وہ ایک ادا سے بال جھٹک کر گویا ہوئی اور انکل سے آخر میں تائید چاہی تو ارشد صاحب نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔

"اچھا!...تو تم نے انکل کو یہ نہیں بتایا کہ تم میری کیا لگتی ہو؟"ارسلان نے ابرو اچکا کر تیکھی نظریں کرکے پوچھا۔

"مجھے معلوم ہے۔دوست ہے تمہاری۔"ارشد صاحب نے جواباً کہا۔

"جی نہیں۔فیوچر وائف ہے میری۔"ارسلان نے کالر جھٹک کر کہا۔وہ سب جو چائے کی چسکیاں بھرنے میں مصروف تھے چائے فوارے کی طرح ان کے منہ سے نکلی تھی۔

عالیہ نے آنکھیں پھاڑے ارسلان کو دیکھا تھا۔وہیں پہ ارشد صاحب بھی ارسلان کو حیرت سے گھورنے لگا۔

ثمینہ بیگم کا بس نہیں چلا تھا کہ وہیں سے جوتا اٹھا کر ارسلان کو کھینچ مارے۔

عاقب اور منظور صاحب ارسلان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے آنکھوں سے ہی نگل جائیں گے۔

شہریار، جنت اور داور تینوں ہی بمشکل اپنی ہنسی پہ قابو پائے ہوئے تھے۔ایسے میں اگر کوئی ارسلان کو بچانے والا تھا تو وہ صرف ہماری محترمہ تھی۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں اس بیچارے کو۔مذاق کر رہا ہے وہ۔"

"نہیں ہانی میں مذاق نہیں کر رہا۔" ارسلان نے ہانیہ کی بات کاٹی۔

"ارسلان!...تم مذاق کر رہے تھے۔" وہ دانت چبا کر کہتی ارسلان کو باور کروا گئی۔

"ہاں!...مذاق ہی کر رہا تھا میں۔" ہانیہ کی گھوری کو سمجھتا وہ بات بدل گیا۔

کوئی بھی اس کے مذاق سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔اگر بچہ عالیہ کو پسند کرتا ہے تو اس میں کوئی بری بات تو نہیں۔" ارشد صاحب نے ماحول کا اثر زائل کیا۔

"وہی تو انکل۔سمجھائے ان سب کو۔" ارسلان محترم ایک بار پھر اپنا بیان بدل گئے

وہیں پہ ہانیہ کا دل چاہا ساروں کی گرم گرم چائے ارسلان کے سر پہ انڈیل دے۔عالیہ اچھے سے ارسلان کو وہاں سے جانے کے بعد شوٹ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

ارشد صاحب سمیت جنت، داور اور شہریار ہنس دیے۔

کچھ دیر ہی گزری تھی کہ رافعہ بیگم عنایہ کو لیے لاؤنج میں داخل ہوئیں۔

نفیس سا سوٹ پہنے، ہلکے ہلکے میک اپ کے ساتھ وہ نہایت ہی معصوم اور خوبصورت ظاہر ہو رہی تھی۔ شہریار کا تو دل ہی تھم گیا۔

"آ گئی تم؟ تمہیں پتہ ہے شہریار بھائی تمہیں دیکھنے کے لیے کتنا بے تاب ہو رہے تھے۔" بیچاری عنایہ ابھی بیٹھی بھی نہیں تھی کہ ارسلان شروع ہو گیا۔ شہریار نے تو جیسے ارسلان کو سنا ہی نہیں تھا۔ لیکن باقی سب نے ضرور سنا تھا اور ثمینہ بیگم نے تو بہت اچھے سے سنا تھا۔

"ارسلان!... زرا میرے ساتھ آنا۔" ثمینہ بیگم نے دانت پہ دانت جمائے زبردستی مسکراتے کہا۔

"نہیں۔ میں نہیں آؤں گا۔" ارسلان نے آرام سے سر نفی میں ہلایا تو ثمینہ بیگم نے گھورا۔

"مجھے پتہ ہے آپ اکیلے میں لے جا کر مجھے ڈانٹنے والی ہیں۔ ہے نا؟... ہے نا؟... میں نے پکڑ لیا آپ کو۔" ارسلان انگلی نچا نچا کر ان سے دریافت کرتا اپنی شامت آپ بلوا رہا تھا۔ سب ہی ہنس دیے تھے۔

ثمینہ بیگم اس بار تو گھور بھی نہ سکیں۔انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ گھر جا کر اس کی اچھی خاصی طبیعت صاف کریں گی۔

"ارسلان!...اتنا منہ کھولو کہ باہر جانے کے بعد تم برداشت بھی کر سکو۔" داور نے تھوڑا قریب ہو کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔اور اس بار ارسلان سچ میں چپ ہو گیا تھا۔کیونکہ ثمینہ بیگم سمیت عالیہ بھی اسے پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

عنایہ کو بٹھا دیا گیا تھا۔رافعہ بیگم اور ثمینہ بیگم عنایہ کے دائیں اور بائیں جانب بیٹھی تھیں۔

"انگوٹھی دو بیٹا۔رسم شروع کرتے ہیں۔" ثمینہ بیگم نے کہا تو داور نے انہیں انگوٹھی تھما دی۔شہریار کی طرف سے رسم ثمینہ بیگم ادا کر رہی تھیں۔

عنایہ پلکیں جھکائے شرمائی ہوئی سی بیٹھی تھی جبکہ شہریار کی تو نظر ہی نہیں ہٹ رہی تھی سامنے سے۔

"شیری بھائی!...ماشااللہ پڑھ دیں۔آپ تو ایسے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہیں ہیں جیسے پہلی دفعہ دیکھا ہو کسی صنفِ نازک کو۔" ہانیہ نے جملہ پھینکا۔شہریار نے مجبوراً نظریں ہٹا لیں۔آج تو اس جوان نسل نے قسم کھا رکھی تھی کہ بڑوں کو ہنسا ہنسا کر انکے گردے فیل کروانے کی۔

ثمینہ بیگم نے انگوٹھی عنایہ کی ہرٹ فنگر میں پہنائی تو سب نے تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا۔

یوں ہی قہقہوں، شرارتوں اور چھیڑ چھاڑ کے ساتھ منگنی کی رسم ادا کر دی گئی۔

ہانیہ اور ارسلان نے شہر یار اور عنایہ کو چھیڑ چھیڑ کر ان کا جینا حرام کر دیا تھا۔سب ہی ان کی نوک جھونک دیکھ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

......

وہ سب گھر پہنچ چکے تھے۔ہانیہ اور عاقب علیحدہ گاڑی میں آئے تھے۔اس لیے جلدی پہنچ چکے تھے۔مگر ارسلان اپنی ماما بابا کے ساتھ آیا تھا۔سارے رستے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ارسلان کے گلے میں چھرا لٹکتا رہا تھا ثمینہ بیگم کی ڈانٹ کا۔انہوں نے راستے میں تو کچھ نہیں کہا تھا مگر ارسلان جانتا تھا یہ لاوا گھر جا کر پھٹنے والا ہے۔ثمینہ بیگم گھر کے اندر پہلے ہی داخل ہو چکی تھیں مگر وہ دونوں باپ بیٹے ابھی گھر سے باہر تھے۔

"بابا!...آج پلیز ماما سے بچا لیں۔آئندہ کبھی کوئی شرارت نہیں کروں گا قسم سے۔"وہ گھر کے اندر ابھی داخل ہو ہی رہے تھے کہ ارسلان نے منظور صاحب سے کہا۔

"آخر کار تم نے سینچری کر ہی لی ارسلان۔"منظور صاحب تاسف سے گویا ہوئے۔

"کسی چیز میں؟"وہ حیران ہوا۔

"قسم کھانے میں۔"ان کی اگلی بات پہ ارسلان کا منہ کھل گیا۔

"معلوم ہے!...تم نے آج'سوویں'بار صرف اس بات پہ قسم کھائی ہے کہ آگے سے شرارت نہیں کرو گے۔"انہوں نے ابرو اچکا کر ارسلان کو باور کروایا۔

"تو بابا آپ!...آپ میری قسمیں ہی گنتے رہتے تھے۔"وہ جتنا حیران ہوتا اتنا کم تھا۔

"لیکن یہ آخری بار ہے کہ میں تمہیں بچاؤں گا،آگے سے تم جانو اور تمہاری ماں۔"انہوں نے مانو ہاتھ کھڑے کر دیے۔ارسلان کی آنکھیں خوشی سے چم چم کرنے لگیں۔

اور منظور صاحب نے بھی آج سینچری کر لی تھی۔

کس چیز میں؟

ارسلان کی ہر شرارت پہ یہ جملہ کہنے میں کہ 'یہ آخری بار ہے کہ میں تمہیں بچاؤں گا،آگے سے تم جانو اور تمہاری ماں'

دونوں باپ بیٹے ایک جیسے تھے۔جبکہ عاقب اپنی دونوں ماؤں پہ گیا تھا۔

......

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اب بتائیں مجھے بھائی۔داور نے ایسا کیوں کیا؟اس نے میری انگوٹھی کو ہی کیوں بلی کا بکرہ بنایا؟" جنت اب گھر جا کر ان دونوں کی ہی خبر لے رہی تھی۔

"بتاؤ بھئی داور گڑیا کو؟تم نے ایسا کیوں کیا۔"

اس وقت وہ تینوں لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔جنت صوفے کے اوپر ٹانگیں فولڈ کیے بیٹھی تھی جبکہ داور کینیچی کی صورت پاؤں ٹیبل پہ رکھے صوفے پہ ٹیک لگائے آرام سے بیٹھا۔ہاتھ میں ایل۔ای۔ڈی کا ریموٹ تھامے سکرین پہ عمران خان کا خطاب سن رہا تھا۔

شہریار گود میں لیپ ٹاپ رکھے آفس کا کوئی کام کر رہا تھا۔جنت کی باتیں وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال رہا تھا۔

داور نے کوئی جواب نہیں دیا تھا شہریار کی بات کا۔وہ جانتا تھا جنت بس بولی ہی جا رہی ہے جبکہ شہریار غیر دلچسپی سے جنت کو سن رہا تھا۔

"پوچھیں نا بھائی اس سے۔اس نے میری انگوٹھی ہی کیوں دی۔"اب کہ جنت نے شہریار کو کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"داور!...جواب دو نا گڑیا کی بات کا۔میں ابھی مصروف ہوں۔"شہریار تو اپنے لیپ ٹاپ میں محو تھا۔

"واہ بھئی واہ۔ایک تو رشتہ پکا کرنے گئے تھے اور میں نے فری میں ہی منگنی کروا دی۔اب الٹا مجھے شاباشی دینے کی بجائے میڈم کو اپنی انگوٹھی کی پڑی ہے۔"داور نے کہہ کر سر جھٹکا اور پھر سے سکرین پہ دیکھنے لگا۔

"داور! بس اب مجھے نہیں پتا۔تم مجھے ایک نئی انگوٹھی لے کر دو۔"جنت نے حساب برابر کرنا چاہا۔

"ہاں!...بلگیٹس سمجھ رکھا ہے نا مجھے۔سٹوڈنٹ ہوں میں۔یہاں کوئی مل نہیں چلاتا جو آپ میڈم کو انگوٹھی بطور معافی دے دوں۔"داور کو اس کی بات پہ جھٹکا ہی تو لگا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

"بھائی!...آپ ہی لے دیں انگوٹھی۔"جنت نے ایک بار پھر شہریار کو کندھے سے جھنجھوڑا۔

"لے دوں گا گڑیا۔تنگ نہیں کرو۔معلوم ہے نا میں آفس کا کام کر رہا ہوں۔"اس بار شہریار نے غصے سے اسے جھڑکا تھا۔جنت سہم سی گئی تھی اپنی جگہ۔اب کی بار داور بھی چونکا تھا۔

جنت کی آنکھیں نمکین پانی سے بھر گئیں۔وہ کشن صوفے پہ رکھ کر اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔داور کی نظروں نے اس کے کمرے میں پہنچنے تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

جنت کے کمرے کا دروازہ دھپ کی آواز سے بند ہوا تھا۔

"شہریار بھائی!... آپ کو اسے ایسے نہیں ڈانٹنا چاہیے تھا۔" داور افسوس سے کہا۔

"تم جانتے ہو نا داور۔ میرا بہت ضروری کام ہے آفس کا۔ کمپنی کی ڈیلینگ میں مسئلہ آگیا ہے۔ آج میں آفس نہیں گیا تو اب بتایا ہے مینیجر نے مجھے۔" شہریار پریشان سا اپنے کام میں مصروف تھا۔

"لیکن پھر بھی!..." داور تاسف سے کہتا اٹھا، ریموٹ سے سکرین بند کی اور جنت کے کمرے کی جانب بڑھا۔

۞......۞......۞

"کوئی بات نہیں بیگم!... بچہ ہے۔ سمجھ جائے گا۔" منظور صاحب کی سفارشات جاری تھیں۔

"بچہ؟... یہ اتنا بڑا گدھا آپ کو بچہ نظر آتا ہے؟ دیکھا نہیں تھا آج آپ نے اسے۔ زبان ٹر ٹر چل رہی تھی اس کی۔" وہ غصے سے پھنکار رہی تھیں۔ جبکہ ارسلان مزے سے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ باپ کا حوصلہ تھا اس لیے۔

"کچھ نہیں ہوتا۔ بچہ ہے کسی نے سیریس بھی نہیں لیا ہوگا اسے۔" منظور صاحب نے ایک اور وضاحت دی۔

"ارے!...آپ نے دیکھا نہیں تھا اسے۔کس طرح بھری محفل میں نواب صاحب نے عالیہ کو اپنی فیوچر وائف کہہ دیا۔کیا سوچتے ہوں گے بھائی ارشد میرے بارے میں۔اور بیچاری عالیہ!...اس کا چہرہ تو شرمندگی سے ہی سرخ ہو گیا۔"ان کا غصہ تو شاید برف سے بھی ٹھنڈا نہ ہوتا۔

"تو اس میں کیا ہے۔کہہ دیا سو کہہ دیا۔جو بات اس کے دل میں تھی اس نے کہہ دی۔"

"تو منہ پھاڑ کر کہنے کی کیا ضرورت تھی؟"وہ بولیں۔

"ماما!...عالیہ کا چہرہ'شرمندگی'سے نہیں'شرم'سے سرخ ہوا تھا۔"ارسلان نے انکا پچھلا جملہ بھی درست کیا۔

اور یہ شروع ہو گیا ثمینہ بیگم کا ایک اور لیکچر۔ہانیہ جو دروازے سے کان لگائے کھڑی تھی'کھی کھی'کرتی وہاں سے اوپر کی طرف بھاگی۔

منظور صاحب نے ارسلان کو کمرے سے جانے کا اشارہ کیا۔

ارسلان بھی دبے پاؤں ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

"ارسلان!...ارسلان!...واپس آؤ۔"ثمینہ بیگم تو ارسلان کو پیچھے سے آوازیں ہی لگاتی رہ گئیں بس۔

"ادھر آئیں بیگم میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ وہ بچہ ہے ابھی۔" اور منظور صاحب کی سوئی ابھی اسی بات پہ اٹکی ہوئی تھی کہ 'ارسلان ابھی بچہ ہے'

...۞...۞...۞

"آپ کو پتہ ہے ماما ارسلان کو ڈانٹ رہی ہیں اور بابا ارسلان کی سفارشیں کر رہے ہیں، میں نے کان لگا کر سنا۔" عاقب ٹی شرٹ پہ ٹراؤزر پہنے عام سے حولیے میں چینجنگ روم سے نکلا تو ہانیہ چہک چہک کر بتانے لگی۔

"میں نے کتنی بار کہا ہے ہانی چھپ چھپ کر کسی کی باتیں نہیں سنتے۔" عاقب نے سنجیدگی سے اسے سمجھایا۔

"اچھا اچھا!...آج آخری بار۔آج کے بعد نہیں سنوں گی۔" محترمہ نے سمجھداری سے کہا۔

"اور آج جو تم نے کیا وہ بھی بہت غلط بات تھی۔ شہریار کے بھائی بہن کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہیے تھے۔" عاقب نے ایک اور بات سمجھائی۔

"سوری!..." ہانیہ منہ لٹکا کر بولی۔

"اور تم نے مجھ سے بھی جھوٹ کہا جب میں نے یونی میں پوچھا کہ جنت سے کون سی پرسنل چیز لینی تھی۔ تم انہیں سب بتانے ہی گئی تھی نا؟" عاقب ابرو اچکا کر ایک بار پھر سے اس کی خبر لینے لگا۔

"سوری!..." ہانیہ کا لٹکا ہوا منہ تھوڑا اور لٹک گیا۔ اور عاقب بھی کب تک اس کے ساتھ سنجیدہ رہتا؟... آگیا اس پہ پیار۔

"اتنی سمجھدار کیوں ہو تم؟" وہ اس کے قریب آکر پیار سے اس کے گال کھینچتے ہوئے دریافت کرنے لگا۔

"کیا سچ میں؟" وہ چمکتی آنکھوں سے پوچھنے لگی۔

"ہاں..." عاقب اس کے گال کھینچتے ہوئے ان کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

"پتہ نہیں۔ میری ماما سے پوچھیے گا۔" وہ شرما کر بولی۔ گال ٹماٹر کی طرح ہو گئے۔

اس بار عاقب کو کچھ زیادہ ہی پیار آیا تھا۔ وہ جھکا اور اس کے گال پہ بوسہ دے گیا۔

"آئی لو یو!..." وہ گویا ہوا۔

"اچھا!..." شرما کر صرف 'اچھا' کہنے پہ ہی اکتفا کیا گیا تھا۔ عاقب ہنس دیا۔ اس بار وہ پھر سے جھکا اور اس کی پیشانی پہ بوسہ دے گیا۔

"عاقب!..." اس بار تو وہ کچھ ایکسٹرا ہی شرمائی تھی۔

"کیا؟ میں سن رہا ہوں۔" وہ مسکراہٹ دبا کر پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں۔" کہہ کر وہ ہنس دی۔ عاقب بھی ہنستے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا۔

وہ اسے ہر دن ہر روز سے زیادہ پیاری ہوتی جا رہی تھی۔

۞......۞......۞

داور دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھول کر جنت کے کمرے میں داخل ہوا۔

جنت بیڈ پہ ٹانگیں فولڈ کیے بیٹھی تھی، گود میں کشن رکھے وہ رونے کا شغل فرما رہی تھی۔ مگر داور کی اس حرکت پہ آگ بگولا ہی ہو گئی۔ اس لیے فوراً سے گود میں رکھا کشن داور کے منہ پہ کھینچ مارا جسے داور نے مہارت سے پکڑ لیا۔

"کسی کے کمرے میں داخل ہونے کی تمیز بھول گئے ہو داور!..." جنت چیخ کے گویا ہوئی۔ باہر بیٹھے شہریار نے جلدی سے کانوں میں انگلیاں دی۔

"یہ دونوں نہیں سدھریں گے۔" شہریار لیپ ٹاپ اٹھائے اٹھا اور باہر لان کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اب کھلی فضا میں بیٹھ کر کام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"ہاں!... بھول گیا ہوں تمیز۔" داور نے کہتے ساتھ ہاتھ میں پکڑ ہوا کشن جنت کو کھینچ مارا جو سیدھا اس کے منہ پہ جا کر لگا تھا۔ جنت منہ کھولے داور کو گھورنے لگی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"داور کے بچے!..." جنت اس سے پہلے داور کو دوبارہ کشن مارتی وہ باہر کو بھاگا۔ جنت بھی کشن ہاتھ میں تھامے اس کے پیچھے بھاگی۔

"ابھی ہوئے نہیں ہیں۔ تم کہو تو پلان بنا لیتے ہیں۔" وہ بھاگتے ہوئے گویا ہوا۔

"تھوڑی سی شرم ہی خرید لو۔" جنت سرخ چہرہ لیے بولی۔ وہ دونوں اب لاؤنج کے ارد گرد ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

"کہاں سے ملتی ہے؟" داور نے باقاعدہ پتہ پوچھا۔ وہ اس وقت صوفے کے پیچھے کھڑا تھا اور جنت اس کے مقابل صوفے کے پیچھے کھڑی اس پہ کشن مارنے کے لیے بے تاب ہو رہی تھی۔ دونوں کے پاؤں حرکت میں تھے۔

"بھاڑ سے۔" جنت نے پتہ بتایا۔

"اور وہ کہاں پہ ہے؟"

"میرے سر پہ۔"

"تمہارے سر پہ تو بال ہیں۔ کیا بھاڑ تمہارے بالوں میں واقع ہے؟" وہ اسے زچ کر رہا تھا۔

"داور!..." جنت چلائی اور یہ کھینچ مارا کشن داور کے منہ پہ، مگر افسوس!... نشانہ چوک گیا۔

"چچ!...چچ!...بہت برا نشانہ ہے تمہارا ڈفر۔" داور نے مصنوعی تاسف کا اظہار کیا۔

"یہ...یہ ڈفر کسے کہا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"داور!...میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو روکا کس نے ہے؟ پکڑ لو۔" کہہ کر وہ ہنستے ہوئے پھر سے بھاگا۔ جنت بھی اس کے پیچھے بھاگی، ساتھ میں صوفے پہ پڑا کشن اٹھانا نہ بھولی۔

داور ایک بار پھر سے لاؤنج کے ارد گرد بھاگنے لگا۔ اس بار داور نے بھی صوفے پہ پڑا کشن اٹھایا اور یہ کھینچ مارا جنت کو۔ کشن سیدھا جنت کے منہ پہ لگا تھا۔ جنت ہونق بنی کھڑی ایک جگہ ساکت ہو گئی۔ لیکن پھر اشتعال کے مارے داور کے پیچھے بھاگی۔

ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے اور لاؤنج میں پڑی چیزیں ایک دوسرے کو مارتے وہ لاؤنج کا بیڑہ غرق کر چکے تھے۔ لاؤنج کی کوئی چیز بھی سلامت نہ چھوڑی تھی سوائے ایل۔ای۔ڈی اور صوفوں کے۔

شہریار جس کا آفس کا مسئلہ حل ہو چکا تھا خوشی خوشی لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔ مگر جیسے ہی نظر لاؤنج کے ارد گرد گھومی وہ اپنی جگہ منجمد ہو گیا۔

سارے کشن نیچے بکھرے پڑے تھے۔ کوئی کشن کدھر پڑا تھا تو کوئی کدھر۔ اور ایک کشن تو پھٹ بھی چکا تھا جس کی روئی ادھر اُدھر بکھری پڑی تھی، ایل۔ ای۔ ڈی کا ریموٹ بھی کسی کونے میں گرا پڑا ٹوٹ چکا تھا۔ سارے ڈیکوریشن پیسز اپنی جگہ سے ہٹ کر زمین پہ پڑے اپنی بے قدری پہ رو رہے تھے۔

اور وہ دونوں... جنت اور داور... اب بھی ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ایک دوسرے کو مارنے کے لیے کچھ ڈھونڈ رہے تھے۔

"بس کرو!..." شہریار کی دھاڑ پورے لاؤنج میں گونجی تو وہ دونوں بھی اپنی جگہ ساکن کھڑے ہو گئے۔

"اگلے بیس منٹ کے اندر اندر مجھے پورا لاؤنج صاف ستھرا چاہیے۔ ورنہ تم دونوں اس گھر سے باہر ہو گے۔" حکم جاری کرتا وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ساتھ میں دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ بند کرنا نہ بھلا۔ جنت اور داور دونوں نے ہی اپنی آنکھیں زور بھینچی۔ پھر آنکھیں کھول کر ایک دوسرے کو دیکھا اور اس کے بعد پورے لاؤنج کو۔ وہ دونوں پہلے ہی تھک چکے تھے۔ اب لاؤنج کی صفائی کرنا سب سے بڑا عذاب لگ رہا تھا۔ دونوں نے ہی مسکین شکلیں لے کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ سب تمہاری غلطی ہے، اس لیے تم صاف کرو گے۔" جنت نے داور سے کہا۔

"پہلے کشن تم نے مجھے مارا تھا اس لیے تمہاری غلطی ہے۔" وہ بھی دوبدو بولا۔

"تمہاری غلطی ہے۔"

"نہیں۔ تمہاری غلطی ہے۔"

"میری غلطی تو تھی ہی نہیں۔ سب تمہاری غلطی ہے۔"

"جھوٹ مت بولو یہ تمہاری..." داور کی بات منہ میں ہی رہ گئی جب شہریار نے ایک بار پھر سے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔

"غلطی جس کی بھی ہو۔ صاف تم دونوں ہی کرو گے۔ اور جلدی کرو۔ تین منٹ گزر چکے ہیں صرف سترہ منٹ رہ گئے ہیں تم دونوں کے پاس۔" شہریار نے پھر سے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔

جنت منہ بنائے جھاڑو لے آئی جبکہ داور وہ چیزیں اٹھا کر اپنی جگہ پہ رکھ رہا تھا جو صحیح سلامت تھیں۔ اور جو چیزیں ٹوٹ چکی تھی جنت انہیں ڈسٹ بین میں ڈال رہی تھی ساتھ ساتھ جھاڑو سے اکٹھا کر رہی تھی۔

"ہزاروں کا نقصان کر دیا ہے تم نے داور!... میں نے بڑی مشکل سے یہ ڈیکوریشن پیسز ڈھونڈ ڈھونڈ کر خریدے تھے اور انہیں سجایا تھا۔" جنت افسردہ سی واز کے ٹکڑے جمع کرتے ہوئے ڈسٹ بین میں پھینکتی گویا ہوئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوہ ہیلو میڈم!...میں نے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا انہیں۔یہ سب اٹھا اٹھا کر تم ہی پھینک رہی تھی۔" داور نے جتایا۔

"یہ...یہ...کشن بھی میں نے ہی پھاڑا تھا نا؟" وہ پھٹا ہوا کشن اس کے سامنے لہرانے لگی۔

"بس ایک کشن ہی تو پھاڑا ہے۔" داور نے کندھے اچکائے۔

"بس ایک کشن؟...بس ایک؟... تمہیں پتہ ہے ایک کشن پھاڑ کر ہی تم نے سارا سیٹ خراب کر دیا ہے۔پتہ بھی ہے کہ میں نے ان کشنز کا ڈیزائن صوفوں کو خریدتے وقت ان کے ساتھ ہی بنوایا تھا۔اگر مجھے وہ پرنٹ اب دوبارہ نہ ملا تو مجھے صوفوں کا سارا پرنٹڈ کور بھی چینج کروانا پڑے گا۔" وہ رونے والی ہو گئی تھی۔

"لو بھلا!...اس میں کیا ہے؟...ضروری تو نہیں کہ تم پرنٹڈ صوفوں کے ساتھ پرنٹڈ کشن ہی خریدو۔تم بس ایک سولڈ کلر کے ہی کشن خرید کر صوفے کے ساتھ میچ کر لینا۔کیسا آئڈیا؟" داور نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"ہاں!...میں ایسا ہی کروں گی۔" جنت کو اس کا خیال پسند آیا۔اس سے پہلے کے جنت اپنے بھی خیالات کا اظہار کرتی شہریار نے دھاڑ کی آواز کے ساتھ پھر سے دروازہ کھولا۔

"خیالات بعد میں ظاہر کر لینا تم دونوں کے پاس صرف دو منٹ رہ گئے ہیں۔"

شہریار کے کہنے کی ہی دیر تھی ان دونوں کے اندر نا جانے کہاں سے رفتار آگئی۔اگلے دو منٹ بھی ختم ہوگئے اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ پہ تھی۔

اس سارے منظر میں ایک چیز واضح تھی۔داور جنت کا دھیان شہریار کی ڈانٹ سے ہٹا چکا تھا۔

ایک ہفتے بعد۔۔

یہ ایئرپارٹ کا منظر تھا۔عالیہ ان سب کے گھیرے میں کھڑی تھی۔بیگ بھی قریب ہی پڑا تھا۔

بلال صاحب اور فرحت بیگم ان سب بچوں کی نوک جھونک دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"پلیز عالیہ !...نہ جاؤ۔" یہ ارسلان تھا۔

"کتنی بار کہا ہے ارسلان !...جانے والے کو روکا نہیں کرتے۔" محترمہ نے فلسفہ جھاڑا۔

"کتنی بار تو نہیں آج پہلی بار ہی کہا ہے۔" ارسلان نے آنکھیں گھومائیں۔

عاقب ان سے تھوڑا دور کھڑا فون پہ بات کر رہا تھا۔

"وہ دیکھو!... جنت بھی آگئی۔" عالیہ کو دور سے جنت آتی دکھائی دی۔

"کیسی ہو؟" جنت آکر عالیہ سے گلے ملی اور خیریت دریافت کی۔

"الحمدللہ!..." عالیہ خوش تھی کہ وہ سب اسے ایئرپارٹ چھوڑنے آئے۔

"یہ داور کدھر ہے؟" ارسلان کا سوال آیا۔

"جب میں یہاں آرہی تھی تو نواب صاحب سو کر اٹھا تھا۔ آنے والا ہی ہوگا اپنی ہیوی بائک بھگاتے ہوئے۔" جنت نے بتایا۔

"بھگاتے ہوئے نہیں اڑاتے ہوئے۔" ارسلان نے نہایت سمجھداری سے تصحیح کی۔

"وٹ ایور۔" جنت نے کندھے اچکائے۔

وہ اپنی ہیوی بائک اڑاتے ہوئے ایئرپارٹ کے قریب رکا۔ سامنے ہی جنت کی گاڑی دیکھ کر وہ چالاکی سے مسکرادیا اور گاڑی کے قریب گیا۔ ڈرائیور گاڑی کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔

داور آنکھوں سے سن گلاسز اتار کر ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔

"سلیم چچا!... آپ ایسا کریں کہ گھر جائیں۔ جنت کو میں لے آؤں گا۔"

"لیکن داور بیٹا!... بیٹی کہہ رہی تھی کہ جب تک میں نہ آؤں واپس نہ جائیے گا۔"

"ہاں لیکن اب آپ جائیے۔میں اسے لے آؤں گا، جنت نے خود مجھے فون کر کے کہا ہے کہ وہ میرے ساتھ جائے گی۔"داور نے اپنی طرف سے لمبی لمبی چھینک کر جملے ادا کیے۔

"لیکن!...بیٹی نے مجھے تو کچھ نہیں بتایا۔"سلیم چچا جنت کو 'بیٹی' کہا کرتے تھے۔وہ ان کے بہت پرانے ملازم تھے۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

"چچا!...تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"داور صدمے سے گویا ہوا۔

"نہیں نہیں داور بیٹا، ایسی بات نہیں۔ اچھا تو ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔" وہ گاڑی میں بیٹھنے لگے تھے کہ ایک بار پھر سے واپس مڑے۔ "آپ سچ ہی کہہ رہے ہیں نا داور بیٹا!... یہ نہ ہو کہ مجھے واپس آنا پڑے۔"

سلیم چچا کا صاف مطلب تھا کہ داور جھوٹ بول رہا ہے۔

داور نے انہیں گھورا تو ناچار انہیں گاڑی میں بیٹھنا پڑا اور گاڑی ریورس کر کے وہاں سے جانا پڑا۔

داور بائک کی چابی انگلی میں گھوماتا، سن گلاسز آنکھوں پہ واپس چڑھاتا، سیٹی بجاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"وہ دیکھو۔ داور بھی آگیا۔" عالیہ نے سامنے سے آتے داور کو دیکھ کر کہا۔

"اور اشرف سے بات کرواؤ میری۔" عاقب فون پہ اپنے مینیجر سے مخاطب تھا۔ عاقب کے حکم پہ مینیجر نے فون اشرف (چپڑاسی) کی طرف بڑھا دیا۔

"جی صاحب جی!..." فون میں سے اشرف کی آواز ابھری۔

"اشرف!... جب میں آفس پہنچوں تو مجھے میرا آفس چمکتا ہوا نظر آنا چاہیے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم آج کل صفائی ٹھیک سے نہیں کر رہے۔ دھیان کہاں ہوتا ہے تمہارا؟" عاقب نے اچھی خاصی اشرف کو جھاڑ پلائی۔

"وہ...وہ صاحب جی!..."اشرف نے تھوک نگلا، "وہ صاحب جی میرے بچے کی طبیعت خراب ہے نا اس لیے۔

"طبیعت خراب تھی مائے فُٹ!...تمہاری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔"

اشرف تو گڑبڑا ہی گیا تھا۔عاقب اس سے پہلے کوئی غلط مطلب اخز کرتا وہ فوراً سے بولا۔

"سوری صاحب جی!...آئندہ نہیں ہوگا۔"

"آنے دو مجھے آفس تمہاری اس بیوی بچے کو تو میں ڈیلیٹ کرتا ہوں۔"عاقب سختی سے بولا اور فون کاٹ دیا۔

"کیا کہہ رہے تھے سر؟"مینیجر شہباز نے مسکراہٹ دبا کر اشرف سے پوچھا۔

"صاحب جی اب میری ball pool8 والی گیم ڈیلیٹ کردیں گے۔"اشرف نے رونی صورت بنا کر بتایا اور شہباز کو اس کا فون واپس کیا۔

"ہاں ہاں!...اس کے بعد جو وہ میری ڈیوٹی لگائیں گے کہ اشرف کا فون روز چیک کرنا ہے کہ اس نے پھر سے تو گیم ڈاؤنلوڈ نہیں کرلی۔"شہباز نے طنز ہی مارا تھا۔

"زندگی ایک غم ہے۔"اشرف نہایت ہی دکھی انداز میں بولا۔

"اور تمہاری تو عذاب ہے۔"شہباز کہتے ساتھ وہاں سے جانے لگا۔

"اور اس عذاب کا نام عاقب صاحب ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا تھا لیکن شہباز نے سن لیا تھا اس لیے واپس مڑا۔

"نہیں۔اس عذاب کا نام 8ball pool ہے۔" شہباز کہتے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

"زندگی ایک غم ہے۔" وہ ایک بار پھر دکھی آتما کی طرح بولا۔

"تمہارا شوہر کسی اشرفیہ سے بات کر رہا ہے۔" داور نے آتے ساتھ ہی ہانیہ کے کان میں شوشہ چھوڑا۔ہانیہ کا تو منہ ہی کھل گیا۔وہ فوراً سے عاقب کی جانب بڑھی جو ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔ہانیہ کو اپنے پاس آتے دیکھ وہ وہیں رک گیا۔

عاقب نے ابرا اچکا ہانیہ کو دیکھا۔

"کون ہے یہ اشرفیہ؟" وہ جذباتی لہجے میں پوچھ رہی تھی۔عاقب تو دنگ ہی رہ گیا۔

"کون اشرفیہ؟"

"جس سے ابھی گپیں ہانک رہے تھے۔"

"وہ اشرف تھا ہانی!...میرا چپڑاسی۔" عاقب نے وضاحت دی۔

"لیکن داور کہہ رہا تھا کوئی اشرفیہ ہے جسے آپ فون پہ آئی لو یو بول رہے تھے۔" ہانیہ نے اپنے سے بھی چار لگا کر بتائی تھی۔

"چلو میرے ساتھ۔اس داور کو تو میں پوچھتا ہوں۔"عاقب نے اس کا بازو پکڑا اور ان سب کے پاس لے آیا۔

"داور!...میں کون سی اشرفیہ سے بات کر رہا تھا؟"عاقب نے تنتے ہوئے تیوروں کے ساتھ استفسار کیا۔

"کون اشرفیہ ؟"داور صاف مکر گیا۔باقی سب بھی ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"وہی اشرفیہ، جس سے تھوڑی دیر پہلے تم باہر فون پہ باتیں کر رہے تھے اور اپنی محبت کا اظہار کر رہے تھے۔"عاقب نے حساب برابر کیا۔وہیں عاقب کی بات سن کر جنت نے حیرت زدہ ہو کر داور کو دیکھا جو حیرت سے منہ کھولے عاقب کو دیکھ رہا تھا۔

"اچھا!!!!تو اسی لیے تم نے سارا الزام میرے بیچارے معصوم سے شوہر پہ ڈال دیا۔"ہانیہ نے آنکھیں نچا نچا کر طنز اچھالا تھا۔

داور نے نظریں گھما کر جنت کو دیکھا جو انگارے لٹاتی نظروں سے اسے ہی تاک رہی تھی۔

"گھر چلو تم۔بھائی کو بتاتی ہوں میں تمہاری ان اشرفیوں کا۔"جنت انگارے چبا کر گویا ہوئی تھی۔

"اللہ کی قسم جنت!...جھوٹ بول رہے ہیں یہ۔"داور کا تو صدمے سے برا حال تھا۔

ہانیہ نے ہاتھ میں پکڑی بال پین زور سے داور کے بازو میں چبھائی تو وہ ایک دم سے کراہ اٹھا۔

"خبردار! جو میرے معصوم سے شوہر کو جھوٹا کہا تو۔" محترمہ کے معصوم کہنے پہ عاقب نے سچ میں معصوم سی شکل بنائی تھی۔

"شرم نہ آئی تمہیں۔ تمہارا دل آیا بھی کس پہ اس اشرفی پہ۔" ارسلان نے آگ میں گھی ڈالنے کا کام کیا تھا۔ وہ تو ایسے کہہ رہا تھا جیسے اس اشرفی کو جانتا ہو۔

عالیہ اپنے مام ڈیڈ کے ساتھ علیحدہ میں کوئی بات کر رہی تھی۔ وہ اسے سفر کے دوران کی تاکید کر رہے تھے۔ حالانکہ وہ پہلے بھی کئی دفعہ اکیلی جا چکی تھی۔ لیکن والدین تو پھر والدین ہوتے ہیں، ایک دفعہ سمجھائی ہوئی بات کو بھی بار بار سمجھاتے ہیں۔

"کیا تم اس اشرفی کو جانتے ہو ارسلان؟" جنت کی آنکھوں میں تحیر سمٹ آیا۔ جبکہ داور پہ تو بجلیاں گر رہی تھیں بجلیاں۔

"ہاں نا!... داور نے ہی بتایا تھا مجھے اشرفی کے بارے میں۔"

داور کے تو ہوش ہی اڑ گئے۔

"ہائے اللہ!... میں نے کب کہا؟"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارا کسی اشرفی کے ساتھ چکر چل رہا ہے۔" جنت اٹل لہجے میں گویا ہوئی جیسے داور کی اور کوئی بات نہیں سنے گی۔

"اور جنت تمہیں پتا ہے کہ یہ اس لڑکی کے ساتھ ڈیٹ مارنے کا پلان بھی بنا چکا ہے۔"

"تمہیں کیسے پتہ؟" جنت کو تو اب یقین ہی نہ آ رہا تھا۔

"اسی نے بتایا تھا مجھے۔" داور کی طرف اشارہ کیا گیا۔ جنت نے کھا جانے والی نظروں سے داور کو دیکھا۔ داور نے آنکھیں پوری کھول کے گردن کی چٹکی بھرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"او کے دوستوں اب میں چلتی ہوں۔ میری فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے۔" سپیکر میں سے آواز گونجی تو عالیہ ان سب کی طرف آئی۔

وہ سب بھی اب عالیہ کی طرف متوجہ تھے۔ داور نے تو بمشکل اٹکا ہوا سانس بحال کیا تھا۔

عالیہ جنت اور ہانیہ کے گلے لگی اس کے بعد عاقب نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر ڈھیر ساری دعائیں دی۔ داور اور ارسلان کو صرف منہ سے ہی اللہ حافظ کہنے پہ اکتفا کیا گیا تھا۔

اس کے بعد عالیہ اپنی ماما بابا کی ڈھیر ساری دعاؤں کے بعد رخصت کر دی گئی۔

۞......۞......۞

جنت ایئرپورٹ کے باہر کھڑی ادھر اُدھر دیکھتے سلیم چچا کو اور گاڑی کو تلاش کر رہی تھی۔ لیکن وہاں تو نہ گاڑی تھی نہ ہی سلیم چچا۔

داور سیٹی بجاتا ہوا اس کے قریب آیا۔ جنت نے مکمل طور پہ اسے نظر انداز کیا تھا۔

"کیا ہوا ڈفر؟ کسے ڈھونڈ رہی ہو؟" وہ منہ میں چیونگم چباتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"اپنے ہیلی کاپٹر کو۔" جنت نے طنزاً کہا تھا

"اوہ!... لیکن وہ تو گھر لینڈ کر چکا ہے۔" داور نے مصنوعی افسوس سے کہا۔ جنت نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"مطلب؟"

"میں نے سلیم چچا سے کہا کہ آپ گھر لے جائیں جنت کے ہیلی کاپٹر کو۔ میں جنت کو اپنے ہوائی جہاز پہ اڑا لے آؤں گا۔" داور نے اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔

یہ سن کر جنت کے تو کان ہی سائیں سائیں کرنے لگے تھے۔

"بولو!... چلو گی نا میرے ساتھ؟" داور نے اسے ٹھوکا دیا۔

اور اب جنت بغیر کچھ کہے داور کی بائک پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ جنت نے تھوک نگل کر اپنا خوف کم کرنا چاہا مگر زرا بھی کم نا ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جنت! آج میں پھر تمہیں ہواؤں کی سیر کرواؤں گا۔"

وہ جب بھی اسے جنت اور ہواؤں کی سیر کروانے کی باتیں کرتا تھا تو تب وہ بائک کو چلاتا نہیں تھا بلکہ اڑاتا تھا۔

"جنت! میں تمہیں آج بہووووت ساری ہواؤں کی سیر کرواؤں گا۔ تو کیا تم ریڈی ہو جنت کی سیر کرنے کے لیے؟" وہ شاید پوچھ نہیں رہا تھا بلکہ بتا رہا تھا کہ میں ایسا کرنے والا ہوں۔

"داور! پلیز آج آہستہ چلا لو۔ صرف آج کے لیے۔" جنت نے سماجت کی۔

"ایسے کیسے؟ ایسے تو مزہ ہی نہیں آئے گا ہواؤں سے کھیلنے۔" داور اس کی جان ہوا کر رہا تھا۔

"ہواؤں سے کھیلنے کا؟" جنت نے اس کی بات دہرائی۔ آنکھوں میں واضح تھا۔

"ہاں۔ تم کبھی ہواؤں سے کھیلی ہو؟ نہیں کھیلی نا! مجھے پتا تھا۔" وہ تو خود ہی سے باتیں فرض کر کے بولی جا رہا تھا بولی ہی جا رہا تھا۔

"لو آج میں تمہیں کھلاتا ہوں ہواؤں سے۔" اور یہ سٹارٹ ہو گئی داور کی ہیوی بائک۔

"آآآآاااا!..." جنت چیخ رہی تھی۔ وہ بائک کو جس سپیڈ سے اڑا رہا تھا ایسا لگتا تھا یہ آخری سواری ہے۔ جنت نے زور سے داور کو تھام لیا تھا۔

"جنت چھوڑو مجھے۔"داور کی پھر سے چھوڑو چھوڑو کی رٹ شروع ہو چکی تھی۔

"آج تم چاہے جو کہو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔مریں گے تو ساتھ مریں گے۔میں اکیلی کیوں مروں؟اتنی سستی جان ہے کیا میری؟"جنت بھی شروع ہوئی تو رکنے کا نام ہی نہ لیا۔اور بولتی گئی بولتی گئی۔داور کچھ بولنے لگتا اس سے پہلے ہی جنت بول پڑتی۔جنت کو معلوم تھا کہ داور اگر کچھ بولے گا تو یہی بولے گا کہ "جنت چھوڑو مجھے" اس لیے فٹافٹ سے کوئی نئی بات نکال کر اسے سنا دیتی۔اسی میں ہی سفر کٹ گیا۔اور وہ دونوں گھر پہنچ گئے۔

"اللہ معاف کرے۔کتنا بولتی ہو تم!...آج کے بعد میری توبہ کہ تمہیں اپنے ساتھ کہیں لے جاؤں۔"جنت بائک سے اتری بھی نہ تھی کہ داور شروع ہو گیا۔

"ہاں ہاں!...میں نے کہا تھا نا کہ سلیم چچا کو گھر بھیج دو۔"جنت نے طنزیہ کہا اور سلیم چچا کو آوازیں دینے لگی۔داور بھی بائک کھڑی کر کے اتر گیا۔

"سلیم چچا!اگر آج کے بعد اگر داور آپ سے میرے متعلق کوئی بات کرے تو سمجھ لیجیئے گا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

"وہ تو مجھے پتہ تھا جی۔"سلیم چچا نے صاف ہی کہہ دیا۔داور کے تو سر پہ لگی تلوؤں پہ بجھی۔

"سلیم چچا!..." وہ صدمے کی سی کیفیت سے بولا۔

"شٹ اپ داور!..." جنت داور پہ چیخی اس کے بعد تمیز کے ساتھ سلیم چچا سے مخاطب ہوئی۔

"پتہ تھا تو چلے کیوں گئے؟"

"وہ جی داور صاحب مجھے دیکھ ہی ایسی نظروں سے رہے تھے کہ مجبوراً مجھے وہاں سے جانا پڑا۔" سلیم چچا کی تو بعد میں خیر نہیں تھی۔ جنت تو ہمیشہ سے ان سے تمیز سے بات کرتی آئی تھی۔ مگر داور تو صدا کا منہ پھٹ تھا۔ ایسے جواب دیتا تھا سلیم چچا کو جیسے انہوں نے اس کی پھوپھی بھگائی ہو۔

"چلیں کوئی بات نہیں سلیم چچا۔ اس داور کی شکایت تو میں بھائی سے لگاؤں گی۔" یہ کہہ کر جنت اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"سلیم چچا آپ نا......"

جنت تو اندر جا چکی تھی مگر پیچھے سلیم چچا کی کلاس لگ چکی تھی۔

◇......◇......◇

وہ سب ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے جب ہانیہ کا فون بجا۔ اور ماشاءاللہ سے ہانیہ نے بغیر دیکھے ہی فون اٹھا لیا۔

"ہیلو!..."

"ہیلو! ہانی میں۔" آگے سے کہا گیا۔

"کون میں۔ میں کسی میں کو نہیں جانتی۔" تڑخ کر جواب دیا گیا تھا۔ عاقب سمیت منظور صاحب اور ثمینہ بیگم بھی متوجہ ہو چکے تھے، جبکہ ارسلان مگن انداز میں کھانا کھا رہا تھا۔

"ہانی کی بچی تم نہیں سدھرو گی نا!" عالیہ کا اکتایا ہوا سا جواب آیا۔

"میری بچی ابھی پیدا نہیں ہوئی۔" محترمہ کا جواب تھا کہ کیا، عاقب کو زور کا اچھو لگا تھا۔ جبکہ منظور صاحب اور ثمینہ بیگم نے اپنی مسکراہٹوں کو ضبط کیا تھا۔

"ہانی یار! میں عالیہ بات کر رہی ہوں۔" دوسری طرف عالیہ نے اپنا سر پیٹا تھا۔ ہانیہ نے جلدی سے فون کان سے ہٹا کر فون کی سکرین پہ نظر دوڑائی تو بیرون ملک کا نمبر تھا۔ پھر جلدی سے فون واپس کان کے ساتھ لگایا۔

"اچھا عالیہ یہ تم ہو۔" ہانیہ کے جملے میں اب پرجوشی تھی۔ عالیہ کے نام پہ ارسلان کے کان کھڑے ہو گئے۔

"شکر ہے۔ ورنہ میں سات سمندر پار کیا گئی تمہاری تو یادداشت ہی کمزور ہو گئی۔" عالیہ اپنے مہمان کمرے میں دائیں سے بائیں چکر لگاتی ہوئی محو گفتگو تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میری یادداشت تو پہلے سے ہی کمزور ہے۔" شرما کر پہلے باقی سب کو دیکھا اور پھر بولی۔

ارسلان فوراً سے اپنی چیئر سے کھڑا ہوا تھا اور ٹیبل کی دوسری طرف سے ہاتھ بڑھا کر ہانیہ کے کان سے اس کا فون اچک لیا اور کان کے ساتھ لگا لیا۔

"کیسی ہو عالیہ؟ میں ارسلان بات کر رہا ہوں۔ تم خیریت سے پہنچ گئی نا؟"

ہانیہ کا تو منہ ہی کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ارسلان ان سب کی کڑی نظروں کو اپنے اوپر محسوس کر کے فوراً سے فون سمیت وہاں سے غائب ہوا تھا۔ ہانیہ بھی عالیہ کی کال پہ لعنت بھیجتی واپس کھانے میں مصروف ہو گئی۔

عاقب آہستہ سے ہانیہ کی طرف جھکا اور سرگوشی نما انداز میں گویا ہوا۔

"میں سوچ رہا تھا تمہاری خواہش پوری کر ہی دیتے ہیں۔"

"کون سی؟" ہانیہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"بچی پیدا کرنے والی۔"

اس دفعہ ہانیہ شرم سے پوری کی پوری دہکی تھی۔ عاقب نے اس کے تاثرات دیکھنے کے بعد مسکرا کر سر جھٹکا۔

"کیسی ہو عالیہ۔میں تمہیں بہت یاد کررہاہوں۔"ارسلان کی ترستی ہوئی سی آواز آئی۔عالیہ نے آنکھیں گھومائیں۔

"قسم سے پانچ روپے کٹنا چاہیے تمہاری اس اوور ایکٹنگ کا۔"

"میں...میں سچ کہہ رہاہوں۔"ارسلان نے اسے یقین دلانا چاہا۔

"ابھی...ابھی صبح ہی ایئرپورٹ پہ چھوڑنے آئے تھے تم سب مجھے۔"عالیہ کا دانت پیستا ہوا جواب آیا۔

"پھر بھی۔اب تم مہینہ ہم سب سے دور رہوگی۔بہت یاد آؤ گی۔ہانیہ اور میں کیا کریں گے اکیلے یونی میں۔"وہ بہت افسردہ لگتا تھا۔

"اکیلے کہاں ہوگے۔جنت اور داور ہوں گے نا تم لوگوں کے ساتھ۔"

"ہاں۔اس سے مجھے یاد آیا کہ ہانیہ نے کیا تمہیں اپنا پلان بتایا۔"

"کون سا پلان؟"وہ شاید انجان تھی۔

"کیا سچ میں ہانی نے تمہیں نہیں بتایا؟"وہ حیران تھا۔

"نہیں؟"عالیہ متجسس ہوئی۔

"وہ ہانیہ اور میں نے...میرا مطلب صرف ہانیہ کا پلان ہے۔میرا نہیں۔میں تو بس ایک چھوٹا سا بلکل چھوٹا سا کردار ادا کروں گا۔"ارسلان نے تھوک نگلا تھا۔

"کیا مطلب ارسلان۔مجھے سب سچ سچ بتاؤ۔" عالیہ کو کچھ کھٹکا تھا۔

"وہ...وہ نا..." ارسلان کو پسینے آرہے تھے۔

"کیا ارسلان؟ٹھیک سے بتاؤ۔"

"تم تو جانتی ہی ہو کہ جنت اور داور ایک دوسرے سے کو تھوڑا ناپسند کرتے ہیں۔" ارسلان کو سمجھ نا آئی کہ کیسے بتائے۔

"تھوڑا نہیں بلکہ بہت ناپسند کرتے ہیں۔تو پھر؟" عالیہ اکتائی ہوئی لگتی تھی اب۔

"تو میں جنت سے محبت کرتا ہوں۔" عالیہ کے سر پہ تو کوئی پہاڑ آکر گرا تھا۔

"کیا؟" عالیہ صدمے سے اپنے کمرے میں موجود بیڈ پہ ڈھے جانے والے انداز میں بیٹھی تھی۔

"یار عالیہ میری پوری بات سنو۔میں اس سے محبت کرتا بھی ہوں اور نہیں بھی۔" ارسلان کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کس طرح بتائے۔زندگی میں پہلی بار ایسی سچویشن کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

"دھوکے باز...چیٹر..." عالیہ تقریباً رو دینے کو تھی۔

"عالیہ میری پوری بات سنو۔دیکھو!...یہ صرف..." ارسلان اس سے پہلے اپنا جملہ پورا کرتا عالیہ پھر سے بول اٹھی۔

"دھوکے باز انسان!...شادی کی باتیں مجھ سے،فیوچر وائف میں،اور محبت کسی اور سے۔"عالیہ ٹوٹے دل کے ساتھ کہہ رہی تھی،ساتھ ساتھ اب رو بھی رہی تھی۔ارسلان کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

"تو کیا تمہیں فرق پڑ رہا ہے؟"ارسلان متعجب تھا۔اسے عالیہ کے اس ریئکشن کی توقع نہ تھی۔

"کیا مجھے فرق نہیں پڑنا چاہیے؟تم نے مجھے دھوکے میں رکھا۔میں نے تو تمہارے علاوہ کسی اور کا سوچا بھی نہ تھا۔اور میں تم سے تھوڑا دور کیا گئی تم نے کسی اور کے خواب دیکھنے شروع کر دیے۔اور...اور شرم نہ آئی تمہیں کسی اور کی منکوحہ کو ایسی ویسی نظروں سے دیکھنے کی۔وہ داور کی بیوی ہے۔وہ اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے۔بے شک ناپسند کرتا ہے وہ اپنی بیوی کو لیکن محبت پھر بھی کرتا ہے۔کیا تم نے نہیں دیکھا؟"وہ روتے ہوئے ہچکیاں بھر رہی تھی۔

"دیکھا ہے میں نے۔"ارسلان بھرپور طریقے سے مسکرا رہا تھا۔وہ رو رہی تھی۔لیکن اسے ذرا دکھ نہیں ہوا تھا۔کیونکہ وہ اس کے لیے رو رہی تھی۔

"تو جاہل انسان چلو بھر پانی میں ڈوب مرو۔"وہ ایک دم سے دھاڑی تھی اور فون بند کر دیا۔ارسلان نے فون کو کان سے ہٹا کر تھوڑا دور کر کے گھورا۔

"اوئے ہوئے... مطلب میری فیوچر وائف کو فرق پڑتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے خود سے ہی مخاطب تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ پیچھے مڑا دروازے میں ہانیہ کھڑی تھی شعلہ آور نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

ہانی نے دروازے کے پاس ٹیبل پہ پڑا اوازا اٹھا کر ارسلان کو مارنے کے لیے پھینکا جسے اس نے مہارت سے کیچ کر لیا۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی ارسلان تک آئی۔

"جاہل انسان اسے نہیں بتانا تھا۔" وہ چنگھاری تھی۔

"اوپس! میں نے تو بتا دیا۔" ارسلان نے معصومیت سے کندھے اچکا دیے۔

"اب پورا مہینہ تم سے بات نہیں کرے گی وہ۔" ہانی کا دل چاہا اپنا ہی سر دیوار میں مار لے۔

"تو ٹھیک ہے نا۔ اسے میری کمی کا احساس ہونا چاہیے۔" ارسلان کو اب بھی کوئی فرق نہ پڑا۔

"ہاں ہاں۔ جب وہ امریکہ سے کوئی گورا اٹھا کر پاکستان لا کر اس سے نکاح پڑھوا لے گی نا تب میں تم سے پوچھوں گی کہ کتنا کمی کا احساس ہوا؟" ہانی اس کے ہاتھ سے واز چھینا

اور زور سے ارسلان کے بازو پہ مارا۔ لیکن ارسلان خیالوں میں ہی اتنا کھویا تھا کہ اسے درد کا احساس ہی نہیں ہوا۔ الٹا وہ مسکرا رہا تھا۔

ہانیہ کو شدید صدمہ لگا تھا۔ کیونکہ جتنی زور سے اس نے واز ارسلان کو مارا تھا اسے درد ہونا چاہیے تھا۔

ہانی بیچاری تو یہی سوچ رہی تھی کہ ارسلان کو درد کیوں نہیں ہوا۔ اس لیے وہی واز رکھ کر اپنے بازو پہ زور سے مارا تا کہ دیکھ سکے اسے بھی درد ہوا یا نہیں۔

ہانیہ نے جلدی سے دوسرا ہاتھ دانتوں تلے رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹا۔ یہ تو وہی بات ہو گئی تھی اپنے پیر پہ کلہاڑا مارنا۔

ہانیہ نے واز کو نیچے زمین پہ رکھا اور وہاں سے بھاگی۔ درد بہت شدید تھا۔

"ہائے!...عالیہ بھی مجھے پسند کرتی ہے۔" ارسلان سوچ سوچ کر ہی خوش ہو رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ حرکت میں آیا فوراً چیخ اٹھا۔ اس کے بازو میں شدید درد ہوا تھا۔

"ہانی! بچ جاؤ تم مجھ سے۔" وہ ضبط سے بولا۔

...◈...◈...◈

ہانیہ نے اپنے کمرے میں پہنچ کر ہی دم لیا تھا۔

عاقب صوفے پہ بیٹھا سامنے دیوار پہ نصب ایل۔ای۔ڈی پہ نیوز دیکھ رہا تھا جب ہانیہ کو کراہتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔

"ہانی! کیا ہوا؟" عاقب فوراً سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہائے اللہ جی! بہت درد ہو رہا ہے۔" ہانیہ نڈھال ہو کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟" وہ متفکر تھا۔

"وہ بازو پہ مارا ہے۔" وہ اپنا بازو پکڑ کر کہہ رہی تھی۔ درد کی شدت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"کس نے؟ ارسلان نے؟ اس کی خبر تو میں لیتا ہوں جا کر۔" عاقب اشتعال سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ ہانیہ فوراً سے اس کا بازو تھام کر واپس بٹھایا۔

"ارے اس نے نہیں مارا۔ میں نے خود کو خود ہی مارا ہے۔" وہ بتا رہی تھی مگر عاقب کو لگا وہ دماغ سے چل گئی ہے۔

"لیکن کیوں؟"

"میں نے تو ارسلان کو مارا تھا۔ اسے درد ہی نہیں ہوا۔ وہ تو مسکرا رہا تھا۔ جب میں نے خود کو مارا تو بہت درد ہوا۔" وہ وضاحت دے رہی تھی اور عاقب کو غصہ چڑھ گیا۔ اور یہ ہو گیا عاقب کا لیکچر شروع۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تم پاگل ہو گیا؟ خود کو کون مارتا ہے۔ نہایت ہی جہالت والی حرکت کی ہے تم نے..." عاقب اور بھی بہت کچھ سنا رہا تھا۔ مگر وہ منہ لٹکائے سب سن رہی تھی۔

"دکھاؤ! کہاں درد ہے؟" اچھی خاصی جھاڑ پلا کر وہ پھر سے فکر مند ہوا۔

"یہ... یہاں پہ۔" ہانیہ نے بازو کی طرف اشارہ کیا۔ آواز میں لڑکھڑاہٹ صاف واضح تھی۔ یعنی وہ بس رونے ہی والی تھی۔

"ہانی! ادھر دیکھو۔" عاقب نے اس کی تھوڑی اٹھا کر چہرہ اوپر کیا۔ محترمہ کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو منڈلا رہے تھے جو کہ اب باہر بھی نکل آئے تھے۔

عاقب کو ڈُل کر پیار آیا تھا اس پہ۔

"سوری ہانی! آئندہ سے کچھ نہیں کہوں گا۔" عاقب نے اس کا چہرہ تھام کر انگوٹھے سے آنسو صاف کیے۔

"اتنا کیوں ڈانٹا مجھے؟" وہ خفیف انداز میں استفسار کر رہی تھی۔

"تمہاری فکر ہے اس لیے۔" وہ اس کا سر اپنے سینے کے ساتھ لگاتا ہوا بولا۔

"آئندہ کچھ نہ کہیے گا۔" یہی تو چاہتا تھا محترمہ۔ عاقب مسکرا دیا۔

"اچھا نہیں کہتا کچھ۔" عاقب نے اس کا سر اپنے سینے پہ سے اٹھا کر اس کے پھولے ہوئے دونوں گالوں پہ بوسہ دیا۔ پھر آہستہ سے اس کی تھوڑی، پیشانی اور دونوں آنکھوں پہ بوسہ دیا۔

ہانیہ کا سرخ و سپید رنگ ٹماٹر ہو گیا تھا۔ بازو کا درد تو کہیں غائب ہی ہو گیا تھا۔ عاقب نے کافی اچھی ڈوز دی تھی اسے۔

عاقب بے اختیار ہنس دیا۔

۞......۞......۞

"پوچھیں اس سے بھائی۔ کون ہے وہ اشرفیہ؟" وہ تینوں آج پھر لاؤنج میں بیٹھے تھے جب جنت کی شکایتیں شروع ہو گئیں۔

"بتاؤ داور۔ کون ہے اشرفیہ؟" شہریار کڑے تیوروں سے پوچھ رہا تھا۔ داور تو مزے سے پاپ کارن کھاتے ہوئے سامنے لگی فلم دیکھ رہا تھا۔

"ایویں ہی جھوٹ بول رہے تھے عاقب بھائی۔" وہ مگن انداز میں بولا۔

"بڑوں کو جھوٹا نہیں کہتے۔ بتائیں اسے بھائی۔" جنت نے شہریار کو ٹھوکا دیا۔

"لیکن اللہ کی قسم میں کسی بھی اشرفیہ سے بات نہیں کر رہا تھا۔ وہ ہی کسی اشرف سے بات کر رہے تھے۔ میں نے تو ایسے ہی آکر کہہ دیا تھا کہ وہ کسی اشرفیہ سے بات کر رہے

ہیں۔انہوں نے اسی بات کا بدلہ لیا تھا بس۔" داور نے وضاحت دی جس کا شہریار کو یقین آچکا تھا لیکن جنت کو نہیں۔

"بھائی! مجھے یقین ہی نہیں ہے اس پہ۔داور ایک نمبر کا جھوٹا ہے۔"

"گڑیا! شوہر کو بھی جھوٹا نہیں کہتے ہیں۔" شہریار نے جنت کی پہلے کہی ہوئی بات کو داور کے لیے دہرا کر اسے سمجھایا۔

جنت نے داور کو دیکھا جو اب دانتوں کی نمائش کر رہا تھا۔

"آپ ہمیشہ داور کی ہی سائڈ لیتے ہیں۔" جنت کی بات کا اب کسی نے بھی اثر نہ لیا تھا۔

"داور یقیناً اس سین کے بعد اس کی بیوی بھاگ جائے۔" شہریار اب جنت کو نظر انداز کیے داور کے ساتھ فلم دیکھنے میں مصروف تھا۔

"لیکن مجھے نہیں لگتا بھائی۔کافی ڈھیٹ بیوی ہے اس کی۔" داور نے بھی کمینٹ پاس کیا۔

"ہوں۔" شہریار نے پاپ کارن اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

جنت کو تو کوئی گھاس ہی نہیں ڈال رہا تھا۔وہ غصے سے پیر پٹختی وہاں سے اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔دروازے کو بند کیا اور بیڈ پہ چت لیٹ گئی۔

"کاش میری کوئی بہن بھی ہوتی۔"

وہ اکیلی لڑکی تھی گھر میں۔ شروع دن سے اکیلی ہی رہی تھی۔ جب بھی داور اور شہریار مل کر اسے نظر انداز کرتے اس کا یہی دل چاہتا کہ کاش اس کی ایک بہن بھی ہوتی۔

"لیکن اگر عنایہ گھر میں آگئی تو!... تو... مطلب میری پرابلم حل۔ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا جنت۔" وہ خود سے ہی مخاطب تھی۔

"ہانیہ اور ارسلان کو اپنے ساتھ شامل کرنا پڑے گا۔ وہ ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ نکاح کی بجائے سیدھا شادی۔ اومائے گاڈ۔" وہ خوشی سے دوہری ہونے لگی تھی۔

......۞......۞......۞

جنت اور داور کی کلاس ابھی ختم ہوئی تھی۔ جنت کلاس سے باہر نکل کر ایک طرف کھڑی ہو گئی اور اپنا چشمہ ہاتھ میں تھامے ٹیشو سے صاف کرنے لگی۔ تبھی ہی داور بھی کلاس سے نکل کر اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

داور نے ایک نظر اس کے چشمے کو دیکھا اور پھر اسے دیکھ کر گویا ہوا۔

"تم کلاس میں بار بار اپنا چشمہ کیوں صاف کر رہی تھی؟"

"بورڈ پہ لکھا ہوا سب کچھ دھندلا دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے لگا شاید چشمہ گندا ہو گیا ہے، مگر شاید میری نظر پہلے سے زیادہ کمزور ہو گئی ہے۔" کہہ کر جنت نے واپس اپنا چشمہ آنکھوں پہ چڑھایا۔

"اوہ!... یعنی تمہارے چشمے کا نمبر بڑھ گیا۔ پہلے چھ تھا اب تو یقیناً سات ہو گیا ہو گا۔ گریٹ۔" داور جیبوں میں ہاتھ ڈالے ابرو اور کندھا دونوں اچکائے مسکرا دیا۔

"شرم تو آتی ہی نہیں۔ چاہتے ہی یہ ہو کہ اندھی ہو جاؤں۔" وہ غصے سے بولی۔

"ہاں شاید۔" داور نے کہہ کر جنت کی آنکھوں سے چشمہ اتار خود کی آنکھوں پہ چڑھا لیا۔

"اللہ اللہ!... کتنی ویک ہے تمہاری آئی سائٹ۔ خیر!... میں تھوڑی دیر بعد میں تمہارا چشمہ تمہیں واپس کر دوں گا۔" داور شرارت سے کہہ کر وہاں سے بھاگا۔

"د... داور!... مجھے چشمے کے بغیر دکھائی نہیں دیتا۔" جنت کا تو دل ہی ڈول گیا تھا اس کے بھاگنے سے۔ بے اختیار وہ بھی اس کے پیچھے بھاگی۔ سب کچھ دھندلا دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ داور جیسے جیسے دور ہو رہا تھا دھندلا ہوتا جا رہا تھا۔ جنت کو رونا آنے لگا۔ اچانک اسے ٹھوکر لگی اور وہ نیچے گر گئی۔ بازو زمین پہ اچانک رگڑنے کی وجہ سے تھوڑا سا چھل گیا تھا۔ جنت کا بیگ بھی زمین بوس ہو چکا تھا۔

داور کو جیسے ہی پیچھے سے کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی وہ رکا اور آنکھوں سے چشمہ اتار کر بادل نخواستہ پیچھے مڑا۔

جنت زمین بوس تھی اور آس پاس سے جاتے سٹوڈنٹ اسے دیکھ کر اپنی ہنسی دبا رہے تھے۔

جنت کافی دل برداشتہ ہوئی تھی۔آنکھوں کے کٹورے بھر آئے تھے۔اتنی سبکی اسے کبھی محسوس نہ ہوئی تھی، بازو چھل جانے کا درد علیحدہ تھا۔

داور جتنی سپیڈ سے دوڑ کر اس کے قریب آسکتا تھا وہ آیا۔وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھا، چشمہ زمین پہ رکھا اور جنت کو بازوؤں سے تھام کر اٹھایا۔

"تم ٹھیک ہو؟"وہ متفکر ہو کر استفسار کر رہا تھا۔

جنت کی آنکھوں سے آنسو چھلک اٹھے۔داور کا دل کٹ سا گیا۔جنت نے ایک طرف پڑا چشمہ اٹھایا، آنکھوں سے آنسو صاف کیے اور آنکھوں پہ چشمہ چڑھایا۔

داور نے اس کے چھلے ہوئے بازو کو دیکھا اور تھام لیا۔

"تمھیں تو چوٹ لگی ہے۔"وہ پریشان ہوا۔

"میں...میں ٹھیک ہوں۔"جنت نے بھیگی آواز سے کہا اور بازو واپس کھینچا۔وہ خود کے سہارے اٹھ کھڑی ہوئی داور بھی جلدی سے اٹھا اور اس کا ہاتھ تھاما۔

داور نے ایک نظر آس پاس کھڑے دبی ہنسی کے ساتھ جنت کو گھورتے سٹوڈنٹس کو دیکھا اور اشتعال کے ساتھ زور سے دھاڑا۔

"کوئی تماشہ نہیں لگا ہوا یہاں۔وہ گر گئی ہے جاہلوں۔"

سٹوڈنیس فوراً سے حرکت میں آئے اور وہاں سے چلتے بنے۔

"چھوڑو داور مجھے۔میں بلکل ٹھیک ہوں۔"وہ جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑواتی وہاں سے جانے لگی۔داور آگے بڑھ کر ایک بار پھر اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔

"نہیں ہو تم ٹھیک۔چلو میرے ساتھ۔"داور درشتی سے بولا اور بغیر اس کی سنے اسے کھینچتے ہوئے وہاں سے لے گیا۔

ہانیہ گراؤنڈ میں کھڑی،دونوں ہاتھ کمر پہ رکھے سورج کو دیکھنے کی ناکام سی سعی کر رہی تھی۔ارسلان کیفے ٹیریا سے کچھ لینے گیا ہوا تھا۔

"یہ سورج کچھ زیادہ ہی ہوٹ ہو رہا ہے۔"وہ خود سے ہی کہہ رہی تھی۔لیکن جب اسی کوشش میں آنکھیں چندھیا گئیں تو آنکھیں مسلتے سامنے کا منظر دیکھا جہاں داور جنت کو کھینچتے ہوئے لے کر جا رہا تھا۔

محترمہ کا منہ یک دم کھلکھلا اٹھا اور فوراً سے ان کی طرف بھاگی۔

داور کو یک دم بریک لگی تھی کیونکہ ہانیہ محترمہ اس کے سامنے آچکی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کہاں؟"دونوں ابرو بار بار اچکا کر شرارت سے پوچھا۔

"جنت کو چوٹ لگی ہے۔"داود بتا کر وہاں سے جانے لگا جب ہانیہ نے جنت کا دوسرا ہاتھ تھاما۔جنت کراہ اٹھی تو داور بھی رک گیا۔ہانیہ کی نظر جیسے ہی جنت کے بازو پہ گئی وہ چیخ اٹھی۔

"جنت کو تو چوٹ لگی ہے۔"

"تو وہی تو بتا رہا ہوں۔"داور کا تو سر ہی گھوم گیا۔

"رکو!...میرے پاس منی فرسٹ ایڈ کٹ ہے جو میں ہمیشہ اپنے بیگ میں رکھتی ہوں۔"ہانیہ نے کہہ کر اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالا۔

جنت اور داور نے شاکڈ ہو کر اسے دیکھا۔کبھی محترمہ کے بیگ سے کھانے کی چیزیں برآمد ہوتی تھیں تو کبھی لولی پاپ۔لیکن آج تو ماشااللہ سے منی فرسٹ ایڈ کٹ بھی برآمد ہوا تھا۔

"یہ دیکھو۔"ہانیہ نے منی فرسٹ ایڈ کٹ نکالا تو داور نے جھپٹنے والے انداز میں اس سے لیا اور جنت کو کھینچ کر خود بھی نیچے گھاس پہ بیٹھ گیا۔

"دکھاؤ اپنا بازو۔"داور نے کہا تو جنت نے ایک نظر داور کو دیکھا جو تفکر سے اس کے بازو کی جانب دیکھ رہا تھا پھر اپنا بازو اس کی طرف بڑھایا۔

داور نے زخم صاف کیا اور اس پہ اینٹی باؤٹک لگا کر اسے پٹی سے باندھا۔" جنت درد کی وجہ سے سسکتی رہی تھی۔ جبکہ ہماری محترمہ خود بھی گھاس پہ بیٹھی چہرہ ہاتھوں میں گرائے کبھی جنت تو کبھی داور کو دیکھ رہی تھی۔

"ہو گیا۔ تھینکس۔" داور نے ہانیہ کا منی فرسٹ ایڈ کٹ اسے واپس کیا۔

ہانیہ نے بولنا شروع کیا۔ جنت اور داور چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کتنی فکر کرتا ہے داور تمہاری۔ کیا تمہیں داور سے محبت نہیں ہوتی؟"

وہ بیگ میں کٹ واپس رکھتے ہوئے مگن انداز سے کہہ رہی تھی۔ جنت اور داور نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں کا دل تیزی سے دھڑکا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" ارسلان نے غلط وقت پہ اینٹری ماری تھی۔ ہانیہ نے جھٹ سے گردن اٹھا کر کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ جنت اور داور بھی ہڑبڑا کر ارسلان کی جانب متوجہ ہوئے۔

"تھوڑا لیٹ نہیں آ سکتے تھے۔" ہانیہ کو غصہ آیا۔

"لیٹ ہی تو آیا ہوں۔" یہ کہہ کر ارسلان خود بھی نیچے بیٹھ گیا اور کیفے ٹیریا سے لائی ہوئی ساری چیزیں نیچے پھیلا دیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ سب اب دائرے کی شکل میں گھاس پہ بیٹھے کیفے ٹیریا سے لائی ہوئی چیزیں کھانے میں مصروف ہو چکے تھے۔

"وہ میں کہہ رہا تھا کہ..."ارسلان لیز میں سے چپس نکال کر منہ میں ڈال رہا تھا"کہ کیوں نا ہم شہریار بھائی اور عنایہ کی نکاح کے ساتھ رخصتی بھی کروادیں۔مطلب ڈائریکٹ سیدھا شادی۔"

داور اس کی بات سن کچھ سوچنے لگا تھا۔اور ہانیہ چپڑ چپڑ منہ میں لیز ڈال کر کھانے میں مصروف تھی۔جبکہ جنت ارسلان کی بات پہ ایک دم سے پر جوش ہوئی تھی۔

"ارسلان تم نے تو میرے دل کی بات ہی چھین لی۔میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔"

جنت نے ہائے فائے کے لیے ہاتھ آگے کیا تو ارسلان نے جھٹ سے اس کے ہائے فائے کا جواب دیا۔اور جنت کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا اپنی گود میں رکھ لیا۔

"کتنی اچھی سوچ ہے ہم دونوں کی۔"وہ کہہ رہا تھا۔جبکہ ہانیہ نے آنکھیں پھاڑ کر یہ منظر دیکھا تھا اب اس کا دل ارسلان کی اس حرکت پہ دائیں بائیں،اوپر نیچے اچھلنے لگا تھا۔داور کا تو نہ ہی پوچھیں،آنکھوں میں شعلے اتر آئے تھے۔اس نے شعلہ نگلتی آنکھوں سے ارسلان کو دیکھا تھا۔اور ارسلان تو اس کی جانب متوجہ ہی نہ تھا۔جنت بھی اس کی حرکت پر خجل سی ہوئی تھی۔

داور نے جنت کے ہاتھ کی طرف دیکھا جو کہ ارسلان تھامے اپنی گود میں رکھے ہوئے تھا پھر ہانیہ کو دیکھا جس نے چپڑ چپڑ لیز کھاتے ہوئے اوپر نیچے دائیں بائیں ہر طرف دیکھ لیا تھا سوائے داور کے۔

"ارے! یہ تمہارے ہاتھ پہ کیا ہوا۔" ارسلان کی نظر جیسے ہی اس کے بینڈج لگے ہاتھ پہ گئی تو پوچھ بیٹھا۔

"یہ...یہ میں ابھی تھوڑی دیر پہلے گر گئی تھی نا۔" وہ اسے بتانے لگی۔

"اوہ!...دھیان سے چلا کرو نا جنت۔ میں تمہارا زخمی ہونا افورڈ نہیں کر سکتا۔" فکر مند ہونے کی کیا اداکاری تھی۔

ہانیہ نے تو لیز کے پیکٹ میں ہی منہ دے لیا۔ کیونکہ داور نے پھر اس کی طرف دیکھا تھا، کہ سمجھاؤ اپنے دیور کو۔

"میں...میں ٹھیک ہوں۔" جنت نے خجل سی ہو کر اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر ناکام۔

جب داور کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو اس نے جنت کا ہاتھ پکڑ کر ارسلان کی گرفت سے آزاد کروایا۔

ہانیہ اور ارسلان نے بمشکل اپنی مسکراہٹوں پہ قابو پایا تھا۔

اگلے دن۔۔

وہ چاروں اکٹھے یونی کے گراؤنڈ میں واک کر رہے تھے ساتھ ساتھ باتیں کر رہے تھے۔

"ہانی تم نے کل بات کی تھی بھائی سے؟" ارسلان پوچھ رہا تھا۔

"ہاں کی تھی۔وہ کہہ رہے تھے کوشش کریں گے۔ماموں پہ ڈپینڈ کرتا ہے اگر وہ مان گئے تو۔" ہانیہ ہاتھ میں نیم کے درخت کے پتے تھامے ہوئے تھی۔جو کہ ایک چھوٹی سی ٹہنی کے ذریعے ایک ساتھ جڑے ہوئے تھے۔آپس میں بات کرتے کرتے وہ ٹہنی میں سے پتہ توڑ کر پھینک رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے بن جائے گا کام۔" جنت نے پر سوچ انداز میں کہا۔

"ویسے عاقب بھائی کب بات کریں گے اپنے ماموں سے؟" سوال داور کی طرف سے آیا تھا۔

"وہ کہہ رہے تھے آج آفس سے سیدھا ماموں کی طرف جائیں گے۔پھر ان کے گھر پہ ہی بات کریں گے۔" ہانی کے جواب پہ ان تینوں نے ہی حیرت سے ہانی کو دیکھا۔

"تم نے اتنی جلدی قائل کر بھی لیا بھائی کو؟" ارسلان متعجب ہو کر سوال کر رہا تھا۔

"ہا...ہاں تو اس میں...کون سا مشکل کام تھا۔" ہانیہ نے تھوک نگلا۔

"ویسے کیا کہہ کر تم نے عاقب بھائی کو قائل کیا؟" اب سوال جنت کی طرف سے آیا تھا۔

ہانیہ یک دم سے سرخ ہوئی تھی۔اس کے ذہن میں کل رات کا منظر لہرایا۔

"عاقب پلیز مان جائیں نا۔" عاقب بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے سامنے نصب ایل۔ای۔ڈی میں خبریں دیکھ رہا تھا۔ہانیہ اس کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی۔جبکہ عاقب اسے فل نظرانداز کیے ہوئے تھا۔

"عاقب پلیز..." ساجت بھرا لہجہ تھا۔

"نہیں۔"

"پلیز عاقب..."

نہیں بلکل نہیں۔"

ہانیہ کا منہ لٹک گیا۔اب اسے عملی حربہ استعمال کرنا تھا۔اس نے عاقب کا کسرتی بازو تھاما اور آہستہ سے جھک کر عاقب کے گال پہ بوسہ دیا۔

"پلیز مان جائیں۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عاقب نے اب بھی نظر انداز کیا تھا۔ہانیہ نے پھر آہستہ سے جھک کر عاقب کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

"اب تو مان جائیں۔"

عاقب اب بھی ہنوز اسی طرح چپ رہا۔ہانیہ نے پھر آہستہ سے جھک کر اس کی دونوں آنکھوں پہ بوسہ دیا۔اور سوالیہ نظروں سے عاقب کو دیکھا جو کہ اس کی طرف تو دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔اب بھی ٹی۔وی اسکرین کی جانب متوجہ تھا۔

ہانیہ کا چہرہ ایک دم سے مرجھا گیا۔سارے حربے ناکام چلے گئے تھے۔وہ مایوس ہو کر عاقب سے دور ہوئی اور بیڈ پہ سے اٹھنے لگی۔عاقب نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اپنی طرف کھینچا تھا۔ہانیہ اب عاقب کی گود میں تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے کوشش کروں گا۔"عاقب نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔وہ کہاں اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔اور جب بیوی اتنے پیار سے منائے گی تو شوہر کیسے نہ مانے گا۔

ہانیہ کا چہرہ ایک دم سے کھل اٹھا تھا۔اور عاقب یہی تو دیکھنا چاہتا تھا۔

"آئی لو یو عاقب۔مجھے پتہ تھا آپ مان جائیں گے۔"ہانیہ ضرورت سے زیادہ ہی پرجوش ہوئی تھی۔عاقب اپنی جگہ ساکت ہی تو ہو گیا تھا۔کتنی جھلی تھی وہ لڑکی۔

عاقب نے بھی جھک کر اس کے گال، آنکھیں اور پیشانی پہ بوسہ دیا۔ وہ خوش ہی تو ہوا تھا اس کے اظہارِ محبت پہ۔

"لو یو ٹو۔" عاقب نے اس کا سر اپنے کندھے پہ رکھا اور اس کے گرد اپنا حصار باندھ لیا۔

"اووووووہ!..."اس کے چہرے کی سرخی دیکھ کر وہ تینوں ہی سمجھتے ہوئے بولے۔

"کیا اوووہ؟...ہاں... کیا سمجھے ہو تم سب؟" ہانیہ غصہ ہی تو ہوئی تھی۔

"اللہ اللہ... چیختی کیوں ہو لڑکی۔ ظاہر ہے تم بیوی ہو انکی۔ وہ ساری باتیں مانتے ہوں گے تمہاری۔" داور اسے ہلکا کرنا چاہا تو محترمہ شوخی ہی ہو گئیں۔

"بلکل ایسا ہی۔"

"جنت وہ دیکھو کیفے ٹیریا۔ میں تمہیں وہاں سے کچھ کھلاتا ہوں۔" ارسلان نے کہتے ساتھ ہی جنت کا ہاتھ تھاما اور یہ جا وہ جا۔ ہانیہ کا تو بی۔پی ہی لو ہو گیا تھا اور داور تو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو چکا تھا۔ وہ مشتعل ہو کر ان دونوں کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا سب کچھ تہس نہس کر دے۔ اس نے غصے سے اپنے پہلو میں کھڑی ہانیہ کو دیکھا۔ مگر وہ ہوتی تو نظر آتی نا۔ زمین پہ نیم کے پتوں کی چھوٹی سی ٹہنی گری پڑی تھی۔ مگر محترمہ نا جانے بوتل کے جن کی طرح کہاں غائب ہو چکی تھیں۔

"آخرکار تم تینوں نے اپنی ماں کا سسر بھی مار دیا۔" شہریار ان تینوں کے اوپر کھڑا اچلا رہا تھا جو منہ لٹکائے اس کی جھاڑ سن رہے تھے۔

"تم تینوں کبھی اپنی ماں کو مار کر، کبھی ماں کا سسر مار کر، کبھی بہن کا سسر مار کر، کبھی دوست کا سسر مار کر جنت کو ایمو شنل بلیک میل کرکے چھٹی لے کر گاؤں بھاگ جاتے ہو۔"

عظیم، علی اور بشیر کی اچھی خاصی کتے والی ہو رہی تھی۔

جنت کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی تو شہریار کی نظر گیٹ کی جانب اٹھی۔ان تینوں نے بھی جنت کی گاڑی کی جانب دیکھا۔ جنت گاڑی سے اتری اور ان تینوں کو حیران کن نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر چلتی چلتی ان تک آئی۔

"آؤ گڑیا۔ صرف تمہاری کسر رہتی تھی پوری کر دیتا ہوں ابھی۔ یہ... یہ نمونے دیکھ رہی ہو۔ جن کو ہر بار تم چھٹی عنایت کر دیتی ہو۔ دیکھو ان کی شکل غور سے۔ لعنتیں پڑی ہوئی ہیں جھوٹ بول بول کر۔" شہریار کو اچھی خاصی تپ چڑھی ہوئی تھی۔

"کیا آپ تینوں نے پھر مجھ سے جھوٹ بولا؟" جنت استفسار رہی تھی۔ اور وہ تینوں خاموش کھڑے رہے۔

"بہت اچھا کیا جو مجھ سے جھوٹ بولا۔ رکیں اندر انعامِ عظیم رکھا ہے وہ لے کر آتی ہوں آپ تینوں کے لیے۔" جنت نے طنز کیا تھا۔

"لانے کی کیا ضرورت ہے جنت آپی۔ یہ ہمارے پاس ہی تو کھڑا ہے۔" بشیر نے عظیم کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ انعامِ عظیم نہیں گناہِ عظیم ہے۔" شہریار نے ایک اور دفعہ انہیں جھڑکا۔

"مجھے اب آپ تینوں سے بات ہی نہیں کرنی۔" جنت ناراضگی سے گویا ہوئی۔

ان تینوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور اپنی جیب سے کچھ نکالا۔

"جنت آپی ہم آپ کے لیے کچھ لائیں ہیں۔" علی نے اپنے پیلے زرد دانتوں کی نمائش کی اور ساتھ ان تینوں نے جنت کی طرف تین مڑے تڑے اور آدھے ٹوٹے ہوئے پھول بڑھائے۔

جنت کی ساری ناراضگی اڑن چھو ہوئی تھی۔ اور شہریار اس کو تو ان پھولوں کو دیکھ کر ہی کچھ ہو رہا تھا۔ پھولوں کا حشر نشر ہوا پڑا تھا۔ اور جنت انہیں ہی دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ جنت باری باری ان تینوں سے پھول لے لیے۔ شہریار بس آنکھیں پھاڑے یہ سب دیکھتا رہا۔

داور کی بائک بھی گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔وہ بائک سے اتر کر سید ھا ان کی طرف آیا تھا۔

عظیم،بشیر اور علی کو دیکھ کر وہ بھی ان کی اچھی خاصی خبر لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"آ گئے تینوں شہزادے اپنے محل میں واپس۔"داور نے بشیر کی گردن اپنے بازو میں دبوچتے ہوئے کہا۔

"چھوٹے خان!...وہ...وہ..."

"ہاں ہاں وہ...وہ... تمہاری ماں کا سسر مر گیا تھا نا۔مجھے پتہ ہے۔"داور نے جملہ مکمل کیا۔ان تینوں نے خوف سے اپنا تھوک نگلا۔شہر یار کا فون بجا تو وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"داور انہیں کچھ مت کہو۔"جنت نے بے چارگی سے کہا۔ان تینوں کی تو باچھیں کھل گئیں۔

داور نے خونخوار نظروں سے جنت کو دیکھا۔

"یہ...یہ جو تم ہو نا ان کی حمایتی بنی پھرتی۔آج تمہیں بھی سزا ملے گی۔"

جنت نے اسے گھورا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بشیر، عظیم اور علی !..." داور نے تیزی سے انہیں مخاطب کیا تو وہ سا وددھان ہو کر کھڑے ہو گئے۔

"آج گھر سمیت پورے لان کی صفائی تم تینوں کرو گے۔ بہت کر لی تم تینوں نے چوکیداری۔ اب زرا اپنے ہاتھ کا بھی کمال دکھاؤ۔ اور جنت تم !..." آخر میں جنت کو مخاطب کیا۔

"تم چلو زرا میرے ساتھ۔" داور نے جنت کی کلائی پکڑی اور اسے کھینچتے ہوئے اندر کی جانب بڑھا۔

"ابھی میں شہریار بھائی کو بتاتا ہوں کہ آج تمہارے ٹیسٹ میں کتنے نمبر آئے ہیں۔"

جنت کے تو اوسان ہی خطا ہو گئے۔ وہ ٹیسٹ تیار کرنا بھول گئی تھی۔ اس لیے بڑے ہی کوئی برے نمبر آئے تھے ٹیسٹ میں۔

"د...داور !...داور پلیز...بھائی کو نہ بتاؤ۔ داور میں ٹیسٹ تیار کرنا بھول گئی تھی۔" جنت نے صفائیاں پیش کرنا شروع کی۔

"کھانا کھانا بھول جاتی ہو؟" وہ کڑے تیوروں سے پوچھ رہا تھا۔ اور پھر شہریار کے پاس پہنچ کر ہی دم لیا۔ شہریار فون سن رہا تھا۔

"اوکے !..." شہریار نے کہہ کر فون بند کیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

جنت کی حالت خراب ہونے لگی۔اسے تواداکاری بھی نہیں آتی تھی کہ بے ہوش ہو جاتی۔

"شہریار بھائی آپ کو پتہ ہے یہ جنت..."داور کچھ کہہ رہا تھا کہ شہریار نے اس کی بات کاٹی۔

"تمہیں معلوم ہے کہ کس کا فون تھا۔"خوشی تو شہریار کے انگ انگ سے چھلک رہی تھی۔

"نہیں۔لیکن میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ جنت..."داور تو اپنی ہی کہے جا رہا تھا جب شہریار نے ایک بات پھر اسے ٹوکا۔

"عاقب کا فون تھا۔"

"جس کا مرضی فون ہو میں یہ کہہ رہا تھا کہ جنت...کیا؟"آخر میں اس کی عقل جو اس کے دماغ کی لوکیشن بھول گئی تھی واپس آچکی تھی۔وہ شاکڈ تھا۔اسے ہانیہ کی بات یاد آئی۔

"کیا کہہ رہے تھے وہ؟"

جنت نے شکر کا کلمہ پڑھا۔شکر ہے وہ اس کے ٹیسٹ والے موضوع سے تو ہٹا۔

"کہہ رہا کہ عنایہ کے گھر والے شادی ہے لیے مان گئے ہیں۔"شہریار نے بم ہی تو بلاسٹ کیا تھا۔

"کیا؟"جنت متعجب تھی۔

"زیادہ شاکڈ ہونے کی ضرورت نہیں ہے ڈفر۔یہ سب ہانی کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"یہ ڈفر کسے کہا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"میں تمہارے بال جھڑ دوں گی۔"

"روکو کس نے ہے؟"

"ایک منٹ ایک منٹ...ہانی کی وجہ سے مطلب؟"شہریار نے مضطرب ہو کر استفسار کیا۔

"ہاں نا۔اسی نے تو عاقب بھائی کو منایا تھا اس کام کے لیے۔ورنہ عاقب بھائی ماننے والی چیز ہیں بھلا۔"

"مجھے پتہ تھا میری اکلوتی بہن ہی کچھ کرے گی۔تم دونوں تو کسی کام کے ہی نہیں ہو۔"شہریار کے کہنے کی دیر تھی داور سے زیادہ جنت کو صدمہ لگا تھا۔

"اکلوتی بہن؟...ہانی...اور میں؟مجھے نالی سے اٹھایا تھا کیا؟"جنت جذباتی ہوئی تھی۔

"نہیں میری گڑیا۔ایسا نہیں ہے میں نے تمہیں نالی سے نہیں اٹھایا تھا۔" شہریار نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔"بلکہ ماما بابا نے تمہیں نالی سے اٹھایا تھا۔"

داور ایک زوردار قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔جبکہ جنت نے اس کے پیٹ پہ اپنی کہنی رسید کی تھی۔

"آہ..."

◈.........◈.........◈

"جنت کیسی ہو؟ پتہ ہے میں تمہارا کب سے انتظار کر رہا تھا۔" ارسلان نے داور اور جنت کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا۔

ارسلان خود بھی اس وقت ہانیہ کے ساتھ کھڑا تھا۔

داور کی بھویں چڑھ گئیں۔

"میں بھی...میں بھی انتظار کر رہی تھی تم دونوں کا۔" ہانیہ نے داور کے تاثرات جانچتے کہا۔

"ارسلان اور ہانیہ تم دونوں بہت اچھے ہو۔" جنت بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"ہمیں معلوم ہے کوئی نئی بات بتاؤ۔" ارسلان زرا دیر کو شوخا ہوا۔

"پتہ ہے شہریار بھائی بہت خوش ہیں!"

"وہ تو ہوں گے۔ان کے تو بگلوں سے بھی ہاسے نکل رہے ہوں گے۔"ارسلان نے شرارت سے کہا۔

"یہ بتاؤ تم کتنی خوش ہو؟"اب وہ جنت سے پوچھ رہا تھا۔

"میں بہت بہت زیادہ خوش ہوں ارسلان۔"جنت کا چہرہ خوشی سے لال ٹماٹر ہو رہا تھا۔

"آں!...اگر تم خوش ہو تو جنت میں بھی بہت خوش ہوں۔مجھے تمہاری خوشی بہت عزیز ہے۔"ارسلان کے تاثرات محبت لیے ہوئے تھے۔اور یہاں پہ داور کا دل بار بار ڈول رہا تھا۔اداکاری ارسلان کر رہا ہوتا تھا لیکن ڈر ہانیہ کو لگا رہتا تھا معلوم نہیں کس چیز کا۔اس لیے جلدی سے ہڑ بڑا کر جنت سے مخاطب ہوئی۔

"جنت!...مجھے واشروم جانا ہے۔کیا تم میرے ساتھ چلو گی؟"

"ہاں ہاں چلو ہانی۔"یہ کہتے ساتھ وہ دونوں وہاں سے نکل لیں۔ارسلان اپنی آنکھوں میں زبردستی والا پیار گھسیڑ کر جنت کو دور جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔داور نے پہلے ارسلان کا چہرہ دیکھا اور پھر جاتی ہوئی جنت کو۔

"ارسلان زرا تمیز سے۔بیوی ہے وہ میری۔"داور کو اس وقت حد سے زیادہ غصہ آیا تھا ناجانے کیوں۔اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔اس لیے بے اختیار وہ کہہ اٹھا۔

ارسلان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اچھا؟ تو تمہیں یاد ہے کہ وہ تمہاری بیوی ہے؟" ارسلان نے یک طرفہ مسکراہٹ کے ساتھ طنز کیا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" داور کی آنکھوں میں طیش آیا۔

"پسند نہیں کرتے تم اسے۔ یاد ہے نا؟ تو پھر یہ دکھاوا کس چیز کا؟ اب بیچاری جنت ساری زندگی تمہاری اس ناپسندیدگی کے ساتھ ذلیل و خوار تو نہیں ہو سکتی نا!" صرف اتنی سی بات کہہ کر وہ داور کو سب کچھ جتا گیا۔ اور داور کو وہیں شاکڈ کھڑا چھوڑ کر چلا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

داور اپنی ہی کیفیات سمجھنے سے قاصر تھا۔

'کیا ارسلان جنت سے محبت کرتا ہے؟' سب سے پہلی سوچ یہی اس کے دماغ میں آئی تھی۔

'کیسی باتیں کر رہے ہو داور! وہ اپنی باتوں سے سب کچھ جتا گیا ہے' یہ سوچ اس کے مشتعل ہونے کا باعث بنی تھی۔

'اب اور نہیں داور، وہ میری ہے۔'

"سنو!..." داور نے ہانیہ کو پیچھے سے آواز دی۔ہانیہ اپنی جگہ ساکت ہوئی۔

'ہائے اللہ! کہیں یہ ارسلان اور جنت کے بارے میں ہی سوال نہ کر لے مجھ سے' خوف سے سوچتی وہ آہستہ سے پیچھے مڑی۔

"ہاں جی داور!..." اتنی تمیز سے داور کو کہا گیا تھا جتنی کہ ہانیہ نے اپنی پوری سات نسلوں میں بھی کسی کے لیے استعمال نہ کی ہو گی۔

"جنت کہاں پہ ہے؟"

"وہ...وہ جنت!..." ہانیہ نے تھوک نگلا۔

"اب بولو بھی!..." داور اکتایا۔

"وہ شاید ارسلان کے ساتھ گئی ہے کہیں پہ شاید..." یہ کہہ کر ہانیہ نے داور کے تاثرات دیکھے تو وہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی۔

"شہریار بھائی!... آپ یہاں۔" ہانیہ نے داور کے پیچھے حیرانی سے دیکھتے کہا۔داور نے فوراً سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔وہاں شہریار تھا نہ کوئی بندے کی ذات۔ہانیہ نے اسے الو بنایا تھا۔اس نے واپس مڑ کر ہانیہ کو دیکھا مگر وہ ہوتی تو نظر آتی نا۔

"ان دونوں بھابھی دیور کو تو میں دیکھ لوں گا اچھے سے۔" وہ بڑبڑایا۔

رات کا وقت

جنت اپنا کمرہ سمیٹتے ہوئے مسلسل مسکرا رہی تھی جب داور کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اس وقت سادہ سے حلیے میں ٹی شرٹ پہ ٹراؤزر پہنے ہوئے تھا۔

جنت کو کچھ سوچ کر مسکراتے دیکھ اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

"ارسلان کے بارے میں سوچ رہی ہو؟" وہ بھویں چڑھائے پوچھ رہا تھا۔

جنت نے پہلے اسے حیرانی سے دیکھا پھر مسکرا اٹھی۔

"تمھیں کیسے پتہ؟"

داور کے تو مانو سر پہ لگی تلوؤں پہ بجھی۔

"کیا بات یاد آگئی تمھیں اس کی کہ اس طرح مسکرا رہی ہو؟" وہ انگارے چبا کر گویا ہوا تھا۔ جو کہ جنت نے بلکل محسوس نہ کیا تھا۔

"ارسلان کتنا اچھا ہے نا؟ وہ کتنی اچھی باتیں کرتا ہے۔" آج جنت کے لہجے میں داور سے بات کرتے ہوئے نہ ہی کوئی کرواہٹ تھی نہ ہی لہجے میں تلخی۔ اور یہی داور کو شدت سے چبھا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsanay|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اس سے ایسے کیسے بات کر سکتی تھی؟ اتنی تمیز کے ساتھ۔ وہ تو اس کے تلخ جملے اور طنزیہ باتیں سننے کا عادی تھا۔ لیکن آج وہ ارسلان کے بارے میں اس سے بات کرتے ہوئے کتنی خوش تھی۔ آخر کیا جادو کیا تھا ارسلان نے اس پہ؟

"کیا تمہیں ارسلان پسند ہے؟" وہ اپنے اوپر جبر کیے کچھ سوچے سمجھے بغیر پوچھ بیٹھا۔

"ہاں بہت۔ کیونکہ وہ بہت اچھا ہے۔" جنت اس کے لفظوں کی گہرائی نہیں سمجھی تھی۔ اگر سمجھ لیتی تو ایسا کبھی نہ کہتی۔

داور تیزی سے جنت کی طرف بڑھا اور اسے دیوار کے ساتھ پن کیا اور پھر غراتے ہوئے گویا ہوا۔

"تم ایک نہایت ہی غلیظ عورت ہو۔" صرف اتنا کہہ کر وہ جنت کو جھٹکے سے چھوڑتا کمرے سے نکل گیا۔

جنت کو لگا کسی نے زوردار طمانچہ مارا تھا اس کے ضمیر پہ۔ وہ اس کے کردار کی دھجیاں اڑا کر گیا تھا۔ اس کا دل بہت بری طرح سے ٹوٹا تھا۔ وہ پہلے بھی اسے بہت سے برے القابات سے نواز چکا تھا لیکن کبھی اس کے کردار کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ لیکن آج وہ سیدھے طریقے سے اس کے کردار کو داغدار کہہ کر چلا گیا تھا۔ آنکھو میں اچانک نمی در آئی تھی۔

۞......۞......۞

عنایہ اپنے کل کے ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی جب اس کا فون بجا۔اس نے یہ دیکھے بغیر ہی فون کان سے لگالیا کہ کال کسی unknown نمبر سے آ رہی ہے۔

"عائشہ ! تم بلکل بھی فکر نہ کرو۔ تم بس اپنی امی خیال رکھو۔ میں ٹیسٹ کی ساری تیاری کر رہی ہوں، کل میں تمہیں سارا ٹیسٹ کروادوں گی۔امی کی صحت ٹیسٹ سے زیادہ ضروری ہے۔" وہ اگلے کی سنے بغیر خود ہی سے اپنی معصوم آواز میں شروع ہو چکی تھی۔

"محترمہ پہلے یہ تو پتہ کرلیں فون کس کا ہے۔" شہر یار ہنسا تھا۔عنایہ نے فون کان سے ہٹا کر سکرین پہ دیکھا جہاں کسی Unkonwn نمبر سے کال آ رہی تھی۔ پھر واپس کان کے ساتھ لگایا۔

"جی کون بات کر رہا ہے؟" عنایہ کی آواز باریک تھی، بلکل بچوں جیسی۔ فون پہ بات کرتا شخص اس کی آواز سن کر اسے دس سال کی بچی ہی تصور کرتا۔ مگر سامنے شہر یار تھا۔اسے اس کی آواز اور بولنے کا معصومانہ انداز ہی تو پسند تھا۔

"شہر یار بات کر رہا ہوں۔" شہر یار بغیر کسی تمہید کے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جی کون شہریار؟"عنایہ کو سچ میں اندازہ نہیں تھا کہ کون شہریار۔

"میں نے یہ پوچھنے کے لیے فون کیا ہے کہ آپ کے منگیتر کا نام کیا ہے؟"شہریار مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ مخاطب تھا۔

"جی ان کا نام تو شہریار ہے۔لیکن آپ نے ان کا پوچھنے کے لیے مجھے کیوں فون کیا؟بلکہ رکیں میں آپ کی بات بابا سے کرواتی ہوں۔ان سے پوچھ لیجیئے گا ان کے بارے میں۔مجھے زیادہ تو نہیں معلوم ان کے بارے میں۔بس ایک نام ہی معلوم ہے۔"عنایہ کو مایوسی سے زیادہ شرمندگی ہوئی کہ اسے شہریار کے بارے میں زیادہ نہیں معلوم۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور فون کے دوسری طرف شہریار کا دل کیا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"او بی بی!...میں تمہارا منگیتر ہی بات کر رہا ہوں۔"

عنایہ کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔وہ کیسے بے فکر ہو کر اس سے بات کر رہی تھی تھوڑی دیر پہلے۔

"جی وہ!...جی وہ!...وہ...وہ آپ کو بابا سے بات کرنی ہے؟میں...میں...کرواتی ہوں آپ کی بات۔"وہ ہڑبڑا کر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر تمہارے بابا سے بات کرنی ہوتی تو میں انہیں ہی فون کرتا۔تمہیں کیوں کرتا؟"

"جی!...ٹھیک ہے میں...میں آپ کو نمبر دے دیتی ہوں ان کا۔" عنایہ نے خوف سے تھوک نگلا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو لڑکی۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" شہریار بادل نخواستہ بولا کہ کہیں سچ میں ہی بات نا کروادے اپنے ابا حضور سے۔

"جی...جی مجھ سے کیا بات کرنی ہے آپ کو؟" عنایہ کا دل رفتار کے ساتھ دھڑک نہیں بلکہ دوڑ رہا تھا۔

"ظاہر ہے ہماری شادی ہونے والی ہے۔ تمہیں نہیں لگتا کہ ہمیں ایک دوسرے سے بات کرنی چاہیے۔ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے۔" وہ بہت چاہت سے کہہ رہا تھا۔

"کیا ہم شادی کے بعد ایک دوسرے کو سمجھ لیں؟ وہ میرا کل ٹیسٹ ہے۔بہت ضروری ٹیسٹ۔ عائشہ، مریم، رائمہ، لائبہ، آنیلہ، زوبیہ، نگہت، انعم ان سب کو میں نے ہی ٹیسٹ کروانا ہے۔ وہ سب بیچاری بہت پریشان ہے کچھ پرسنل ایشوز کی وجہ سے، جس کی وجہ سے وہ ٹیسٹ تیار نہیں کر سکتیں۔ میں نے سوچا میں ان کی مدد کر دوں گی تو ان کا بھلا ہو جائے گا۔"

بے شک عنایہ کو بے وقوف بنانا بہت آسان تھا۔

"یہ بھلا نہیں ہو گا بلکہ نقصان ہو گا ان کا۔" شہریار اسے سمجھانے لگا۔

"وہ کیسے؟" وہ نا سمجھی۔

"دیکھو!... سنو... میں تمہیں بتاتا ہوں کیسے!... اور یہ بھی سیکھاتا ہوں کے لوگوں کے ہاتھوں کیسے بے وقوف نہیں بنا جاتا۔" یہ کہتے ساتھ شہریار کا نہ ختم ہونے والا لمبا لیکچر شروع ہو گیا۔ اور عنایہ نہایت ہی شاکڈ کے ساتھ اپنے بے وقوف بن جانے والے کارنامے سن رہی تھی۔

ایسے ہی انہیں باتوں کو موضوع میسر ہو چکا تھا۔ جس کے ذریعے شہریار اس سے ڈھیروں باتیں بھی کر چکا تھا۔

......۞......۞......۞

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ یعنی داور کی چائے کا وقت ہو چلا تھا۔ جنت میں بہت کچھ تبدیل ہوا تھا۔ وہ داور کے لیے بہت ہی پیار سے چائے بنا رہی تھی۔ وہ داور کے رویے سے دکھی ضرور تھی لیکن یہ سوچ کر خاموش ہو گئی کہ شاید اسے کسی اور بات کا غصہ ہو گا جو وہ اس پہ نکال گیا تھا۔

وہ چائے ٹرے میں رکھتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ داور کے کمرے کے قریب پہنچ کر اس نے دروازے پہ ہلکی سی دستک دی۔ یہ دوسری تبدیلی آئی تھی جنت میں۔

"آجاؤ۔" داور نے اجازت دی۔ وہ چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ داور بیڈ پہ بیٹھا تھا اور سامنے لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا۔ آس پاس کچھ کاغذات بھی بکھرے ہوئے تھے۔ وہ شاید کوئی اسائمنٹ تیار کر رہا تھا۔

"چائے..." جنت نے اس کے قریب آکر کہا۔ آج بولنے کے انداز میں بھی نرمی تھی۔

"مجھے طلب نہیں ہے آج۔ تم واپس لے جاؤ۔" داور نے اسے دیکھے بغیر اکھڑے اکھڑے لہجے میں کہا۔

"لیکن میں نے آج بہت دل سے بنائی ہے چائے۔" جنت کے انداز میں کوئی کمی نہ آئی۔

"جنت میرا سر نہ کھاؤ اور جاؤ یہاں سے۔" وہی اکتایا ہوا سا لہجہ۔

"اچھا میں چلی جاتی ہوں۔ یہ چائے میں یہاں رکھ رہی ہوں، پی لینا۔" کیا داور اس کے لہجے کی نرمی کو سمجھ نہیں پا رہا تھا؟ وہ اس کے اندر آئے بدلاؤ کو نہیں سمجھ پا رہا تھا؟ شاید وہ سب سمجھ رہا تھا۔ لیکن اس کی وجہ اسے کوئی اور لگ رہا تھا۔ ارسلان... ہاں ارسلان... وہ ہی تو وجہ تھا اس کے اس بدلاؤ کی۔

جنت ٹرے سائڈ ٹیبل پہ رکھنے ہی لگی تھی کہ داور ایک دم سے چیخا۔

"میں کہہ رہا ہوں نا جنت کے مجھے چائے نہیں پینی تو مطلب نہیں پینی۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جنت اس کے اچانک چیخنے پہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی، جس کی وجہ سے چائے کے کپ سے چند چھینٹے چھلک کر اس کے ہاتھ پہ گرے۔

جنت نے اپنی سسکی روکنے کے لیے ہونٹ دانتوں تلے دبائے۔ آنکھوں میں تکلیف سے پانی امنڈ آیا۔ان چند چھینٹوں کی وجہ سے نہیں، بلکہ داور کے رویے کی وجہ سے۔اگر وہ بدلی تھی تو داور میں بھی بدلاؤ آیا تھا۔پہلے اس کے لہجے میں وہ غصہ اور سختی نہیں ہوا کرتی تھی جو کہ آج تھی۔

جنت تیزی سے قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔داور نے جاتے ہوئے اس کی پشت کو گھورا اور ضبط سے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

اس نے جھٹ سے لیپ ٹاپ کی سکرین بند کی۔اب اس کے لیے کام کرنا نہایت ہی مشکل تھا۔

⟐......⟐......⟐

"سنو!..."

داور نے آج پھر ہانیہ کو پیچھے سے آواز لگائی تھی جو کہ ہاتھ میں سموسہ کھڑے کھا رہی تھی۔وہ پھر آج اکیلی کھڑی تھی۔کلاس ختم ہوتے ہی جب داور نے باہر نکل کر نظر دوڑائی تو جنت غائب تھی۔یہ سوچ اس کے غصے کا باعث بنی تھی کہ وہ ضرور ارسلان

کے ساتھ گئی ہے کہیں۔اس نے شہر یارس بھی رات کو اس معاملے پہ بات کی تھی لیکن عنایہ سے بات کرنے کی وجہ سے وہ اتنا خوش تھا کہ صرف اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ ، "کوئی بات نہیں داور، ارسلان اچھا بچہ ہے۔سب سے بڑھ کر وہ عاقب کا بھائی ہے اسے اس پہ یقین ہے۔وہ جنت کے ساتھ بھی ویسا ہی ہے جیسے ہانیہ کے ساتھ۔"

داور کو تب بہت غصہ آیا تھا۔شہریار کیوں نہیں سمجھ رہا تھا اسے؟کچھ ٹھیک نہیں تھا۔

داور کی آواز سنتے ہی ہانیہ جو کہ سموسہ چس لے لے کر کھا رہی تھی ایک دم سے اچھلی۔

"اللہ میاں !...یہ میرے پاس ہی کیوں آجاتا ہے۔اور دیکھتا تو ایسے ہے مجھے جیسے میں بچپن میں اس کی ہوم ورک والی کاپی پہ کچی پینسل پھیر دی ہو۔"ہانیہ نے کڑھ کے سوچا تھا۔

"ارے داور تم !...میں تمہیں ہی ڈھونڈ رہی تھی۔"ہانیہ بمشکل ہی مسکرائی تھی۔جھوٹ بولنے کی وجہ سے اس کا سموسہ نیچے گر چکا تھا۔داور نے اپنی مسکراہٹ دبائی،کیونکہ وہ گرے ہوئے سموسے کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس کا آخری من و سلویٰ ہو۔

"ہاں !...میں بھی تمہیں ہی ڈھونڈ رہا تھا۔"داور اس کے پاس آیا اور نیچے گرے ہوئے سموسے کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔اوپر ہوا میں اڑتے کوّے فوراً سے سموسے کی جانب

لپکے تھے۔"دو دن سے سب کچھ ڈگ مگ ہوا پڑا ہے، کچھ بھی ٹھیک نہیں چل رہا ہماری دوستی میں۔"

ہانیہ جو کہ ابھی تک کوّوں کے جھرمٹ میں پڑے اپنے سموسے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی داور کی بات پہ چونک کے اسے دیکھا تھا۔

"ایک منٹ!...دوست؟...کون دوست؟"ہانیہ کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

"ہم دوست..."داور اس کے لہجے پہ حیران ہوا تھا۔

"تم مجھے بھی اپنا دوست سمجھ رہے تھے کب سے؟"وہ آنکھیں نکالے پوچھ رہی تھی۔

"تو اور کیا!...کیا ہم نہیں ہیں۔"اب کے داور الجھا تھا۔

"دیکھو داور! ایک بات میری کان کھول کر سن لو۔میں نے تمہیں کبھی بھی اپنا دوست نہیں سمجھا اور نہ تم میرے دوست ہو۔"

یہ ہانیہ کیا کہہ رہی تھی۔داور کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔کیا وہ دوست نہیں تھے؟

لیکن ہانیہ کی اگلے جملے نے اسے ہنسنے پہ مجبور کر دیا۔

"میں نے تو بھائی سمجھا تھا تمہیں اپنا۔تم تو دوستی دوستی کھیلنے لگ گئے۔میرا بھائی بننا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تم کون اور میں کون۔"ہانیہ کا لہجہ حتمی اور سنجیدہ تھا، جبکہ داور ہنس رہا تھا۔

ہانیہ نے اسے ایسے گھورا جیسے کہہ رہی ہو سٹک وٹک تو نہیں گئے۔

"اب معلوم ہوا۔ شہر یار بھائی تمہیں اپنی اکلوتی اور پیاری بہن کیوں کہتے ہیں۔" وہ اپنی ہنسی پہ بمشکل قابو پائے گویا تھا۔ جبکہ ہانیہ کے کندھے فخر سے بلند ہوئے تھے۔

"شیری بھائی!..." ہانیہ نے داور کی پشت پہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"شیری بھائی؟... کون شیری بھائی؟" داور نے استفسار کیا۔

"ارے تمہارے شہر یار بھائی آرہے ہیں پیچھے۔"

"نہ نہ!... میری پیاری سی نئی نویلی بہنا! آج میں تمہارے جھانسے میں نہیں آؤں گا۔ پچھلی بار بھی اسی طرح الوبنایا تھا تم نے مجھے۔" داور اب اس کی کلاس لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"لیکن میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ اگر مجھے تمہیں الوبنانا ہی ہوتا تو میں شیری بھائی نہیں بلکہ شہر یار بھائی کہتی۔" محترمہ نے صاف جتادیا تھا کہ پچھلی بار اس نے شاید نہیں بلکہ یقیناً اسے الوبنایا۔

"اب بات نہ پلٹو۔ جلدی سے مجھے بتاؤ آخر یہ ارسلان کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔ وہ کیوں جنت کے آگے پیچھے گھومتا ہے۔ اس کہو کہ دور رہے جنت سے۔" وہ اب سختی سی گویا ہوا۔ سامنے بھی اداکارہ ہانیہ عاقب شاہ تھی۔

"تم کیا کہہ رہے ہو داور بھائی!...مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی۔"اُف کیا معصومیت تھی۔بلکہ معصومیت کا لوٹا بھر کر وہ اپنے اوپر انڈیل چکی تھی۔

"ہانیہ!..."اس بار داور نہایت ہی سختی سے گویا ہوا تھا۔

"داور!..."پیچھے سے شہریار چیخا تھا۔

داور بادل نخواستہ پلٹا تھا۔

"یہ کیسے بات کر رہے ہو ہانی سے۔"شہریار سختی سے بولا۔

"ارے شیری بھائی کیوں ڈانٹ رہے ہیں بیچارے کو۔وہ تو بس جنت کی فکر کرتا ہے اس لیے پوچھ رہا تھا کہ جنت کہاں پہ ہے۔میں نے بتایا بھی کہ جنت ارسلان کے ساتھ لائبریری گئی ہے مگر پھر بھی نہیں مان رہا۔میں کیوں جھوٹ بولوں گی بھلا۔میں بھی ابھی لائبریری سے سیدھا ادھر ہی آئی تھی کیونکہ مجھے بھوک لگی تھی۔"اداکاری میں تو پی ایچ ڈی کر رکھی تھی نا محترمہ نے۔

"شرم کرو داور!...آج کل تمہارا ذہن اتنا خراب کیوں ہو رہا ہے؟"شہریار تاسف سے کہہ رہا تھا جبکہ داور تو آنکھیں پھاڑے ہانیہ کو ہی گھوری جا رہا تھا جو مسکین سی شکل بنائے کھڑی تھی۔

"اب میری بیچاری بہن کو کیوں گھور رہے ہو۔ میں جانتا ہوں ہانیہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔" شہریار کے کہنے کی دیر تھی محترمہ نے بھی خود اعتمادی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بیچاری میں..."

"میری پیاری بہن کیسی ہے؟" اب وہ ہانیہ سے اس کا خیال دریافت کر رہا تھا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں شیری بھائی۔" وہ بھی خوشگوار لہجے میں چہرے پہ تبسم سجائے گویا ہوئی۔

"میری بہن کو بھوک لگی ہے؟"

ہانیہ نے زور زور سے سر ہلایا تھا۔

"آجاؤ!... آج میں تمہیں کینٹین سے کھلاتا ہوں۔ پھر ہم باتیں بھی کریں گے۔ میں آج اپنی بہن کے لیے ہی تو یہاں آیا ہوں۔" شہریار نے کہتے ہوئے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"ہاں ہاں!... جلدی سے چلیں بھائی۔" کہہ کر وہ دونوں ہی داور کو منہ لگائے بغیر چل دیے۔

آج میں سموسہ، چکن رول، بریانی، گول گپے سب کھالوں گی۔"وہ چلتے ہوئے شہریار سے کہہ رہی تھی اور شہریار اس کی ہر بات پہ اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔

داور تو بس انہیں جاتے ہوئے دیکھتا ہی رہ گیا۔

......

دو ہفتے گزر چکے تھے مگر کچھ بھی ٹھیک نہ ہو رہا تھا بلکہ الٹا بگڑتا جا رہا تھا۔داور کا لہجہ اب عجیب سے عجیب تر ہوتا جا رہا تھا جنت کے ساتھ۔اب وہ اس سے لڑتا نہیں تھا، بلکہ وہ تو اس سے اب بات بھی نہ کرتا تھا۔یونی میں نہ ہی گھر میں۔جب وہ بات ہی نہیں کرتا تھا تو ارسلان کے ایک دفعہ کہنے پہ ہی وہ اس کے ساتھ چل دیا کرتی تھی۔ہانیہ کبھی یہاں تو کبھی وہاں ہوا کرتی تھی۔اسے شٹل کاک بنا رکھا تھا ان سب نے۔کبھی وہ داور کے پاس چلی جاتی تو کبھی جنت اور ارسلان کے پاس۔کیونکہ داور اب ارسلان کے ساتھ بھی بات نہیں کیا کرتا تھا۔داور نے ہانیہ سے کئی بار جنت اور ارسلان کے مطلعق پوچھا تھا وہ بس یہ یہ ہی کہہ دیا کرتی تھی،"ان دونوں کا تعلق بھائی بہن والا ہے جس طرح کہ میرا اور تمہارا۔"مگر داور کو یقین نہ تھا۔جنت رات کو چائے دینے کے بہانے اس کے کمرے میں جایا کرتی تھی۔مگر داور روکھے انداز میں اسے رکھنے کا کہہ کر اپنے کام میں

مصروف ہو جاتا تھا۔وہ بات کرنے کی کوشش کرتی تو وہ خود ہی اپنے کمرے سے باہر نکل جایا کرتا تھا۔

وہ بہانے بہانے سے اس کے پاس جاتی تھی مگر اس کا جواب آگے سے کورا کرارا ہوا کرتا تھا۔

کبھی وہ کوئی ٹاپک سمجھنے جاتی تو داور یہ کہہ کر ٹال دیا کرتا تھا کہ اسے خود سمجھ نہیں آیا یہ ٹاپک،اور ابھی وہ مصروف ہے تو وہ وہاں سے جائے۔وہ آنکھوں میں آنسو لیے کمرے سے چل دیا کرتی تھی۔

"تم جنت کے ساتھ ٹھیک سے بات کیوں نہیں کرتے؟"

ایک دن ہانیہ نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا مطلب،میں تو ہمیشہ سے اس سے ایسی ہی بات کرتا ہوں۔"

"غلط... بلکل غلط! میں نے محسوس کیا ہے کہ پہلے تم لڑتے تھے، جھگڑتے تھے مگر اس لڑائی جھگڑے میں کچھ تھا۔اب یہی تو فرق ہے کہ تم اس سے لڑتے نہیں ہو۔اور جو بات کرتے بھی ہو اس لہجے میں عجیب سی سختی ہوتی ہے۔اگر وہ خود تم سے بات کرنے کی کوشش کرے تو تم اسے ایسے گھورتے ہو جیسے خدانخواستہ اس نے چار پانچ قتل کر دیے ہوں۔"

"میں ایسا ہی تھا۔ ہمیشہ سے۔" کہتے ساتھ وہ ہانیہ کو وہیں کھڑا چھوڑ کر چل دیا۔

"وہ تمہارے رویے سے ہرٹ ہوتی ہے داور۔" وہ پیچھے سے بولی۔

داور نے طنزیہ مسکراتے ہوئے اپنا سر جھٹکا۔ "واٹ ایور۔"

"وہ تم سے محبت کرتی ہے۔"

اس بار وہ رکا تھا۔ وہ ایڑھی کے بل پیچھے مڑا اور حیرت سے ہانیہ کو دیکھا۔

"اور یقیناً یہ بھی تم نے محسوس کیا ہوگا۔" وہ آنکھیں چھوٹی کیے پوچھ رہا تھا۔

ہانیہ نے تاسف سے اسے دیکھا اور چلتے چلتے اس کے قریب آئی۔

"محسوس تو تمہیں ہونا چاہیے تھا داور۔ مگر تم نے نہیں کیا۔"

"اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے آ کر بتاتی۔"

"یہی تو بات ہے۔ تم اسے بولنے کا موقع ہی کب دیتے ہو؟"

"پلیز ہانی!..." اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ کر وہ پھر چل دیا۔

"تم پچھتاؤ گے داور۔"

اس بار داور اس کی کسی بھی بات پہ کان دھرے بغیر چلتا گیا تھا۔ ہانیہ نے تاسف سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

آج وہ سب لوگ عنایہ کے گھر پہ موجود تھے۔آج ان لوگوں نے شادی کی ڈیٹ فکس کرنی تھی۔سب بہت خوش تھے۔شہریار اور عنایہ کو علیحدہ علیحدہ سنگل صوفے پہ بٹھایا ہوا تھا۔وہ دونوں بہت پیارے لگ رہے تھے ایک ساتھ۔عنایہ شرمائی ہوئی سی تھی۔اور شہریار تو حد سے زیادہ خوش تھا۔

جنت بھی بہت پیارا تیار ہوئی تھی۔وہ سفید شموز کی سادہ سی کیپری اور قمیض پہ سرخ کامدار دوپٹہ لیے ہوئے تھی۔اوپر سے اس کی آنکھوں پہ موجود چکور سا چشمہ اور اس کے باب کٹ ہیئر اسے نہایت خوبصورت بناتے تھے۔داور آج چاہ کر بھی اس کے سراپے پہ سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔کچھ تھا جو اس کی طرف کھینچ رہا تھا۔ہاں...شاید نکاح کی طاقت۔

آج تو ہانیہ بھی عاقب پہ بجلیاں گرا رہی تھی۔وہ سفید رنگ کے فینسی کے نفیس اور خوبصورت ڈریس میں ملبوس تھی۔سر پہ سفید شموز کا حجاب لیے وہ نہایت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔چشمہ تو اس کے بھولپن سے چہرے کو چار چاند لگائے ہوئے تھا۔عاقب کی تو نظر ہی نہیں ہٹ رہی تھی۔اوپر سے محترمہ نے آج ہلکا ہلکا سا میک اپ بھی کر رکھا تھا۔بھرپور ہتھیاروں سے لیس ہو کر آئی تھی وہ۔گھر میں تو عاقب نے اسے دیکھا ہی تب تھا جب محترمہ تیار ہو کر آئی اور سیدھا گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھ

گئی، کیونکہ ارسلان عاقب کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔ وہ شیشے سے مسلسل ہانیہ کو حیرت سے دیکھ رہا تھا جب ارسلان کھنکارا تھا۔

"آہم آہم بھائی!...آپ کی ہی بیوی ہے جتنا مرضی دیکھ لیجیئے گا لیکن فل حال گاڑی چلائیے۔ ماما کب سے مجھے فون کر کر اچھی خاصی سنا چکی ہیں کہ جلدی پہنچو۔ آپ کو تو ایک حرف کہنا بھی گناہ لگتا ہے انہیں۔" کہتے ساتھ اسے اپنا دکھ بھی یاد آ چکا تھا۔ عاقب نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا تو اس کی چلتی زبان کو تالا لگا تھا۔

"داور، جنت کو دیکھ رہا ہے، بھائی ہانیہ کو دیکھ رہے ہیں، شہریار بھائی عنایہ کو۔ بھلا میں کس کو دیکھوں؟ یہ عالیہ کو بھی ابھی ہی جانا تھا کیا؟" ارسلان کی تو دہایاں ہی ختم نہیں ہو رہی تھی۔ "اوپر سے میڈم صاحبہ ناراض ہیں مجھ سے۔ مجال ہے جو ان سترہ دنوں میں ایک بار بھی اس نے میری کال اٹھائی ہو۔"

"کیا کروں کیا کروں؟... یہ داور بھی ناراض ہے مجھ سے۔ میں کس سے بات کروں۔" وہ نہایت ہی بور ہو رہا تھا۔

جنت اکیلی کھڑی تھی، اس کی ہیل میں دوپٹہ اٹک گیا تھا وہ اسے نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ارسلان نے داور کو دیکھا تو اس کی توجہ کا مرکز جنت ہی تھی۔ داور سب کچھ بھلائے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے قریب گیا اور نیچے جھک کر بیٹھ گیا۔ آہستہ سے اس

کی ہیل سے دوپٹہ نکالا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ جنت کو دیکھے بغیر وہ واپس جا چکا تھا اور عاقب کے ساتھ گفتگو میں محو ہو گیا۔

کچھ لمحوں کا کھیل تھا اور جنت یک دم سے بلش ہوئی تھی۔ ارسلان اس کے پاس پہنچا اور اسے کچھ کہنے لگا، جس کی وجہ سے وہ اور زیادہ بلش کرنے لگی۔ داور نے کنکھیوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔ جہاں ارسلان کھڑا جنت سے ناجانے کون سی تعریفیں کر رہا تھا جسے سن کر وہ بلش کر رہی تھی۔ یہ منظر اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔ ماتھے پہ بل اور سرخ چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ غصے میں ہے۔

"تم ٹھیک ہو؟" عاقب نے اس کے تاثرات نوٹ کرتے پوچھا۔

"جی! میں... میں ٹھیک ہوں۔" اس نے ایک آخری نظر جنت اور ارسلان پہ ڈالی تھی اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ عاقب نے اس کے تعاقب میں دیکھا تو چہرے پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔ اسے ہانیہ کی بات یاد آئی تھی۔

"افوہ!... یہ ارسلان بھی جب دیکھو باتوں میں لگا رہے گا۔ کوئی کام نہیں کے اس کو۔ اب بھی جنت سے گپے ہانک رہا ہے، گھر میں بھی سارا دن اسی کی تعریفیں کرتا رہے گا۔" عاقب نے ارسلان کو دیکھتے اداکاری سے کہا، پھر کنکھیوں سے داور کو دیکھا جس کا رنگ فق ہو چکا تھا۔

"خیر! بہت پیاری بچی ہے جنت۔ ارسلان بھی سارا دن اس کی تعریف کرتا رہتا ہے تو میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نا میں..." عاقب نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر داور کو دیکھا جس کا چہرہ بلکل سپاٹ ہو چکا تھا۔

"کیا سوچا آپ نے؟" داور کا یہ پوچھتے ہوئے سانس بلکل حلق میں اٹک چکا تھا۔

"کچھ نہیں۔ مجھے شاید ہانیہ بلا رہی ہے۔" یہ کہہ کر عاقب مبہم سی مسکراہٹ لیے وہاں سے چلا گیا۔

داور کو اس سارے ماحول سے اب گھٹن ہونے لگی تھی۔ دل یک دم سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ اس نے دوبارہ ارسلان اور جنت کی طرف دیکھا جہاں وہ دونوں اب بھی کھڑے اسی طرح باتیں کر رہے تھے۔ اب مزید اس کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ تیزی سے جنت کی طرف بڑھا اور اس کی کلائی سختی سے تھام لی۔ جنت نے متعجب ہو کر اسے دیکھا۔ جبکہ وہ ارسلان پہ سخت نظر ڈالتا جنت کو تقریباً گھسیٹنے کے سے انداز میں عنایہ کے کمرے میں لایا تھا۔ ارسلان بھی مضطرب ہو کر اس کے پیچھے لپکا تھا۔ موسیقی کے شور اور باتوں میں گم کسی نے بھی یہ منظر نہ دیکھا تھا۔

عنایہ کے کمرے میں پہنچ کر داور نے جھٹکے سے اسے سامنے چھوڑا۔وہ لڑکھڑا کر گرتے ہوئے بچی تھی۔ابھی وہ بمشکل سے سنبھلی بھی نہ تھی کہ داور کے اگلے عمل نے اسے ساکت کر دیا۔

"چٹاخ!..."

ایک زوردار تھپڑ کی آواز پورے کمرے میں گونجی تھی۔عنایہ گال پہ ہاتھ رکھے منجمد تھی۔وہ بے یقین تھی۔اس اچانک افتاد پہ اس کا چشمہ بھی کہیں دور جا گرا تھا۔

ارسلان جو بھاگتا ہوا کمرے میں آیا تھا یہ منظر دیکھ کر اسے ایک دم سے بریک لگی تھی۔

جنت نے دھندلاتی ہوئی نظروں سے داور کو دیکھا پھر پیچھے کھڑے ارسلان کو،اور مجرموں کی طرح نظریں جھکا گئی۔ناجانے اس کا جرم کیا تھا؟

ارسلان تیزی سے آگے بڑھا اور ان دونوں کے درمیان آ کر داور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"تم پاگل ہو؟یہ کیا حرکت تھی؟"ارسلان بے یقین ہی تو تھا۔اسے داور سے تو بلکل بھی ایسی امید نہ تھی۔

"یہ...یہ تم پوچھ رہے ہو؟"داور نے طنزیہ ہی تو کہا تھا۔ارسلان نے نا سمجھی اور اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے ارسلان؟ جو مٹر گشتیاں تم دونوں کرتے پھر رہے ہو کیا مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ ناجانے یونی میں کلاس لینے کے بعد تم دونوں کہاں غائب ہو جاتے ہو، کیا کرتے پھرتے ہو۔" داور کا لہجہ زہر خند تھا۔ ارسلان کی حیرت عروج پہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ جیلس ہو رہا ہے۔ مگر جیلسی میں وہ اس طرح کا ہو جائے گا اسے علم نہ تھا۔ جنت کو لگا کسی نے اس کا دل باہر نکال کر اس پہ چھری رکھ کر پھیر دی ہو۔ یہ غلیظ الفاظ اپنے لیے سننا کسی لڑکی کے لیے مرنے کا ہی تو مقام تھا۔

"یو نو وٹ تم دونوں ایک دوسرے کو ہی ڈیزرو کرتے ہو۔ مجھے ایسی لڑکی چاہیے ہی نہیں جو نا جانے میری پیٹھ پیچھے کون سے لین لچھن..." ابھی وہ آگے بولتا ارسلان کے پڑنے والے زناٹے دار تھپڑ نے اسے خاموش کروا دیا۔

جنت کھڑی اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹنے میں مصروف تھی۔ لیکن معلوم نہیں آنکھوں سے سیلاب بہنے لگا تھا۔ حالانکہ اتنی بڑی تو کوئی بات ہی نہ تھی۔ اس نے بس اس کے کردار پہ غلاظت کا کیچڑ بھر کر ہی تو انڈیلا تھا بس،... بس یہی تو کیا تھا اس نے۔ بس!

"خدا کا واسطہ ہے داور۔ انسان کو اتنا بولنا چاہیے جتنا اس کا ظرف ہو۔ اپنے ظرف سے زیادہ بڑی باتیں کرتے ہوئے تم بے غیرے لگ رہے ہو۔ یہ باتیں تمہیں اپنی بیوی

کے بارے میں کرتے ہوئے زرا شرم نہ آئی۔"ارسلان کو شاید ہی پہلے کبھی اتنا غصہ آیا ہو۔آنکھوں میں لال ڈورے تیرتے وہ غصے سے ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"ہاں!...نہیں آئی مجھے شرم۔کیوں آتی مجھے شرم؟آخر وہ میری بیوی ہو کر کسی اور کے ساتھ کیسے گھومتی ہے۔کسی اور کے ساتھ کیوں غائب ہو جاتی ہے وہ۔"داور چلایا تھا۔ارسلان نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔

"صرف اتنا ہی بھروسہ تھا جنت پہ؟"ارسلان کو اپنی ہی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی معلوم ہوئی۔

"ہاں۔بس اتنا ہی...تم کہتے ہو تو بتاؤ۔ابھی تین الفاظ کہہ کر فارغ کر دیتا ہوں اسے۔کیوں جنت؟...تم بھی تو یہی چاہتی ہو گی نا؟"اس نے ارسلان کے پیچھے کھڑی روتی ہوئی جنت سے استفسار کیا تھا۔کتنے آرام سے پوچھ رہا تھا وہ۔

ارسلان کو ایسے لگا تھا جیسے اس کی زبان کو قفل لگ گئے ہوں۔کچھ لمحے کی ساعتیں خاموشی کی نذر ہوئیں تو داور کو پڑنے والے دوسرے تھپڑ نے کمرے کی خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔

یہ دوسرا پڑنے والا تھپڑ ہانیہ کا تھا۔جو نا جانے کب سے دروازے میں کھڑی ان کی بحث سن رہی تھی۔عاقب بھی اس کے ساتھ موجود تھا اور افسوس سے داور کو دیکھ رہا تھا۔

"جان سے ماردوں گی تمہیں اب اگر جنت یا ارسلان کے بارے میں کوئی بھی گندے الفاظ اپنی اس گندی زبان سے نکالے تو۔" وہ غصے سے پھنکاری تھی۔

"آخر جانتے ہی کیا ہو تم ان دونوں کے بارے میں۔ میں تمہیں بتاؤں کہ یہ دونوں کیا ہیں؟ بلکہ نہیں...جب تم یہ جاننے کے قابل ہو جاؤ گے نا۔تب پوچھنے آنا تم۔" ہانیہ کو غصہ تھا۔وہ لاکھ بے وقوف اور پاگل سہی مگر اسے معلوم تھا کہ عورت کی عزت کیا ہوتی ہے؟اس کے جذبات کیا ہوتے ہیں؟

تنفر سے داور کو دیکھتی وہ جنت کی طرف بڑھی جو کہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ہانیہ نے نیچے زمین پہ گرے جنت کے چشمے کو اٹھایا اور اس کے قریب آکر اپنی ہتھیلیوں سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"کیا حال کر لیا ہے تم نے اپنا؟" جنت کو روتے دیکھ وہ خود بھی رو دینے کو تھی۔

"فضول لوگوں کے لیے فضول آنسو نہیں بہایا کرتے جنت!" اس کے آنسو صاف کر کے ہانیہ نے چشمہ اس کے چہرے پہ لگایا۔

"چلو!...شیری بھائی ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے باہر۔اب رونا نہیں۔شیری بھائی کے لیے خود کو ٹھیک کر لو۔ان کی خوشی کا دن ہے آج۔" ہانیہ کی بات پہ اس نے تابعداری سے سر اثبات میں ہلایا اور کٹے دل کے ساتھ مسکرانے کی ناکام سی کوشش کی۔اس

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کوشش میں آنسو بھی باہر نکل آئے تھے اور وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ہانیہ نے اسے اپنے گلے لگایا تو وہ اور زیادہ ہچکیوں کے ساتھ رونے لگی۔

ارسلان ڈھلکے ہوئے کندھوں کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔اب اس کی برداشت سے باہر تھا سب کچھ۔داور نے بے اختیار اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا،اس کی آنکھوں میں سمٹے آنسو داور کی ایک نظر نے بھانپ لیے تھے۔اس نے نظر گھما کر جنت کو دیکھا، جنت کی حالت اب اسے بھی چبھی تھی۔دل کو کچھ ہو رہا تھا۔دل نے گواہی دی تھی کہ وہ ایسی نہیں ہے۔مگر دماغی خرافات نے اسے یہ سب کے کرنے اور کہنے پہ مجبور کر دیا تھا۔دل اور جذبات اب دماغی خرافات پہ بھاری ہو رہے تھے۔اب سب سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر گیا ہے! ہوش میں تو وہ اب آیا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا مجھ سے؟" وہ آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔عاقب سن چکا تھا۔

عاقب نے اپنا ہاتھ داور کے کندھے پہ رکھا تو داور نے اس کی طرف دیکھا۔وہاں تو سب جذباتی ہو رہے تھے، مگر وہ ان سب میں بڑا تھا، وہ تو بچے تھے، مگر عاقب تو سمجھدار تھا، جس کا ثبوت وہ دینے والا تھا۔

"ہانی!...تم جنت کو ماموں کے کمرے میں لے جاؤ۔" عاقب نے کہا تو ہانیہ نے جنت کو دلاسہ دیتے ہوئے اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔وہ بھی اب وہاں سے نکل جانا چاہتی

تھی، گھٹن ہو رہی تھی اسے اب وہاں، اس لیے چپ چاپ ہانیہ کے ساتھ چل دی۔ جب تک وہ کمرے سے نکل گئی داور کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔

ان دونوں کے نکلتے ہی وہ تقریباً ڈھے جانے والے انداز میں بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

عاقب نے تاسف کے اسے دیکھا اور اس کے قریب ہی بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

"اب میری بات غور سے سنو داور!... غصہ انسان کو تباہ کر دیا کرتا ہے۔ ہمیں لگا تھا کہ تم صرف جیلس ہو رہے ہو، مگر داور! ہم سب غلط تھے۔ تمہیں تو جنت اور ارسلان پہ غصہ تھا۔ اگر یہ جیلسی ہوتی تو تم یقیناً جنت کے ساتھ ایسا کرنے کی بجائے اسے اپنے لیے قائل کرتے، مگر یہ جیلسی تو نہ تھی، یہ تو سراسر غصہ تھا، جس کو آج... کم از کم آج تو تمہیں اگلنے کی بجائے پی لینا چاہیے تھا۔"

داور کی آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں، اب آنکھیں بھی برداشت نہیں کر رہی تھیں، وہ بھی دغا دے رہی تھیں۔

"تمہیں معلوم ہی نہیں ہوا داور! اور ان سب نے جنت کو احساس دلوا دیا کہ وہ داور سے یعنی تم سے محبت کرتی ہے۔ جو کہ شاید آج تک تم کبھی دلوا ہی نہ سکے تھے۔ اگر یہ سب تم پہلے کرتے تو وہ اتنا ہرٹ کبھی نہ ہوتی، مگر یہ تم نے تب کیا جب اسے تمہاری سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ تم نے اسے تب ہرٹ کیا داور جب اسے اپنی محبت کا

احساس ہو گیا تھا۔ غلط کیا تم نے داور!...بہت غلط کیا۔ جیلسی تھی تو اسے جیلسی تک ہی محدود رکھتے، تم نے کیوں اس چیز کو بڑھاوا دے دیا؟" عاقب نے کہتے ہوئے اس پہ سے نظریں ہٹا کر سامنے دیوار پہ مرکوز کر لیں۔

"ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے، مگر وہ وقت آج کا نہیں تھا۔ تم اکیلے میں اس پہ غصہ کرتے تو یقیناً وہ کبھی ہرٹ نہ ہوتی، وہ تمہیں سب بتا دیتی سب سمجھا دیتی، مگر تم نے سب کے سامنے اس کی عزت کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ ایک عزت ہی تو ہوتی ہے لڑکی کے پاس اور اس پہ بھی تم نے حرف اٹھا دیا۔" عاقب نے گہری سانس لے کر واپس نظریں داور کی طرف موڑیں۔

"ارسلان میرا بھائی ہے۔ سگا نہیں ہے، مگر سوتیلا بھی تو نہیں ہے، چھوٹا ہے مجھ سے۔ تھوڑا سا پاگل ہے، تمہاری طرح سمجھدار بھی نہیں ہے۔ ہر چیز کرنے سے پہلے وہ مجھ سے اجازت لیتا ہے، کہ بھائی میں یہ کر لوں؟ بھائی میں وہ کر لوں؟ اس بار بھی اس نے اجازت مانگی تھی مجھ سے ایک چیز کی۔ غلطی میری ہی ہے کہ میں نے اسے اجازت دے دی۔ صرف مجھ سے ہی نہیں، شہریار سے بھی اجازت مانگی تھی اس نے۔ وہ جانتا ہے اس چیز میں رِسک تھا۔ اس لیے اس نے شہریار سے بھی اجازت چاہی تھی۔ وہ بھی مان گیا تھا۔ کچھ دن پہلے آیا تھا وہ میرے پاس۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عاقب اسے کچھ دن پہلے کا واقعہ بتانے لگا۔

"بھائی بس تھوڑا سا جیلس ہی تو کروانا ہے داور کو۔مان جائیں نا۔اس کے بعد دیکھیے گا سب سیٹ ہو جائے گا۔ساتھ میں میں جنت کو بھی سمجھاؤں گا۔دیکھیے گا وہ لڑکی ہے جلدی سمجھ جائے گی۔جیسے ہانی سمجھ گئی تھی۔صرف چند دن کی ہی تو بات ہے۔عالیہ بھی یہاں نہیں ہو گی،بعد میں یہ موقع بھی نہیں ملے گا۔"ارسلان اسے منا رہا تھا مگر عاقب لیپ ٹاپ پہ جھکا اپنا کام جاری کیے ہوئے تھے۔

"ہرگز نہیں ارسلان...اور ہانیہ تو بے وقوف تھی جنت ویسی نہیں ہے۔اور دیکھنا شہریار بھی تمہیں اس چیز کی اجازت نہیں دے گا۔"عاقب کا لہجہ قطعی تھا۔

"میں نے آپ سے بھی پہلے ان سے اجازت لے لی ہے۔اور وہ آپ کی طرح چوں چوں نہیں کرتے گئے تھے،فوراً مان گئے تھے۔وہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کی بہن کا گھر آباد ہو۔"

اس کے چوں چوں کہنے پہ عاقب نے لیپ ٹاپ پہ سے نظریں اٹھا کر کھا جانے والے انداز میں ارسلان کو دیکھا۔

"اچھا اچھا!...اب غصہ تو نہ کریں۔مان جائیں!جنت میری بہنوں کی طرح ہے۔جیسے ہانی مجھے ہے ویسی ہی وہ مجھے ہے۔اور خدا گواہ ہے کہ میرے ذہن میں اس کے لیے

کوئی غلط خیال نہیں ہے۔البتہ عالیہ کے بارے میں میرے ذہن میں بہت سے غلط خیال ہیں۔ مگر وہ بھی ایسے ویسے غلط نہیں۔ بلکہ بہت زیادہ غلط والے خیال ہیں۔ لیکن اگر آپ میری اس سے شادی کروادیں تو خیالات ٹھیک ہو سکتے ہیں۔" آخر میں وہ اپنے مطلب کی بات پہ بھی آچکا تھا۔عاقب نے ایک بار پھر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"اچھا اچھا!...ٹھیک ہے۔اب ایسے تو نہ دیکھیں۔" وہ آنکھیں گھماتے ہوئے گویا ہوا۔عاقب سر جھٹک کر واپس اپنی لیپ ٹاپ کی سکرین پہ جھک گیا۔

"اچھا تو ایک چھوٹا سا نکاح ہی کروادیں بس۔"

اس سے پہلے کہ عاقب لیپ ٹاپ ہی اٹھا کر اسے دے مارتا اس نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔

"اب پکا وعدہ کچھ نہیں کہوں گا۔پکا!"

"یہ صحیح رہے گا تمہارے لیے۔"

"اچھا تو پھر میں ہاں سمجھوں؟" ارسلان کے کہنے کی دیر تھی عاقب بیڈ پہ سے اٹھا اور گولی کی سی سپیڈ سے اس کے سر پہ جا کھڑا ہوا۔ارسلان تو سہم ہی گیا۔

"کیا کہہ رہے تھے تم ذرا پھر سے کہنا!" عاقب نے دانت پیس کر کہا تو وہ تتلا ہی گیا۔

"میں تو... میں تو... وہ میں تو... میں... میں... وہ... میں کیا... میں کیا کہہ رہا تھا؟" اس نے خود ہی سوالیہ نظریں اٹھا کر عاقب کو دیکھا۔

"یاد دلاؤں تمہیں؟" عاقب نے زور سے ارسلان کے پاؤں پہ اپنا پاؤں مارا تو وہ چیخ اٹھا۔

"ہاں یاد آگیا، یاد آگیا۔ میں کہہ رہا تھا کہ میں جنت اور داور والے پلان کا پوچھ رہا تھا۔ تو کیا میں ہاں سمجھوں؟" ارسلان کے تو الفاظ ہی ڈگ مگ ہو گئے۔

"ٹھیک ہے۔ اگر شہریار راضی ہے تو میں بھی راضی ہوں۔" عاقب نے شانے اچکا دیے۔

"آپ کتنے اچھے ہیں عاقب!" ہانیہ جو کہ دروازے سے کان لگائے کھڑی تھی فوراً سے برآمد ہوئی تھی۔ عاقب نے حیرت سے پہلے اسے دیکھا پھر دونوں کی خوشی دیکھ کر مسکرا دیا۔

داور حیرت سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے اب محسوس ہوا کہ شہریار کو کئی بار جنت اور ارسلان کے بارے میں بتانے کے باوجود اس کا کوئی ریئکشن کیوں نہیں ہوتا تھا۔ اب آہستہ آہستہ سب تالے کھل رہے تھے، جس کی چابی عاقب کے پاس تھی۔

"غلطی میری ہی ہے داور! مجھے اسے منع کر دینا چاہیے تھا۔ لیکن میں منع نہیں کر پایا۔ کیونکہ مجھے لگا کہ غلط نہیں کر رہا وہ۔ جیلسی ہر شخص میں عام ہوتی ہے۔ تمہیں جیلس ہی تو کروانا تھا بس!... صرف جیلس۔ اور کوئی مقصد نہیں تھا ہم سب کا۔ ہمارے لیے یہ عام سی بات تھی مگر یقین جانو اب ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ جیلس ہونا بہت بڑی بات ہے۔ اس سے گھر بھی تباہ ہونے کا خدشہ ہے۔" عاقب کچھ لمحے کے لیے چپ ہوا تو وہ بولا۔

"میں بہت بڑی حماقت کر چکا ہوں شاید۔"

"یقیناً! اگر ارسلان کہتا ہے کہ اس کا خدا گواہ ہے تو یقین جانو، اس کا خدا گواہ ہے کہ اس کے دل میں جنت کے لیے کوئی غلط خیال نہیں۔ وہ عالیہ سے محبت کرتا ہے۔ جس کا اظہار وہ سب سے کھلے عام کرتا ہے۔ وہ ہانیہ کو بہن مانتا ہے، جس کا اظہار بھی وہ کھلے عام کرتا ہے، ڈرتا نہیں ہے وہ۔ مگر آج وہ ڈر گیا ہے۔ تم نے ڈرا دیا ہے اسے داور۔ آج اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں اپنے بھائی کی آنکھوں میں کسی کی وجہ سے آنسو برداشت نہیں کیا کرتا۔ مگر آج غلطی میری ہی ہے۔ وہ مجھے بہت عزیز ہے، ہانی سے بھی زیادہ عزیز۔ میں چھوٹا سا تھا جب امی فوت ہو گئی۔ پھر بابا نے میری ہی وجہ سے خالہ سے دوسری شادی کر لی، جس کی وجہ سے ارسلان آیا ہماری زندگی میں۔ اس

چھوٹے سے بچے کا لمس یہاں میرے ہاتھوں میں مانو یوں چھپ چکا ہے کہ میری اگر سگی اولاد بھی ہوگی نا تو مجھے اس سے بھی ارسلان جتنی محبت نہیں ہوگی۔ آج تم نے جنت کے سے زیادہ اس کا دل توڑا ہے۔ ارسلان کسی کے سامنے رویا نہیں کرتا۔ وہ میرے سامنے روتا ہے۔ اور میں جانتا ہوں اس کا رونا، اس کی تکلیف کیسی ہوتی ہے۔ عزت صرف عورت کی نہیں ہوتی۔ ایک مخلص مرد کی بھی ہوتی ہے۔ جس کے خلوص اور نیت کی جب دھجیاں اڑتی ہیں تو وہ ٹوٹتا ہے اور بہت بری طرح ٹوٹتا ہے، جس کا شور بھی خاموشی ہے۔" عاقب کی آنکھوں میں کچھ چمکا تھا جسے اس نے کمال محارت سے پیچھے چھپا لیا۔

"ان سترہ دنوں کا وہ وقت جو اس نے جنت کے ساتھ گزارا یقین جانو اس میں ایک لمحے کے لیے بھی اس کی اپنی ذات کے لیے کوئی بات نہ تھی۔ وہ تمہاری باتیں جنت سے کرتا، اسے احساس دلاتا رہا۔"

"جنت! داور تو تم سے بہت محبت کرتا ہے اور تمہیں معلوم ہی نہیں۔ تم بلاوجہ اس سے لڑتی رہتی ہو۔" وہ اسے ابھی ہی کینٹین میں کھینچ کر لایا تھا۔ اور اب وہ دونوں بیٹھے برگر کھا رہے تھے۔

"ارسلان !... کیا پاگل واگل تو نہیں ہو گئے۔ دماغ سیٹ ہے تمہارا؟" وہ غصہ ہی تو ہوئی تھی۔

"ہاں ہاں۔ میرا بلکل سیٹ جگہ پہ ہے، تمہارا ہی ہلا ہوا ہے جو تمہیں سمجھ نہیں آ رہی داور کے جذبات کی۔ تم نے دیکھا نہیں تھا جب میں تمہیں یہاں کھینچ کر لا رہا تھا تو کیسے جیلس ہو رہا تھا وہ۔"

ارسلان کی بات پہ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ سوچتے ہوئے اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو ارسلان بر گر کھاتے ہوئے اپنی مسکراہٹ دبائے اسے ہی دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو 'کچھ زیادہ ہی سوچ لیا'۔

"بد تمیزی نہ کرو ارسلان۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ شاید تم نے ہمارے لڑائی جھگڑے نہیں دیکھے ابھی۔"

"دیکھے ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں نا جن سے ہم سب سے زیادہ لڑتے ہیں انہیں سے ہمیں محبت ہوتی ہے۔" ارسلان بھی عقل مندی کی باتیں کر لیا کرتا تھا کبھی کبھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ اس طرح تو جو دشمن بھی آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ تو کیا انہیں بھی محبت ہوتی ہے؟" جنت نے کہہ کر طنز سے سر جھٹکا۔

"اوہ پاگل!..." ارسلان نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارا، "وہ دشمن ہوتے ہیں یعنی انہیں اتنی نفرت ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کا قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جبکہ داور اور تمہارا ایسا ویسا کوئی سین نہیں ہے۔ تم دونوں کے لڑائی جھگڑے میں قتل و غارت نہیں بلکہ فکر ہوتی ہے۔"

"ایسا...ایسا کچھ نہیں ہے۔" جنت نے خوف سے تھوک نگلا۔

"اچھا! تو یاد نہیں جب تم نیچے گر گئی تھی اور تمہارا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا تو کس طرح بوکھلایا ہوا پھر رہا تھا داور۔ بتایا مجھے ہانی نے۔" ارسلان نے مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

جنت بھی سوچنے پہ مجبور ہوئی۔ اور جب یہ سوچ لیا کہ داور اس سے محبت کرتا ہے تو ایک دم سے سرخ ہوئی۔

"کتنی بے ہودہ قسم کی باتیں کرتے ہو تم!" وہ سرخ چہرے کے ساتھ گویا ہوئی تو ارسلان ہنس دیا۔

"لو بھلا! محبت بے ہودہ تھوڑی ہوتی ہے، یہ تو پاک رشتہ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں جس سے محبت ہو اس سے اظہار کر دینا چاہیے بلا جھجک۔ دل میں محبت رکھنے والے گھٹ گھٹ کر مرتے ہیں، اور ساری زندگی اسی پچھتاوے کے ساتھ گزار دیتے ہیں۔ مجھے ہی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دیکھ لو، مجھے عالیہ سے محبت ہے اور میں اس بات کا کھل کر اعتراف کرتا ہوں، کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ محبت کرنے والوں کو خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے، ورنہ خسارے ہی رہ جاتے ہیں۔ تمہیں بھی داور سے اپنی محبت کا اعتراف کرنا چاہیے۔" اس کی آخری بات پہ جنت اور زیادہ سرخ ہو کر ٹماٹر ہو گئی۔

"شرم تو بیچ کھائی ہے تم نے کسی لنڈے کے بازار میں۔" وہ تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

"تم بھی بیچ دو تو کیا پھر کولو گی اظہارِ محبت؟" وہ دانت دکھا کر بولا تو جنت کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"تمہاری ایسی کی تیسی ارسلان!!"

کہہ کر جنت نے پانی کی ساری بوتل ارسلان کے سر پہ انڈیل دی، اور تن فون کرتی وہاں سے غائب ہوئی۔

"ہاں تو پھر کیا سوچا تم نے؟" آج وہ اسے اس کی کلاس کے باہر سے ہی لے کر اڑن چھو ہو چکا تھا، داور کے باہر نکلنے سے پہلے۔

"کس بارے میں؟" جنت نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ وہ دونوں کوریڈور میں اکٹھے چل رہے تھے۔

"ارے داور کے بارے میں۔ اس سے محبت کرتی ہو نا تم۔"

اس کی بات پہ جنت نے رک کر اسے گھورا۔

"عقل سے چل گئے ہو یا پی رکھی ہے؟"

"دونوں نہیں۔"اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو خدارا بخشو مجھے۔ تم تو پیچھے ہی پڑ گئے ہو۔" جنت نے ماتھے پہ لے جا کر ہاتھ جوڑے۔

"ویسے میں نے تمہیں بتانا تھا کہ صبح یونی آتے ہوئے داور کی بائک پہ میں نے کسی لڑکی کو بیٹھے دیکھا۔"ارسلان نے پتہ پھینکا اور جنت نے پکڑ بھی لیا۔کیونکہ جنت کا رنگ اڑ چکا تھا ایک دم سے۔

"جھوٹ بول رہے ہو نا تم؟"

"سو فیصد۔"ارسلان نے شانے اچکائے تو جنت نے سکون کا گہرا سانس خارج کیا۔

"دیکھا! جیلس ہو گئی نا تم۔"ارسلان نے شرارت سے کہا تو وہ شرم سے سرخ ہوئی۔

"اب مان بھی لو جنت!... جیلس ہوتی ہو تم۔کیونکہ داور سے محبت جو کرتی ہو۔"اس نے جنت کو ٹہوکا دیا۔

"فضول بکواس کرنی ہے تو میں جا رہی ہوں ہانی کے پاس۔"یہ کہہ کر وہ سیدھ میں چل دی جہاں ہانیہ گراؤنڈ میں کھڑی اسے ہی ہاتھ ہلا رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا کہہ رہا تھا ارسلان؟"ہانی کے لہجے میں شرارت تھی۔اس کی شرارتی مسکان دیکھ کر جنت کو اندازہ ہو گیا کہ دونوں بھابھی دیور ملے ہوئے ہیں۔

"کہہ رہا تھا دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔"وہ پھنکاری تو ہانیہ اپنی جگہ اچھلی۔

"اچھا اچھا! غصہ کیوں ہو رہی ہو؟اور جب وہ اظہار نہیں کرتے تو ایسے ہی تماشے لگاتے ہیں۔"ہانی بھی کہاں پیچھے رہتی۔چلا دیا تیر ہوا میں۔

"تو کیا تم بھی عاقب بھائی سے محبت کے اظہار کرتی پھرتی تھی؟"جنت نے تو طنز کیا تھا،اسے کیا معلوم تھا ہانی کا جواب آگے سے فراٹے بھرتے آئے گا۔

"ارے تم اظہارِ محبت کی بات کرتی ہو،ہم نے تو شادی سے پہلے کسی کو بتائے بغیر نکاح بھی کر لیا تھا۔"

جنت کا منہ پورا کھل گیا۔ارسلان بھی پاس آ کھڑا ہوا تھا اور ہنس دیا۔

"شرم نہیں آئی تمہیں؟"وہ اچنبھے سے پوچھ رہی تھی۔

"جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔میں کیوں کرتی پھر شرم؟"کیا جواب دیتی تھی ہانی۔

"لیکن یہ تو غلط تھا نا؟"جنت کی حیرانی کسی قدر کم نہیں ہو رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیوں گڑھے مردے اکھاڑ رہی ہو وہ بھی دس فٹ نیچے؟ کر لیا تو کر لیا نکاح۔اب تو شادی بھی ہو گئی دو بچے ہی ہونے باقی ہیں بس۔"وہ بے شرمی سے بولی تو جنت غش کھاتے بچی۔ارسلان ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگا تھا۔

"ہانی ایسی باتیں نہیں کرتے کسی کے سامنے۔"جنت نے اسے سمجھانا چاہا۔

"تو پھر کس کے سامنے کروں؟ بچے تو پیدا ہی نہیں ہوئے ابھی۔"

ارسلان ہنستے ہنستے نیچے گھاس پہ گر چکا تھا۔اس بار جنت کی بھی ہنسی نکل گئی۔

"اب زیادہ ہنسو نہیں۔جو ارسلان کہتا ہے اس پہ عمل کرنے کی کوشش کرو۔لڑائی جھگڑے میں کیا رکھا ہے بھلا؟"اب وہ سیدھی بات پہ آئی تو جنت کی ہنسی تھمی۔

"جب مجھے محبت ہے ہی نہیں تو کیا کروں؟ مر جاؤں؟"اس کی حیرت عروج پہ تھی۔

"جھوٹ مت بولو۔اور میں تمہیں بتا رہی ہوں بی بی! اس سے پہلے کہ کوئی اور لڑکی تمہارے شوہر کی زندگی میں آکر اسے پھانس لے تم اس پہ قبضہ کر لو۔بعد میں پچھتاتی رہ جاؤ گی۔اور وہ لڑکی داور کو لے کر اڑن چھو ہو جائے گی۔تم بس صاف ستھرا سا منہ لے کر رہ جاؤ گی۔"ہانیہ نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔

"کیا...کیا سچ میں؟"جنت کو تھوڑی سی پریشانی ہوئی، مگر ہانیہ فل پریشانی دینے کے موڈ میں تھی۔

"تو اور کیا۔ وہ تمہیں پسند کرتا ہے مگر تم ہو کہ اس سے پیار سے بات کرنے کی بجائے سیدھا منہ پھاڑے اسے جواب دینے بیٹھ جاتی ہو، جس کی وجہ سے اسے بھی غصہ آجاتا ہے۔ اگر ایسے ہی چلا تو وہ باہر منہ مارنے لگا۔"

"باہر منہ مارنے سے مطلب؟" جنت کو سمجھ نہیں آئی۔

"مطلب کسی اور لڑکی سے نکاح پڑھوا کر گھر آجائے گا پھر بیٹھی رہنا اسی سوگ کے ساتھ۔" ہانیہ نے آخر میں بڑے سٹائل سے عورتوں والے انداز میں ابرو اچکایا تھا۔

"ایسا...ایسا نہیں کر سکتا وہ۔ کوئی ایسے کیسے چھپ کے نکاح کر سکتا ہے۔ اور شہریار بھائی یہ کبھی ہونے ہی نہیں دیں گے۔" وہ ہانیہ سے زیادہ خود کو دلاسہ دینے لگی۔

"لوگ چھپ کر نکاح کر لیتے ہیں اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ جیسے میں نے اور عاقب نے کیا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلا۔ یہاں تک کہ شادی ہو گئی اور ابھی بھی نہیں پتہ چلا۔" کیا مثال دی تھی ہانیہ نے۔ عاقب ہوتا تو اچھی طرح عقل ٹھکانے لگاتا اس کی۔ وہ تو سرِ عام ڈھنڈورے پیٹ رہی تھی کوئی کسر چھوڑے بغیر۔

جنت کو اب سچ میں خوف آیا تھا۔ وہ سوچ میں ڈوب چکی تھی اور پریشانی سے اپنی انگلیاں چٹخانے لگی تھی۔

"ارے ارسلان۔شرم کرو سب دیکھ رہے ہیں۔"ہانیہ نے گھاس پہ لوٹ پوٹ ہوتے ارسلان سے کہا۔شکر ہے ہانی کو شرم لفظ یاد آ گیا تھا۔

"تو مجھے،مجھے کیا کرنا چاہیے ہانی؟"جنت کو رونا آنے لگا۔وہ تو کسی اور لڑکی کو داور کے ساتھ سوچ کر ہی جیلس ہو رہی تھی۔

"پہلے بتاؤ جیلس ہو رہی ہو تم؟"ارسلان بھی یک دم اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"میں...میں کیوں ہوں گی جیلس؟"وہ ایک بار پھر مکر گئی۔

"ٹھیک ہے ارسلان۔جنت کو کوئی مسئلہ نہیں تو ہمیں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔اگر وہ داور کو پسند نہیں کرتی اور چاہتی ہے کہ داور اس کے علاوہ کسی اور لڑکی پہ قبضہ کر لے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔جب جنت کو خود ہی نہیں فرق پڑتا تو۔"ہانیہ نے آخری تیر پھینکا جو ٹھیک نشانے پہ لگا۔

"نہیں نہیں۔"جنت بادل نخواستہ بولی تو ان دونوں نے اپنی مسکراہٹیں دبائی۔

"تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"کہتے ہی وہ خجالت سے سر جھکا گئی۔سر جھکانا ہی تو لڑکی کی رضامندی کو ظاہر کرتا ہے۔اور یہ چیز تو لڑکیوں میں قدرتی ہوتی ہے۔

"بس پھر ٹھیک ہے تم ایسا کرنا داور کو..."مگر یہ قدرتی چیز ہانیہ میں تو نہیں پائی گئی تھی۔وہ جنت کو حربے بتانے لگی تھی۔اور وہ شرم سے سرخ ہوتی سن رہی تھی۔پہلی

بار داور کو کسی اور خیال سے سوچتے اسے نہایت ہی شرم آ رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے کرے گی وہ یہ سب۔لیکن کوشش تو کر ہی سکتی تھی۔داور کو کسی اور لڑکی کے ساتھ سوچنا ہی کتنا ناممکن سا تھا۔

"ارسلان! مجھے لگتا ہے داور کو میرا تمہارے ساتھ جانا اچھا نہیں لگتا۔"وہ تینوں گراؤنڈ میں بیٹھے تھے جب جنت نے کہا۔

"کیا مطلب؟"وہ حیران ہوا۔ہانیہ نے بھی کان کھڑے کر لیے۔

جنت نے اسے داور کا اپنے ساتھ رویہ بتایا تو ہانی اور داور کے منہ سے 'اووہ' خارج ہو۔

"تو بھائی صاحب جیلس ہو رہے ہیں۔"ارسلان خوش ہوا۔

"کیا سچ میں؟"جنت کو بھی خوشی ہوئی۔

"لیکن یہ تو غلط بات ہے نا کہ ہم نے داور کو اکیلا کر دیا ہے۔ایسا کروں گی اب میں داور سے بھاگا نہیں کروں گی۔بیچارا مجھے بلاتا ہے لیکن خود میں بھاگ جاتی ہوں اس ڈر سے کہ کہیں وہ تم دونوں کے بارے میں نا پوچھ لے۔مجھے تو جھوٹ بولتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"شرم لفظ ہانیہ کے منہ سے سن کر ان دونوں نے آنکھیں چڑھا کر اسے گھورا۔

"تو تمہیں داور کے پاس جانا چاہیے ہانی۔ وہ بیچارا اکیلا کیا کرتا ہو گا۔ اس کا تو کوئی دوست بھی نہیں ہے۔" ارسلان کو بھی ترس آیا۔

"ہاں ہانی! کہیں وہ کوئی اور دوست نا ڈھونڈ لے۔" جنت کو بھی خدشہ ہوا۔

"تمہیں اس کی کسی نئی سہیلی کے بننے پہ خوف ہے بس۔ وہ بے شک تنہا مرتا رہے۔" ہانی کو غصہ آیا۔ ارسلان اور جنت نے حیرت سے اسے گھورا۔

"میں جا رہی ہوں داور کے پاس۔" ہانی غصے سے اٹھ کر وہاں سے چلتی بنی۔

جنت کو دکھ ہوا تھا اس کی بات سے۔

"ارے بہنا تم کیوں سیڈ ہو رہی ہو۔ چڑیا جیسا دل ہے اس کا، ہر کسی پہ جلدی ترس آ جاتا ہے اسے۔ اس لیے اب بھی صبح صبح داور کی اتری ہوئی شکل دیکھ کر تھوڑی سی حساس ہو گئی۔" ارسلان نے اسے وجہ بتائی۔

"ٹھیک کہہ رہی تھی ہانی! میں نے داور کو کبھی سمجھا ہی نہیں، ہمیشہ اس سے جھگڑتی رہی۔ اور کبھی مجھے اس بات کا احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ اکیلا ہے۔ جب سے چھوٹے بابا کی ڈیتھ ہوئی تب سے میرے جھگڑے اس سے اور بڑھ گئے۔ میں نے کبھی سمجھا ہی نہیں کہ میرے پاس تو شہریار بھائی ہیں، لیکن اس کے پاس تو کوئی بھی نہیں۔" اس نے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نظر اٹھا کر ارسلان کو دیکھا تو دو موتی آنکھوں سے نکل کر گالوں پہ بہہ گئے۔ارسلان کے دل کو کچھ ہوا۔

"نہیں رو پلیز۔سب ٹھیک ہو جائے گا ان شاءاللہ!" وہ اسے تسلی دینے لگا۔جنت نے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کیے اور نفی میں سر ہلایا۔

"پتہ نہیں کچھ ٹھیک ہو گا بھی یا نہیں۔میں میں نے ہر بہانہ تلاش کر لیا اس سے بات کرنے کا،پیار سے بات کرنی چاہی اس سے،بہت چاہت کے ساتھ روزرات کو چائے بنا کر اس کے کمرے میں لے کر جاتی ہوں،میں جیسے ہی اسے کچھ کہنے کی کوشش کرتی ہوں وہ مجھے کمرے سے نکلنے کا کہہ دیتا ہے۔اور اگر پھر بھی میں اس سے کچھ کہنا چاہوں تو وہ کھری کھری سنا دیتا ہے۔پہلے جب میں چائے دینے جایا کرتی تھی تو وہ بہانے سے مجھے روک لیا کرتا تھا۔پر اب ایسا نہیں ہے۔شاید میں نے دیر کر دی۔" وہ گیلی آواز کے ساتھ کہہ رہی تھی۔آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

"اللہ سب کچھ ٹھیک کر دے گا جنت۔تم نہ رو۔" ارسلان کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کرے۔اس لیے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔داور نے دور سے یہ منظر دیکھا تھا۔اس کے اندر کچھ شدت سے چبھا تھا۔

"میں تمہیں کب سے ڈھونڈ رہی تھی داور۔" ہانیہ سانس چڑھائے اس کے قریب آئی۔ داور نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟" داور نے ابرو اچکائے پوچھا۔

"تم میرے نئے نئے بھائی بنے ہو۔ میں نے سوچا اسی خوشی میں تمہیں کچھ کھلاتی ہوں۔" ہانی نے ہشاش بشاش ہو کر کہا۔ داور کو حیرت ہوئی۔ ہانیہ اور وہ بھی خود سے کچھ کھلا دے؟ ناممکن۔

داور کا موڈ تو پہلے ہی خراب ہو چکا تھا، اس لیے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ دونوں کیفے ٹیریا کی طرف جا رہے تھے جب ہانیہ بولی۔

"کھلاتو میں تمہیں دوں گی لیکن پیسے تم دو گے۔"

داور ہنس دیا اور افسوس سے نفی میں سر ہلانے لگا۔

"داور ہمیں نہیں معلوم تھا کہ تم اس قدر وہم پال بیٹھے ہو ان کے بارے میں۔ مجھے پہلے پتہ ہوتا تو کبھی بھی ارسلان کو ایسی کوئی اجازت نہ دیتا۔ اور یقین جانو اگر شہر یار کو اس سب کے بارے میں معلوم ہو گیا کہ تم اس کی بہن کے بارے میں اپنے دل میں اتنے بغض پالے بیٹھے ہو تو وہ خود تمہیں جنت سے علیحدہ کر دے گا۔" عاقب کے الفاظ کسی خنجر کی طرح اس کے سینے میں پیوست ہوئے تھے۔ وہ ہنبیجگہ منجمد تھا، بلکل

شاکڈ۔ یہ کیا ہو گیا تھا اس سے۔ سب کچھ تہس نہس کر دیا تھا اس نے۔ کبھی کبھار ہمارے الفاظ ہی دوسروں کو مارنے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ اس نے بھی تو یہی کیا تھا، الفاظوں کے تیر چلا کر سب کچھ اجاڑ دیا تھا۔

"آپ پلیز شہریار بھائی سے کچھ نہ کہیے گا۔" داور نے خود کو کہتے سنا۔ آنکھیں ضبط سے سرخ رنگ اختیار کر چکی تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ابھی خون ٹپکا دیں گی۔

عاقب مسکرا دیا۔

"بے فکر رہو۔ کوئی بھی شہریار سے کچھ نہیں کہے گا۔ شہریار بہت خوش ہے۔ اس کی خوشی سب کو عزیز ہے۔ پتھر ہو جائیں گے لیکن یہ بچے اف نہیں کریں گے۔" وہ فخریہ مسکرا کر جتا گیا۔ داور نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہارے پاس غلطی سدھارنے کا ایک موقع ہے۔ اور جب مرد کے پاس وہ موقع ہو تو وہ اپنی غلطی سدھا لیا کرتے ہیں۔ لیکن اگر مرد وہ موقع گنوا دے تو پچھتاوا رہ جاتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا ہوں عاقب بھائی۔ میں اپنی غلطی سدھار لوں گا۔" اس کے انداز میں کچھ تھا اور عاقب کو یقین ہو گیا کہ وہ اپنی غلطی سدھار لے گا۔

"شاباش۔" کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

◈......◈......◈

ارسلان کمرے سے باہر نکلنے کے بعد بغیر ادھر اُدھر دیکھے گھر سے باہر نکل گیا تھا۔ چلتے چلتے ناجانے وہ کتنی دور نکل آیا تھا۔ تیز دھوپ میں چلتے چلتے وہ تقریباً پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ وہ ایک گھنے درخت کے نیچے رک گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ اس کی آنکھوں سے بھی پسینہ ٹپک رہا تھا۔ مگر شاید نہیں، وہ کچھ اور تھا۔

سینے میں عجب سی تکلیف ہو رہی تھی۔ اس نے بغیر کچھ سوچے سمجھے جیب سے فون نکالا اور عالیہ کا نمبر ملا لیا۔ ناجانے کیوں اسے یقین تھا کہ اب عالیہ فون اٹھا لے گی، اسے یقین تھا جیسے سترہ دنوں میں اب پہلی بار وہ فون اٹھا لے گی۔ اور ایسا ہی ہوا۔ تین چار رنگز کے بعد فون اٹھا لیا تھا۔

"ہیلو..." عالیہ کا لہجہ سخت تھا۔ ارسلان کو جی بھر کے رونا آیا، اس کے لہجے سے نہیں، بلکہ اس کی آواز سن کے۔

"کیسی ہو؟" اپنے آنسوؤں کا گلا گھونٹے وہ بس اتنا ہی پوچھ سکا۔

"تم سے مطلب۔ اور تم نے بس... یہ پوچھنے کے لیے مجھے... مجھے فون کیا؟" عالیہ چاہتی تو فون کاٹ سکتی تھی، لیکن ارسلان کے ان دو سوالیہ لفظوں میں اسے کچھ محسوس ہوا۔ اسے کچھ اندیشہ ہو رہا تھا۔

"تم کب واپس آؤ گی؟"ارسلان نے اپنے ناک کی ہڈی کو چٹکی میں بھر کے جیسے خود پہ قابو پاتے پوچھا۔اور عالیہ کو جیسے اب یقین ہو گیا کہ کچھ ہوا ہے۔پریشانی سے اس کے ماتھے پہ سلوٹیں پڑیں۔

"کیا ہوا ارسلان؟سب ٹھیک ہے؟"اب کہ اس کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

"ہاں...سب...سب ٹھیک ہے۔"اس نے خوشگوار ہونے کی کمال اداکاری کی تھی۔مگر دوسری طرف عالیہ تھی جس کی محبت کا دعوے دار تھا وہ۔وہ کیسے نہ پہچانتی۔

"کچھ ہوا ہے کیا ارسلان؟"وہ مضطرب تھی اور تذبذب کا شکار تھی۔ارسلان خاموش رہا۔

"ارسلان پلیز بتاؤ کچھ ہوا ہے کیا؟میرا دل گھبرا رہا ہے۔"وہ پریشانی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عالیہ...!"ارسلان نے اس کا نام پکارا اس کے بعد ارسلان کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دیا۔عالیہ جہاں کھڑی تھی وہیں منجمد ہو گئی۔بلکل ساکت۔جیسے کوئی پتھر کو مجسمہ ہو۔

"سب...خراب ہو گیا عالیہ...سب کچھ...خراب کر دیا میں نے۔"وہ ہچکیوں کے درمیان بولا۔

دوسری طرف عالیہ کی آنکھیں بھی لباب پانیوں سے بھر گئیں۔اسے جیسے معلوم ہو گیا تھا کہ کیا ہوا ہو گا۔

سترہ دن پہلے کی ہانیہ کے ساتھ کی گئی گفتگو اس کے ذہن میں گھومی۔

"لیکن ہانی! ارسلان تو کہہ رہا تھا کہ وہ جنت کو پسند کرتا ہے۔"

"دماغ سے چل گیا ہے وہ۔ایویں ہی تمہیں جیلس کروا رہا ہے،اور تم ہو گئی۔"

"سہی کہا میں ہو گئی۔"عالیہ کا منہ لٹک چکا تھا۔

"کیا سچ میں؟"ہانیہ متعجب تھی۔

"ن...ن...نہیں...کس نے...کہا تم سے۔"کہتے ہوئے اس کی زبان لڑکھڑائی۔

"ہاں تم کہاں جیلس ہو گی۔"ہانیہ نے افسوس سے کہا۔

"ہاں...میں کہاں جیلس ہوئی ہوں گی۔"عالیہ کھسیانی ہنسی ہنس کر بولی۔

"آگ۔"

"کیا آگ؟"عالیہ نا سمجھی۔

"بلکہ تمہیں تو آگ لگی ہو گی آگ۔"ہانیہ نے کمال اداکاری سے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس دی۔عالیہ نے کان نے سے فون ہٹا کر کر فون کو گھورا۔پھر چند سیکنڈز بعد واپس کان سے لگا لیا۔

"شٹ اپ ہانی۔" وہ چلائی۔

"او کے او کے۔" ہانیہ نے اپنی ہنسی کو بریک لگائی۔

"ویسے ہانی، یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تم لوگ یہ نہ کرو۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو!" عالیہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

"ارے نہیں ہو گی اونچ نیچ۔ بلکہ مزہ آئے گا۔ دیکھنا تم... ہم نے توشیری بھائی اور عاقب سے بھی پرمیشن لے لی ہے۔"

"لیکن پھر بھی۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کچھ غلط ہو جائے گا۔ پلیز ہانی ایسا ویسا کچھ نہ کرو۔ یہ... یہ پلان ٹھیک نہیں۔ داور پہلے ہی غصے کا تیز ہے۔ اور جنت پہ تو ویسے ہی بہت لگتا ہے وہ۔ کہیں پاس ہونے کی بجائے دور نا ہو جائیں وہ دونوں۔ اور اس طرح تو داور ارسلان کو ناپسند کرنے لگے گا۔ دوستی خراب ہو جائے گی۔" ان سب میں عالیہ ہی تو کچھ عقل مند تھی۔

"اب تم جیلس ہو رہی ہو عالیہ۔" ہانیہ نے آنکھیں گھومائیں۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ہانی۔ میں تمہیں وارن کر رہی ہوں بس۔"

"اچھا! جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" ہانیہ نے ٹال مٹول کی۔

"دیکھو ہانی!..." وہ اس سے پہلے کچھ اور کہتی ہانیہ بول پڑی۔

"اس کے علاوہ بھی کوئی بات کر لو۔ایک ہی موضوع پکڑ کر بیٹھ گئی ہو۔"

عالیہ خاموش ہو گئی۔یہ طے تھا کہ وہ سمجھنے والی نہیں تھی۔اس لیے عالیہ نے بھی سر جھٹک کر اگلی بات شروع کی۔

"اس ارسلان سے تو میں پورا مہینہ بات نہیں کروں گی۔تب چلے گا اسے پتہ۔مجھے کچھ بھی نہیں بتایا اس نے۔سارے مرچ مسالے لگا کر بتائیں ہیں۔اور تم بھی اسے نہ بتانا کہ تم نے مجھے سب بتادیا ہے۔"

"ہاں ہاں بے فکر رہو۔"

سترہ دن کی گفتگو کسی دھند کی طرح چھٹ چکی تھی۔اب صرف ارسلان کے رونے کی آواز فون میں سے آرہی تھی۔

"کیا ہوا ہے ارسلان؟ پلیز نہ رو۔"وہ خود بھی ضبط باندھے بول رہی تھی۔ارسلان کا رونا دل کو بے قرار کیے ہوئے تھے۔اگر وہ رو رہا تھا تو آنکھوں سے اس کی بھی آنسو بہہ رہے تھے۔

"داور!...داور نے مجھ پہ اور جنت پہ....بہت غلیظ قسم کے الزام لگائے ہیں۔"وہ بمشکل کہہ پارہا تھا۔یہ کہتے ہوئے دل کٹ رہا تھا۔عالیہ نے تکلیف سے آنکھیں بند کی۔جس کا ڈر تھا وہ ہی ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تم فکر نہ کرو ارسلان۔ میں کل ہی واپس آ رہی ہوں۔" اب عالیہ کی برداشت سے باہر تھا سب۔ کاش وہ اس کے پاس ہوتی۔ اولسے دلاسہ دیتی، اس کے آنسو صاف کرتی۔ اور داور... داور کو تو گریبان سے پکڑ لیتی اور پوچھتی کہ آخر کیوں؟... تمہیں شرم نہ آئی اپنی بیوی اور ارسلان پہ اس طرح کی الزام تراشی کرتے ہوئے۔

"جلدی آ جاؤ عالیہ!... یہاں... یہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ سب بہت برے ہیں۔ سب۔" وہ شدت سے کہہ رہا تھا۔ اسے قریب ہی ایک گاڑی آتی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ عاقب کی گاڑی تھی۔

◈......◈......◈

"جنت!... خاموش ہو جاؤ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ہانیہ اسے دلاسے دے رہی تھی مگر وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا اب۔ سب خراب ہو گیا۔ سب کچھ۔ داور..." آخر میں اس کا نام لیتے ہوئے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں، "داور نے ایسا کیوں کہا؟"

"دماغ کی مشینیں خراب ہو گئی ہیں اس کی۔ اس لیے ٹھیک سے کام نہیں کر رہا۔" ہانیہ نے مشتعل ہو کر کہا۔ جنت روتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں۔وہ پورے ہوش وحواس میں تھا۔" کہتے ہوئے وہ پھر ہچکیوں کے ساتھ رو دی۔

"اس داور کو تو میں..." ہانیہ کہتے ہوئے بجلی کی رفتار سے اٹھی تاکہ داور کو ایک اور عدد تھپڑ جڑ سکے۔جنت نے بادل نخواستہ اس کا ہاتھ تھاما اور نفی میں سر ہلایا۔

"اسے کچھ نہ کہو۔شاید غلطی ہم لوگوں کی ہی ہے۔" وہ بے بسی سے گویا ہوئی۔ہانیہ نے خفیف سا ہو کر اسے دیکھا۔

"اب جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" جنت نے کہتے پوئے اپنے آنسو بے دردی سے صاف کیے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں اپنی وجہ سے اپنے بھائی کی خوشیاں خراب ہونے نہیں دے سکتی۔بھائی ہمیں باہر موجود نہ پا کر پریشان ہو رہے ہوں گے۔ہمیں چلنا چاہیے۔" یہ کہتے ساتھ وہ بھاگتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔ہانیہ بھی گہرا سانس لیتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔شاید جنت ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔

"کہاں تھے تم لوگ؟" وہ سب اتفاق سے اکٹھے ہی لاؤنج میں داخل ہوئے،جب ثمینہ بیگم نے پوچھا۔

داور نے جنت کو دیکھا اسی پل جنت نے بھی اپنی لرزتی ہوئی پلکیں سنبھال کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ایک ہی نگاہ میں داور کا دل پسیج گئی تھی۔ جنت کی نظروں نے اپنا کام کرتے ہی واپس نظریں جھکا لیں۔

"وہ ہم... وہ ہم کھیل رہے تھے۔" ہانیہ نے کیا بہانہ گھڑا تھا۔ ثمینہ بیگم کے ساتھ عاقب کی بھی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

"کھیل رہے تھے۔" ثمینہ نے اس کی بات دہرا کر عاقب کو دیکھا جس نے فوراً سے نظروں کا رخ موڑ لیا۔

'اُف! کیا سوچ رہی ہوں گی ماما کہ میں بھی ان کے ساتھ کھیل رہا تھا' عاقب نے کڑھ کے سوچا۔

"ہاں۔ لڈو کھیل رہے تھے ہم۔ عنایہ کے کمرے میں نظر آ گئی تو دل کر پڑا۔" ہانیہ نے ایک اور لقمہ دیا۔

"شہریار اور عنایہ کب سے تم لوگوں کا انتظار کر رہے تھے اور تم سب غائب تھے۔" وہ خفا ہوئیں۔

ہانیہ نے ایک نظر صوفوں پہ قریب قریب بیٹھے عنایہ اور شہریار کر دیکھا جو آپس میں گفتگو میں محو تھے۔ پھر ثمینہ بیگم کو۔

"لگ تو نہیں رہا۔"

ثمینہ بیگم نے بھی نظریں موڑ کر شہریار اور عنایہ کو دیکھا پھر اپنی مسکراہٹ دبا لی۔ شہریار کب سے عنایہ کا سر کھا رہا تھا اور وہ بیچاری تو بس شرمائے جا رہی تھی۔

"اور ارسلان کدھر ہے؟" ثمینہ بیگم نے ان میں ارسلان کو نہ پا کر پوچھا۔ وہ سب چونکے اور ایک دوسرے کو دیکھا۔ جیسے ایک دوسرے سے دریافت کر رہے ہوں کہ ارسلان کدھر ہے؟

"ارے ارسلان کو تو میں نے تھوڑی دیر پہلے گھر سے باہر نکلتے دیکھا تھا۔ میرا فون بھی اس کے پاس ہے۔ میں نے ایک ضروری کال بھی کرنی تھی۔" منظور صاحب ان کے قریب آ کر گویا ہوئے۔

"اوہ شٹ۔" وہ سب بے آواز بولے۔

"یہ آپ میرے فون سے بات کر لیں۔ ارسلان کہہ رہا تھا کہ دل گھبرا رہا ہے اس کا۔ شاید اسی لیے باہر گیا۔ میں اسے لے کر آتا ہوں۔" عاقب نے اپنا فون انہیں تھمایا اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"میں... میں بھی دیکھ کر آتی ہوں۔" ہانیہ بھی عاقب کے پیچھے بھاگی۔

"لو جی یہ تو چلے گئے۔اب تم دونوں تو آؤ۔ بیٹھو۔ تھوڑی گپ شپ لگاؤ۔" ثمینہ بیگم اب شہریار اور جنت سے مخاطب تھیں۔وہ دونوں مصنوعی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے صوفے پہ جا کر بیٹھ گئی۔دونوں ہی ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔

......

گاڑی روک کر عاقب اور ہانیہ دونوں باہر نکلے اور گاڑی کا دروازہ بند کرتے ارسلان کی طرف آئے۔ارسلان نے فون کان سے ہٹا دیا لیکن کاٹا نہیں۔

"تم ٹھیک ہو؟" عاقب اس کے چہرے کو تھامے پوچھ رہا تھا۔ جس کی حالت قابل رحم تھی۔ارسلان نے بمشکل سر اثبات میں ہلایا۔عاقب نے اسے گلے سے لگایا۔ گلے لگنے کی دیر تھی وہ ایک بات پھر رو دیا۔اس کی حالت دیکھ ہانیہ بھی رونے والی ہو گئی۔

عاقب نے لب بھینچ کر ضبط کیا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ بھول جاؤ سب جو آج ہوا۔" عاقب نے اسے دلاسہ دیا اور اس کا چہرہ اٹھا کر اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

"چلو چلیں۔سب پریشان ہو رہے ہیں۔" ارسلان نے اثبات میں سر ہلایا۔عاقب نے مسکرا کر اس کے بال بگاڑے اور وہ تینوں ہی کار کی طرف چل دیے۔

عاقب کی آواز سن کر عالیہ کو تسلی ہوئی اور اس نے کال کاٹ دی۔ لیکن وہ یہ طے کر چکی تھی کہ کل ہی وہ واپس جائے گی اور داور کو سارے گندے القابات سے نوازے گی۔

"ہم اس داور سے اب کبھی بات نہیں کریں گے ارسلان۔" ہانیہ پچھلی نشست پہ بیٹھی کہہ رہی تھی۔ ارسلان خاموش رہا۔

"ارسلان تم روتے ہوئے اچھے لگ رہے تھے ویسے۔" ہانیہ نے اپنی طرف سے تعریف کی تھی جیسے۔ عاقب ہنس دیا۔ ارسلان نے ان دونوں کو ہی باری باری گھورا تھا۔

"تم عالیہ سے فون پہ بات کر رہے تھے؟" ہانیہ نے سوال کیا۔ وہ دور سے ہی اپنی تیز نظروں سے اسے گاڑی میں بیٹھے دیکھ چکی تھی کہ محترم کسی سے بات کر رہے تھے۔

"ہوں۔" ارسلان نے بس اتنا کہا۔

"اوہ!... تو تم اس کے سامنے بھی رو رہے تھے۔" ہانیہ نے سمجھ کر سر ہلایا۔ ارسلان نے اب کی بار پورا پیچھے مڑ کر اسے گھورا۔ لیکن ہانیہ اس کی گھوری کا اثر لیے بغیر بولی۔

"واہ ارسلان۔ رونے کے بعد تو تمہارے چہرے پہ پیارا اوالا گلو بھی آ چکا ہے۔" ہانیہ نے کی زبان ٹر ٹر چل رہی تھی۔ عاقب نے گاڑی چلاتے ہوئے بمشکل اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔

ارسلان نے غصے سے سر جھٹک کر سامنے منہ موڑ لیا اور گیلا سانس اندر کو کھینچا۔

"ویسے ارسلان اگر تم..." ہانیہ اب آ گے جو کہنے والی تھی ارسلان اس کے لیے تیار تھا اس لیے آہستہ سے ڈیش بورڈ پہ پڑا ٹیشو کا ڈبہ اٹھایا، عاقب نے غور سے اس کی اس حرکت کو نوٹ کیا تھا، "...اگر تم روز صبح صبح رو لیا کرو تو......روز پیارے لگو گے۔" آخر میں چٹکی بجا کر جیسے کمال کیا تھا۔ عاقب کا قہقہہ بے اختیار تھے۔

ارسلان نے ٹیشو نکل کر ہانیہ کے کھلے ہوئے منہ میں ٹھونسے تھے جس سے وہ گلا پھاڑ کر ہنس رہی تھی۔

......۞......۞......۞

شادی کی تاریخ رکھ دی جا چکی تھی۔ اگلے مہینے کی۔ ان سب کی واپسی کا وقت آیا تو سب رخصت ہو لیے۔ جنت کسی سے بھی نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ اور داور...اس کی تو نظر ہی جنت پہ جمی تھی۔ جب عاقب اور ہانیہ، ارسلان کو لے کر گھر میں داخل ہوئے تو ارسلان اور داور کی نظریں ملیں۔ ارسلان نے فوراً نظروں کا رخ پھیر لیا۔ آنکھوں میں ایک بار پھر تکلیف ابھری تھی۔ داور نے اس چیز کو شدت سے محسوس کیا تھا۔ داور شرمندہ تھا۔ اسے بے حد شرمندگی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"سوری!..."ہانیہ داور کے سامنے اچانک سے برآمد ہوئی تھی۔داور نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"مجھے تمہیں تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا۔"وہ شرمندہ سی تھی۔

"اٹس اوکے۔"داور نے اسے جیسے جانے دیا۔

"بلکہ تمہاری ٹانگیں توڑنی چاہیے تھی اور زبان کو ہری مرچ سے مسلنا چاہیے تھا۔"ہانیہ کہہ رہی تھی اور داور اپنی جگہ شاکڈ ہو گیا۔

"خیر اب تم میرے بھائی ہو۔اور ہانیہ جس کو بھائی بنا لیتی اس کی ہر قدم پہ مدد کرتی ہے۔اگر میری ہیلپ چاہیے ہو تو بتا دینا۔"کہتے ساتھ وہ رفو چکر ہو گئی۔

داور کے لبوں کو اچانک مسکراہٹ نے آن چھوا۔

عاقب ہانیہ کو بتا چکا تھا کہ داور شرمندہ ہے۔سب کی واپسی کا وقت ہوا تو سب اپنے گھروں کو چل دیے۔

وہ تینوں بھی اپنے گھر واپس پہنچ چکے تھے۔داور اپنی بائک پہ آیا تھا جبکہ جنت اور شہر یار گاڑی میں۔اپنی خوشی میں شہر یار اپنی بہن کا مرجھایا ہوا چہرہ ہی نہ دیکھ سکا۔

"جب شادی ہو جائے گی تو میرا کیا ہو گا؟ بھائی تو مجھے بھول ہی جائیں گے۔اور داور...داور تو پہلے ہی۔"اس کی آنکھوں سے تیزی کے ساتھ آنسو جاری ہوئے تھے جنہیں اس نے برق رفتاری کے ساتھ صاف کیا تھا۔

"میں تو خالی ہاتھ رہ گئی ہوں۔"اس نے بے اختیار اپنی ہتھیلیوں کو دیکھا اور رخ کھڑکی کی طرف کر لیا۔شہریار ڈرائیو کرتے ہوئے خوشی میں نا جانے کیا کیا کہہ رہا تھا جس کا جواب جنت 'ہوں،ہاں' میں دے رہی تھی۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

رات کا وقت ہو رہا تھا اور وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھی۔وہ کھڑکی کے پاس زمین پہ بیٹھی تھی اور بازو سامنے کھڑکی میں رکھے ان میں چہرہ گرائے سامنے چاند کو تک رہی تھی۔دن کا واقعہ بار بار ذہن کی سکرین پہ آرہا تھا اور اس کے رونے کا باعث بن رہا تھا۔چاند کی روشنی میں اس کے آنسو چشمے کے پیچھے سے کسی انمول موتی کی طرح چمک رہے تھے جس کی کسی کو کوئی پرواہ نہ تھی۔

"ماں ہے میرے پاس نہ باپ۔ایک بھائی تھا...اس کی بھی شادی ہو جائے گی، پھر ان کی محبت بھی بنٹ جائے گی۔اور جو ایک شخص بچا تھا......اس نے تو دل سے ہی اتار دیا مجھے......کسی اور کا کہہ کر۔"وہ آہستہ آہستہ خود سے باتیں کر رہی تھی۔ساتھ ساتھ رو رہی تھی۔

اس کے کمرے میں کوئی داخل ہوا تھا۔مگر وہ سوچوں میں اتنی محو تھی کہ اسے محسوس تک نہ ہوا۔کوئی قدم قدم چلتا اس کے قریب آرہا تھا، مگر وہ ہوش میں ہوتی تو تب محسوس کرتی۔وہ ہولے ہولے کچھ کہہ رہی تھی چاند کو دیکھ کر۔وہ شخص اس کے پیچھے ہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔وہ داور تھا۔

داور چہرہ تھوڑا سا آگے لے کر آیا۔جنت کچھ کہہ رہی تھی۔وہ شاید کوئی نظم گُنگنا رہی تھی۔

وہ میری بدسلوکی پہ بھی مجھے دعا دیتی ہے،

آغوش میں لے کے سب کچھ بھلا دیتی ہے،

یوں لگتا ہے جیسے جنت سے آ رہی ہو خوشبو،

جب وہ اپنے پلو سے مجھے ہوا دیتی ہے،

میں اگر کروں انجانے میں کوئی غلطی،

میری ماں اس پر بھی مسکرا دیتی ہے،

کیا خوب بنایا ہے رب نے یہ رشتہ ماں کا،

ویران گھر کو بھی جنت بنا دیتی ہے،

ماں کے بعد میرا کون سہارا ہے،

یہی سوچ مجھے کبھی کبھی رلا دیتی ہے۔

وہ اختتام پہ گُنگنا کر لب بھینچ گئی۔اس نے گیلا سانس اندر کھینچا اور پھر آہستہ سے بڑبڑائی۔

"میں نے ماں کی محبت نہیں دیکھی مگر...شاید وہ ایسی ہی ہوتی ہو گی...اس نظم کی طرح۔" کہہ کر وہ اپنی آنکھیں بند کر گئی۔

داور اپنی جگہ ساکن ہو گیا تھا۔وہ کیسے نا دیکھ سکا...کیسے نا جان سکا کہ وہ تنہا محسوس کرتی ہے۔اس نے تو کچھ مہینے پہلے اپنے باپ کو کھویا تھا مگر اس لڑکی نے تو بچپن میں ہی کھو دیا تھا۔ماں کی محبت سے تو وہ دونوں محروم رہے تھے مگر...اس کا سگا بھائی ہوتے ہوئے بھی وہ اس کی زیادہ توجہ کبھی حاصل نہ کر سکی تھی۔شہر یار ہمیشہ داور کو زیادہ اہمیت دیتا تھا۔کہ داور یہ محسوس نہ کر لے کہ اس کا کوئی نہیں ہے مگر جنت کا ہے۔کہیں وہ اس احساسِ کمتری میں مبتلا نا ہو جائے کہ وہ جنت کا بھائی ہونے کے ناطے اس کی طرف داری کرتا ہے داور کی نہیں۔وہ کبھی یہ سوچ ہی نہ سکا کہ داور کو زیادہ اہمیت دے کر وہ اپنی سگی بہن کو فراموش کر چکا ہے۔

داور کو اب محسوس ہو رہا تھا کہ ہاں !...سب کی توجہ تو وہ اپنی طرف سمیٹ چکا تھا۔تو جنت کے لیے اس نے کس کو چھوڑا...خود کو بھی نہیں۔وہ اکیلی تھی...ہمیشہ سے۔اس نے یہ کیوں نا کبھی سوچا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنا لڑتے کیوں ہے؟ وہ کیوں اسے اس قدر پریشان کرتی ہے؟ کیوں اسے غصہ دلاتی ہے؟ وہ آج سمجھ گیا تھا۔وہ ہمیشہ

سے توجہ سمیٹنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔یہی سوچ داور کا دل چھلنی کرنے کے لیے کافی تھی۔اس کی آنکھیں پہلے سرخ تھیں مگر اب ان میں سے نمکین پانی ٹپکنے لگا تھا۔

'آخر اس لڑکی کو ہی کیوں توجہ سمیٹنے کی کوشش کرنی پڑی؟ ہم نے کیوں اسے توجہ نہیں دی؟'وہ سوچ رہا۔اور جنت کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔وہ آہستہ جنت کے اور قریب ہوا اور اپنا چہرہ اس کے کان کے قریب لے گیا۔آہستہ سے اس کے لبوں نے حرکت کی اور کچھ کہا۔

"آئی ایم سوری!..."

وہ لب بھینچ گیا۔جنت کی آنکھیں بجلی کی سی رفتار سے کھلی تھیں۔اسے اپنے پیروں میں سنسناہٹ سی رینگتی محسوس ہوئی۔دل پوری تیز رفتار سے دھڑکنے لگا تھا۔وہ اپنا سانس روک چکی تھی۔

داور نے اپنی تھوڑی جنت کے کندھے پہ جمادی اور پھر گہرا سانس اندر کی طرف کھینچا۔جنت کے بالوں سے آتی مدھم مدھم سی کنڈیشنر کی خوشبو اسے اپنے اندر تک اترتی محسوس ہوئی۔

جنت کو لگا اب وہ خود بھی ہوش میں نہیں ہے۔وہ ساکت تھی اپنی جگہ۔آنکھوں کے پپوٹے بھی حرکت کرنے سے قاصر تھے۔

داور کو نا جانے کیوں رونا آرہا تھا۔اس نے آنکھیں بھینچے ناک کو جنت کی گردن پہ رگڑا اور اپنا چہرہ اس کی گردن میں چھپالیا۔جنت نے بھی زور سے آنکھیں بھینچی اور اپنی آنے والی سسکی کو روکا۔اسے اپنی گردن پہ گیلا سا لمس محسوس ہوا۔وہ سمجھ نہ سکی۔اس نے اندازہ لگایا کہ داور رو رہا ہے۔اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔کچھ لمحے یوں ہی خاموشی کی نذر ہوئے پھر جنت نے فوراً سے آنکھیں کھولیں اور اپنی لرزتی ہوئی پلکوں کے ساتھ آہستہ سے پیچھے مڑنے کی کوشش کی مگر داور نے یہ کوشش ناکام بنادی۔وہ جنت کی کمر کے گرد اپنے بازو حمائل کرتا اس کے پیٹ پہ لے جاکر اپنے بازو تنگ کر گیا۔جنت کو اپنی جان ہوا ہوتی محسوس ہوئی۔اسے سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کیا کرے پھر اچانک جو ہوا اس کی جنت کو بلکل بھی امید نہ تھی۔داور اسی اس کی گردن میں منہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کے رو دیا۔

جنت اپنی جگہ مانو برف کا مجسمہ بن گئی تھی۔

"مجھے معاف کردو... مجھ سے غلطی ہوگئی... میں بلکل بھی ایسا نہیں کہنا چاہتا تھا مگر... نا جانے کیسے..." وہ ہچکیوں کے ساتھ کہتا جنت کو بھی رلا گیا۔وہ بھی رونے لگی۔جنت کو سمجھ نہ آئی کہ وہ اس کے رونے کی وجہ سے رو رہی ہے یا دن میں جو ہوا اس وجہ سے۔

داور کچھ دیر یوں ہی روتا رہا اور جب تھوڑا سنبھلا تو اسے محسوس ہوا جنت کا جسم ہچکولے لے رہا ہے۔اس نے سر اٹھایا تو وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی اور اس سے کئی زیادہ رو رہی تھی۔داور خاموش تھا اور بس کمرے میں جنت کے رونے کی آواز گونج رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ اسے کندھے سے تھام کر اپنی طرف پلٹتے ہوئے بولا، لہجے میں اب بھی نمی گھلی ہوئی تھی۔ جنت بھی آہستہ سے پلٹ گئی اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے رونے لگی۔

"پلیز نہ رو جنت۔" وہ اس کی کلائیاں تھام کر اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹانے لگا۔ لہجہ محبت بھرا نرم تھا۔جنت اور زیادہ پگھل گئی۔وہ پہلی بار ہی تو اتنی محبت سے مخاطب تھا۔

"تم مجھے جو سزا دو گی میں قبول کروں گا۔ مگر مجھ سے خفا مت ہونا۔" وہ نم لہجے اور گیلی آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا۔آواز میں بھاری پن صاف واضح تھا۔

وہ کیوں ایسے کہہ رہا تھا۔وہ کیوں اس کے ساتھ اتنی نرمی برت رہا تھا۔اسے لگا وہ قطرہ قطرہ پگھل رہی ہے داور کے لہجے اور انداز سے۔یہ وہ دوپہر والا داور تو نہ تھا۔یہ تو کوئی روئی کا بنا ہوا انسان معلوم ہو رہا تھا۔

"ایسے...ایسے کیوں بات کر رہے ہو؟" جنت اپنا چہرہ اٹھا کر بمشکل ہی کہہ پائی۔داور کچھ ساعتیں اس کی چشمے کے پیچھے چھپی نظر آتی ہوئی آنکھیں دیکھتا رہا پھر گویا ہوا۔

"کیونکہ..."

داور نے ادھر اُدھر نظر گھوما کر دیکھنا شروع کیا۔ وہ نظریں نہیں ملا پا رہا تھا اس سے۔ جبکہ وہ ہنوز اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ داود گہرا سانس لیتا ہمت کر کے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں سے ملاتا نرم تاثرات لیے بولنا شروع ہوا۔

"کیونکہ میں شرمندہ ہوں۔ مجھے احساس ہے اپنی غلطی کا۔ میں... میں بہت غلیظ الفاظ استعمال کر گیا۔ مجھے ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔ مجھے تم پہ بھروسہ ہونا چاہیے تھا مگر میں... میں سچ میں غصے میں تھا جنت۔" وہ اسے یقین دلا رہا تھا۔

"بس؟" جنت رونے کے باعث بھاری ہوتی آواز سے پوچھ رہی تھی۔ اس کے تاثرات سپاٹ تھے۔ داور کچھ دیر کے لیے بول نہ سکا۔

"ہاں۔ بس!" وہ صرف دو لفظ ہی کہہ سکا۔ نا جانے کیوں وہ اس کے تاثرات جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ جنت دل گرفتہ ہو کر مسکرائی اور پھر وہ گویا ہوئی۔

"کوئی بات نہیں داور۔ اب تم جاؤ۔ میں ٹھیک ہوں۔ مجھے برا نہیں لگا۔ ہماری غلطی تھی۔ تمہاری غلطی نہیں تھی۔ تم نے ٹھیک کہا تھا۔ شاید میں ایسی ہی ہوں۔ اگر تم مجھے..." وہ بولتے ہوئے رکی۔ کہنے کے لیے ہمت چاہیے تھی۔ ہمت کی... اور بولی۔

"تم مجھے چھوڑنا چاہتے ہو تو یہ تمہارا انتخاب میں۔ میں تم پہ مسلط نہیں ہونا چاہتی۔" کہتے ہی وہ نظریں جھکا گئی۔ آنسوؤں کو اس بار اندر تک اتارا تھا، جس کے باعث گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ داور نے دانت آپس میں پیوست کر لیے۔ وہ ضبط کر رہا تھا خود پہ۔

"پاگل ہیں ہانیہ اور ارسلان۔ انہیں لگتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔" وہ ہنسی تھی۔ کھوکھلی ہنسی، "لیکن اب میں سمجھتی ہوں کہ شاید ایسا نہیں ہے۔ اب تم بے فکر ہو جائے میری طرف سے۔ میں زبردستی داخل نہیں ہوں گی تمہاری زندگی میں۔ اور تم بھائی کی بھی فکر نہ کرو۔ میں بھائی کو جا کر خود کہہ دوں گی کہ مجھے نہیں کرنی تم سے شادی۔ تھوڑی سی تو ڈانٹ پڑے گی بس تھوڑی سی۔ پھر تم جب مرضی چاہے نکاح ختم کر دینا۔ اور پھر تم اپنی پسند کی لڑکی سے بھی شادی کر لینا۔ مجھ سے جان چھوٹ جائے گی تمہاری۔" آخری جملہ بولتے وہ پھر سے ہنسی تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر داور کو دیکھا جو کہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اور داور! ...ارسلان! ...وہ...وہ بہت اچھا ہے۔ وہ مجھے اچھا لگتا ہے اس کا مطلب کچھ غلط نہیں ہے۔ وہ مجھے سمجھتا ہے اس لیے اچھا ہے۔ وہ عالیہ سے محبت کرتا ہے۔ ہانیہ کا خیال رکھتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس کی بھابھی ہے بلکہ اس لیے کہ بھابھی سے پہلے

وہ اسے بہن سمجھتا ہے۔اس کے دل میں میرے لیے کوئی غلط خیال بلکل نہیں تھا۔مجھے پتہ ہے۔عورت اپنے اوپر پڑنے والی ہر غلط نگاہ کو سمجھتی ہے۔ مگر... مگر اس کی نظر میں میرے لیے ہمدردی ہوتی ہے۔کیونکہ...کیونکہ تم لوگ جو نہیں سمجھتے وہ وہ سب سمجھتا ہے۔"ناجانے کیوں وہ ارسلان کی حمایت کر گئی،ایک بار پھر آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔"داور!...داور!...تم مجھے جتنا مرضی گندا کہہ لیتے لیکن اسے نہ کہتے۔وہ تو دوست ہے تمہارا۔تم کیوں نہیں سمجھے اسے۔"وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"دماغ خراب ہو گیا تھا میرا۔"وہ ضبط کے ساتھ کہتا سر جھکا گیا۔آنکھیں لہو ہو رہی تھیں شدتِ پچھتاوے سے۔جنت نے بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم دکھی نہ ہو۔تم اسے سوری کہہ دینا۔دیکھنا...وہ بہت اچھا ہے۔تمہیں معاف کر دیگا۔بلکہ وہ ناراض بھی نہیں ہو گا تم سے۔وہ سمجھ رہا ہو گا کہ غلطی ہی اس کی ہے۔"وہ اس کا کندھا تھام کے کہہ رہی تھی۔داور چپ رہا۔کچھ ساعتیں بیتیں تو داور نے سر اٹھا کر جنت کو دیکھا۔

"تمہیں مجھ سے محبت کیوں نہیں ہے؟"وہ اس کے تاثرات جانچنے کے لیے کہہ رہا تھا۔جنت کی آنکھیں اس کے چہرے پہ ساکت ہو گئیں۔یہ وہ یہ کیسا سوال کر رہا تھا۔

"بولو!..." وہ نہ بولی تو وہ اسے مجبور کرنے لگا۔

"کس نے کہا کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے؟" وہ کہہ اٹھی۔ پتہ نہیں کیسے یہ الفاظ منہ سے ادا ہوئے تھے مگر ہو گئے تھے۔ شاید وہ اپنے حواسوں میں ہی نہیں تھی۔ اس کے سوال نے اس کے حواس کھو دیے تھے۔

داور شاکڈ ہو کے اسے دیکھ رہا تھا۔ کیا وہ اعترافِ محبت کر رہی تھی؟

"تو کیا تم..." وہ اتنے شاکڈ میں تھا کہ آگے کچھ کہہ ہی نہ سکا۔ مگر جنت نے اس کا جملہ پورا کیا۔

"ہاں ہے مجھے تم سے محبت۔ اب سے نہیں بہت پہلے سے۔ مگر معلوم اب ہوا۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

داور کی زبان ہلنے سے انکاری تھی۔ وہ تو بس اسے تکے جا رہا تھا۔ وہ کیا کہتا؟ اس لڑکی کے اعتراف نے تو اسے بولنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔ جنت نے اس کا سپاٹ چہرہ دیکھا تو پھر سے بول اٹھی۔ اسے ڈر تھا کہ شاید وہ اسے غلط سمجھ کر کہیں یہ نا سمجھ بیٹھے کے اس کی نیت میں فتور آ چکا ہے۔

"لیکن تم فکر نہیں کرو۔ میں نے کہا ہے نا کہ میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ میں بھائی کی شادی کے بعد بھائی سے فوراً کہہ دوں گی کہ وہ اس نکاح کو ختم کر دیں۔ میں خود غرض ہر گز نہیں ہوں۔" داور خاموشی سے اسے بس تکے جا رہا تھا، "تم سمجھ رہے ہو نا کہ

میں کیا کہہ رہی ہوں؟" وہ اس کے کندھے پہ رکھے اپنے ہاتھ کی مدد سے اس کا کندھا جھنجھوڑتے ہوئے گویا ہوئی۔

"تم بہت خود غرض ہو جنت!" وہ کہہ رہا تھا لیکن جنت نے تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"میں... میں کہہ رہی ہوں نا!... میں بھائی کی شادی کے بعد بھائی سے خود بات کروں گی۔ تم یوں مجھے غلط نہ سمجھو!" جنت کو خوف نے آن گھیرا تھا۔ کہیں وہ ناراض ہو گیا تو۔ اور بھلا وہ خود غرض کیسے ہو سکتی تھی؟ وہ کیسے اسے یقین دلاتی۔

داور نے تاسف نے نفی میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ جنت کو اب اسے دیکھنے کے لیے سر اٹھانا پڑ رہا تھا۔ وہ زمین پہ بیٹھی تھی اور وہ سامنے کھڑا تھا۔ وہ پھر سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"تم بہت زیادہ خود غرض ہو جنت!" وہ اپنی بات دہرا رہا تھا۔ جنت کو سمجھ نا آئی کہ وہ کیا کہے۔ وہ ایسے کیوں کہہ رہا تھا۔

داور اب الٹے قدم چلتے ہوئے پھر سے اپنے الفاظ دہرا رہا تھا۔ "تم بہت خود غرض ہو جنت۔"

جنت کا دل پسیج رہا تھا اس کے ایسے کہنے سے۔

وہ رکا اور پھر سے کچھ گویا ہوا۔ "تم صرف اپنے بارے میں سوچتی ہو۔اور خود ہی سے فرض کر لیتی ہو۔" کہتے ساتھ ہی وہ یک دم مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے کمرے سے نکل گیا۔

جنت ہونقوں کی طرح اپنی جگہ بیٹھی تھی۔داور کے کمرے سے نکلنے کے بعد اسے بھی کچھ ہوش آیا تو وہ اپنا چشمہ ٹھیک کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے اپنے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچی۔اس نے دروازے سے جھانکا تو داور تیزی سے سیڑھیوں کے زینے چڑھ رہا تھا۔وہ بھی بغیر کچھ سوچے اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

داور نے اپنے کمرے میں قدم رکھا اور دروازہ بند کرنے ہی لگا تھا کہ جنت اسے دھکیلتی اندر داخل ہو گئی۔

داور نے اسے دیکھتے ہی نظریں پھیر لیں۔جنت کی آنکھیں ایک بار پھر لباب پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

"داور! تم... تم ایسے کیوں کہہ رہے ہو مجھے۔تمہارے لیے جو ہو سکا میں کروں گی مگر تم اس طرح سے... خود غرض نہ کہو مجھے۔تم میرے لیے اہم ہو۔میں تمہارے معاملے میں خود غرض نہیں ہوں۔" وہ اسے یقین دلانے کی سعی کر رہی تھی مگر وہ اسے دیکھ

تک نہ رہا تھا۔جنت خاموشی سے اسے دیکھتی رہی مگر اس نے ایک حرف بھی نہ کہا۔وہ بس منہ موڑے ہوئے تھا۔

"داور! کچھ تو کہو۔مجھ سے بات تو کرو۔"

وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔اور اس کے آنسو ہی تو داور کی کمزوری تھے۔

"پلیز جنت! ابھی میرے کمرے سے جاؤ۔"وہ فل وقت اس کے آنسوؤں سے کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا اس لیے کہتے ساتھ ہی وہ اپنی وارڈروب کی طرف بڑھ گیا،اور اس کا سلائیڈر گھسیٹ کر اپنا نائٹ سوٹ نکالنے لگا۔جنت پھر سے اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔داور نائٹ سوٹ نکال کر اور سلائیڈر واپس گھسیٹ کر جیسے ہی مڑا جنت اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔جب تک تم مجھے یہ نہیں بتاتے کہ تم نے مجھے خود غرض کیوں کہہ رہے ہو میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"جنت! ہم کل بات کریں گے۔ابھی تم جاؤ۔"داور نرم لہجے میں مخاطب ہوا اور اپنا نائٹ سوٹ بیڈ پہ اچھال کر پھینک دیا۔

"نہیں۔ہم ابھی بات کریں گے۔"اس نے ضدی لہجے کے ساتھ کہا۔

"جنت!"داور نے اسے گھورا۔جنت نے نفی میں سے ہلایا تو داور کو غصہ آیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جنت! میں نے کہا نا کہ یہاں سے جاؤ۔" وہ دھاڑا ہی تو تھا۔ جنت سمیت جنت کا چڑیا جیسا دل بھی لرز گیا۔ جنت کی آنکھوں سے آنسو اب اور زیادہ روانی سے بہنے لگے تھے۔ وہ داور کو لمحہ بہ لمحہ کمزور کر رہی تھی۔ اخیر تو اس نے تب کر دی جب وہ ہچکیوں سمیت روتے ہوئے بولی۔

"جا رہی... ہوں... اب... میں تم سے نہ کل... بات کروں گی... نہ ہی... اس کے بعد... نہ پھر کبھی۔" چشمہ ٹھیک کرتی وہ اپنی ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتی وہاں سے جانے کے لیے مڑی تھی جب داور نے اس کا بازو تھام لیا۔ داور لب بھینچے اس کی پشت کو دیکھنے لگا پھر آگے بڑھا اور بادل نخواستہ اس کا رخ اپنی طرف کرتے اسے سینے سے لگا گیا۔ اس کے سینے سے لگنے کی دیر تھی کہ ایک بار پھر سارے دن کا غبار بہنے لگا۔ وہ اس کی شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں بھینچے روئے جا رہی تھی۔ داور نے اس کے گرد اپنا حصار قائم کیا۔

"بتاتے... کیوں نہیں ہو... تم۔" وہ پھر سے استفسار کرنے لگی۔ نا جانے کیا تجسس تھا اس پاگل لڑکی کو۔

"بتاؤں گا تو ساری رات تمہیں نیند نہیں آئے گی۔" وہ بے اختیار ہی نا محسوس انداز میں اس کے بالوں پہ بوسہ دے گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تو اب بھی کون سا نیند آنے والی ہے۔" وہ سر اٹھا کر خفگی سے کہہ رہی تھی۔ رونے کے باعث نچلا ہونٹ تھوڑا سا باہر کی طرف مڑ گیا تھا۔ سرخ آنکھوں کے ساتھ سوجھے ہوئے پپوٹے اور لال ہوتی ناک کی وجہ سے وہ داور کو اور زیادہ پیاری لگنے لگی۔

"اچھا سوری!" وہ بولا تو لہجے میں سماجت تھی ناراضگی دور کرنے کے لیے۔

"اب کیوں سوری؟ تم بات ٹال رہے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ کل تک کے لیے ٹال دیتے ہیں بات کو۔" وہ اپنا حصار توڑتے ہوئے اس سے دور ہوا۔ جنت نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔ پھر لب بھینچ کر جیسے ہار مانی۔ بھلا وہ کہاں اس کی باتیں مانتا تھا۔ اسے کون سا اس سے اندھا دھند محبت تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم کہتے ہو تو کل بات کر لیں گے۔" وہ مصنوعی سا مسکرا دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ داور کو جذباتی دھمکیاں وہ اچھی خاصی دے لیا کرتی تھی اور محترمہ کو احساس تک بھی نہ ہوتا تھا۔

وہ دروازے سے نکل کر جا چکی تھی۔ داور کچھ لمحے دروازے کو دیکھتا رہا پھر تیزی سے بھاگا. سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر اس نے اسے جا لیا تھا۔ وہ اسے کہنی سے تھام کر اپنی کھینچ چکا تھا۔ اگر جنت داور کے سینے پہ اپنا ہاتھ نہ رکھتی تو وہ خود سیدھا اس کے سینے سے آ لگتی۔ جنت نے پھٹی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا۔

داور نے ایک دم سے اس کی کہنی چھوڑ کر دونوں بازوؤں کو کندھے کے قریب سے بھینچا۔ جنت کو ہر چیز اپنی جگہ ساکن ہوتی محسوس ہوئی۔ داور نے کچھ سانس ہوا کے سپرد کیے اور پھر دبی اور سرگوشی نما انداز میں گویا ہوا۔

"آئی لو یو ڈیم اِٹ۔"

ہر چیز جیسے منجمد ہو گئی تھی۔ وہ خود بھی سن کھڑی تھی۔ دونوں ہاتھ پہلوؤں میں جا گرے تھے۔ ایسے لگا تھا جیسے کسی پری نے آ کر خاموشی سے اپنی چھڑی گھمائی تھی اور اس میں سے چمکتے جگنو خارج ہو کر ماحول کو سنہرا کر گئے تھے۔ وہ دونوں بھی ایک دوسرے کی آنکھوں میں نظر آتے جگنوؤں کو تلاش رہے تھے۔ اب مانو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی جادو گر آیا ہو اور ماحول پہ چھائے اس سنہری پن کو پھولوں کی پتیوں میں تبدیل کر رہا ہو۔ وہ پھولوں کی پتیاں گرنے سے پہلے ہی فضا میں غائب ہو جاتی تھیں۔ کچھ لمحوں کا فسوں تھا جو ایک دم سے ٹوٹا تھا۔ پری، جادو گری، جگنو اور پھولوں کی پتیاں کچھ بھی تو نہ تھا وہاں پہ۔ صرف وہ دونوں تھے۔ ان کی محبت کا آغاز تھا۔ پیار تھا۔ انعام تھا۔ سب قبول تھا۔ قبول تھا۔ قبول تھا۔

جنت کے لب آہستہ سے وا ہوئے تھے۔ وہ حواسوں میں ہی کہاں تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا؟...میں...میں...مجھے سمجھ نہیں آئی شاید۔ایک منٹ۔تم نے کیا کہا؟"وہ جیسے یقین نہ کر پا رہی ہو۔یقین کرتی بھی کیسے،اس سے نفرت کا دعوے دار محبت کا اظہار کرے تو یقین ناممکن سا تھا۔مگر شاید ممکن تھا۔یقین کو ممکن ہونا تھا۔نفرت کوئی عام الفاظ تھوڑی ہے۔وہ نفرت تو نہ تھی۔وہ اپنی محرومیوں پہ جھگڑنے والے نفرت کے دعوے دار تھے۔محروم؟...کس چیز سے؟...ہاں۔ماں باپ کی محبت سے۔لڑنا جھگڑنا تو نفرت نہیں ہوتی۔وہ تو محبت ہوتی ہے۔نفرت لفظ بہت چھوٹا ہے لیکن معنی بڑے ہیں۔

داور خود بھی اپنی جگہ برف کا مجسمہ بن چکا تھا۔یہ کیا کہہ دیا تھا اس نے۔دل کی بات زبان پہ یوں اچانک آئے گی اسے معلوم نہ تھا۔وہ جنت سے پہلے خود کو کیسے یقین دلاتا۔

"میں...میں..."داور کی زبان لڑکھڑا سی گئی۔وہ کیسے اتنا جلدی جذباتی ہو گیا۔اسے اب معلوم ہوا تھا کہ وہ صرف غصے میں ہی جذباتی نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ تو محبت میں بھی جذباتی ہو گیا تھا۔

جنت اضطرابی کیفیت میں اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

"میں...کچھ نہیں۔"وہ کہہ کر چپ ہوا۔پھر جنت کو چھوڑ کر وہ مڑا اور وہاں سے جانے لگا۔فل حال تو شاید وہ خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہ تھا۔

جنت فوراً سے اس کے سامنے آئی تھی۔داور یک دم رکا۔

"کیا تم نے مجھے آئی لو یو کہا؟"وہ استفسار کر رہی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ۔"وہ کہہ کر پھر سے وہاں سے جانے لگا کہ جنت نے سختی سے اس کا بازو تھام لیا۔

"جھوٹ بول رہے ہو۔"اب کہ جنت نے مسکراہٹ دبائی تھی۔جنت کا دل شکست دے چکا تھا اس کے دل کو۔وہ اپنی فتح پہ مسکرائی تھی۔

"شٹ اپ جنت!..."وہ اس کا ہاتھ جھٹکتا بولا تھا۔

"تو محترم کو محبت ہو گئی ہے مجھ سے۔"وہ پھر سے اس کا بازو تھام چکی تھی۔

"تمہاری سماعت خراب ہو گئی ہے۔"وہ دبا دبا سا غرایا۔

"اب ہی تو ٹھیک ہوئی ہے۔"وہ مسکرا کر نہایت ہی بے باکی سے اس کے گلے میں اپنی باہیں ڈال گئی۔داور تو اس کی اس بے شرمی پہ زمین میں گڑھنے کو تھا۔

"تمیز سے جنت۔"وہ اس کے بازو اپنی گردن سے نکالتا سختی سے گویا ہوا۔

"بیوی ہوں تمہاری۔"اب کہ وہ بولی تو لہجہ جتاتا ہوا تھا۔داور نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"مانتی ہو؟"وہ پوچھ رہا تھا۔

"ماننے والی کیا بات ہے۔میں ہوں۔میں جو مرضی کر سکتی ہوں تمہارے ساتھ۔" کہتے ساتھ وہ شانے اچکا گئی۔

"پھر تو میں بھی جو مرضی کر سکتا ہوں۔" داور بھی شرارت پہ اتر آیا تھا۔اس نے جنت کی کمر میں ہاتھ ڈال اسے اپنے قریب کیا۔

"اب بتاؤ!...کیا کہہ رہی تھی؟" وہ اب ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈالے دوسرے سے اس کے چہرے پہ آئی لٹوں سے سے کھیلنے لگا۔جنت کا تو سانس ہی سوکھ گیا۔وہ تو بس...ایسے ہی شرارت کر رہی تھی۔اور وہ تو فری ہی ہو گیا تھا۔

"ز...زیادہ فری...فری نہ ہو۔" وہ اپنا چھڑواتی اس سے دور ہوئی تھی۔داور اس کی کمزوری جان گیا تھا اس لیے مسکراہٹ دانتوں میں دبائے وہ پھر اس کے قریب ہوا۔

"اونہوں!...میں تو محبت کرتا ہوں تم سے۔میرے پاس آؤ۔" وہ شرارت پہ اتر آیا تھا۔

"تو تم اعتراف کر رہے ہو؟" وحیرانگی سے استفسار کرنے لگی۔

"آف کارس ڈارلنگ۔" وہ پھر سے اس کی کمر کے گرد حصار باندھ گیا تھا۔

"اوکے!...پھر مجھے بھی کوئی پرابلم نہیں۔" وہ بھی پھر سے اس کے گلے میں اپنی بانہوں کا ہار ڈال گئی۔داور نے تاسف سے اسے دیکھا تھا پھر ہنس دیا۔اور اسے تھوڑا سا

اوپر اٹھا کر گھومانے لگا۔ جنت بھی کھلکھلا دی۔ ان دونوں کی ہنسی کی آواز اب پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ داور نے جنت کو زمین پہ کھڑا کیا اس کی پیشانی کے ساتھ اپنی پیشانی مس کی۔

"آئی لو یو۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"وہ کیا ہوتا ہے؟" وہ ہنس کر گویا ہوئی۔

"محبت ہمسفر... محبت حیات... محبت جنت... محبت تم... میری تم... ہم اور تم۔" اب کے وہ بھی پیار سے مخاطب ہوا تھا۔

"رومانس ختم ہو گیا ہو تو سو جاؤ۔ تم دونوں کی آوازیں نہایت ڈسٹرب کر رہی ہیں مجھے۔" آواز کہیں قریب سے آئی تھی۔ داور اور جنت نے گردن گھما کر دیکھا تو شہریار سامنے ہی کمر پہ ہاتھ رکھے ان دونوں کو گھور رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے اچھلے تھے اور ٹھیک سے سیدھے کھڑے ہوئے۔

"آپ... آپ کب آئے؟" جنت کا لہراتا ہوا سوال۔

"جب تم دونوں کا آئی لو یو سیشن سٹارٹ تھا۔" وہ طنزیہ بولا تھا۔ جنت تو اپنی جگہ سرخ ہوئی تھی جبکہ داور ڈھیٹ بنا دانت نکال رہا تھا۔

"نکال لو بیٹا دانت۔ سارے توڑ دوں گا۔ فلحال دور رہو میری بہن سے۔ جب تک رخصتی نہیں ہوتی۔" شہر یار نے جنت کو کھینچ کے اپنے ساتھ کھڑا کیا۔

"کیا خیال ہے؟ آپ کے ساتھ ہی نا کر والوں رخصتی؟" کیا کانفیڈینس تھا۔

شہر یار نے انگوٹھا بند کر کے چار انگلیاں داور کو دکھائیں۔

"چار سال... چار سال انتظار کرو۔ اس سے پہلے بھول جاؤ۔"

"ہاں تاکہ تب تک آپ کا چار سالہ بچہ ہماری شادی میں شرکت کر سکے۔" داور نے منہ پھاڑ کر کہا تو شہر یار نے اسے گھورا۔

"داور!..." جنت نے بے چینی سے اسے پکارا۔

"جی میری جان!" وہ اس کے عجیب عجیب ناموں سے اب جان پہ آ چکا تھا۔ فلحال وہ شہر یار کو تپانے کے موڈ میں تھا۔

"چار نہیں تین سال کا ہو گا ان کا بچہ۔ ایک سال تو لگتا ہے پیدا ہونے میں۔" جنت کو جلدی سے بائیولوجی یاد آئی تھی۔ داور نے داد دینے والی نظروں سے جنت کو دیکھا پھر کنکھیوں سے شہر یار کو جو کہ اب جنت کو گھور رہا تھا۔

"تمہیں بڑا پتہ ہے۔" شہر یار کا ہوا میں جھولتا ہوا طنز آیا تھا۔

"کیسی باتیں کررہے ہیں آپ۔آپ ہی تو کل فون پہ عنایہ سے کہہ رہے تھے۔آپ کی کی ہوئی بات ہی تو دہرائی ہے۔میں نے تو غلطی سے سن لیا تھا۔" جنت نے شرما کر اپنے دوپٹے کا پلو منہ میں ڈالتے ہوئے بتایا۔داور نے اپنی ہوشیار بیوی کو فخر سے دیکھا۔

شہریار کا پورا منہ کھل چکا تھا۔اس کی بہن G5 کی سپیڈ سے بھی زیادہ تیز تھی۔

"جو مرضی کہہ لو۔رخصتی چار سال بعد ہی ہو گی۔تم دونوں تو لڑتے جھگڑتے ہی اچھے تھے۔"شہریار صحیح ہی تو کہہ رہا تھا۔وہ دونوں اب مل کر اس کی واٹ لگا رہے تھے۔

"اب چلو!... تمہیں تو آج میں سلاتا ہوں۔" شہریار اسے کھینچتے ہوئے وہاں سے لے جارہا تھا۔جنت نے پیچھے مڑ کر داور کو دیکھا اور اپنے ہاتھ پہ بوسہ دے کر پھونک کے ذریعے داور کی طرف اچھالا۔داور نے بھی یہی عمل دہرایا تھا،اور ہاتھ لہرا کر اسے الوداع کہا۔

کسی کتاب میں قید ہوتا یہ منظر بہت خوبصورت تھا۔

شہریار اور جنت اب سیڑھیاں اتر رہے تھے۔داور انہیں تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے۔پھر وہ مسکرا کر سر جھٹکتا اپنی کہانی کے آخری باب کی طرف بڑھ گیا۔

اب رات آنکھوں میں ہی کٹنے والی تھی جنت کی یادوں سمیت۔ان یادوں میں یک دم ارسلان کا عکس ابھرا تھا۔داور افسردہ ہو گیا۔اسے یقین تھا وہ دوستی پھر سے قائم کر لے گا۔وہ جنونیت کے اس سفر میں دوستی کی ڈور نہیں ٹوٹنے دے سکتا تھا۔

محبت ہے جنوں

دوستی ہے جنوں

......

"سنو!..."

وہ گھر آتے ساتھ کپڑے بدلنے کا سوچ رہی تھی جب عاقب نے اسے بلایا۔

"جی!..." بڑی فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔وہ دونوں اس وقت اپنے کمرے میں تھے۔عاقب اس کے قریب آیا تو وہ چشمے کے پیچھے چھپی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے تعریف کرنے کا موقع تو دو۔"عاقب اس کا ایک ہاتھ تھام کر اپنا دوسرا ہاتھ بھی اس کے ہاتھ کی پشت پہ رکھ کر گویا ہوا۔

"تو کریں نا میری تعریف۔میں تو کب سے اسی انتظار میں تھی کہ آپ میری تعریف کریں۔"وہ بھی بے چینی سے گویا ہوئی تو عاقب اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

"تھوڑی سی شرمانے کی ہی اداکاری کر لو۔میں تمہاری تعریف کرنے لگا ہوں۔" عاقب نے اپنی مسکاہٹ دبائی۔جبکہ ہانیہ نے دوسرے ہاتھ کی انگلی منہ میں دے کر کافی ٹھیک ٹھاک اداکاری کی تھی۔اس کے بعد لشکارے بھی مار کر دکھائے گئے پرانی عورتوں کی طرح۔عاقب کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"اگر تم ایسے کرو گی تو میں تعریف کیسے کروں گا۔" عاقب بمشکل ہی ہنسی روک پایا۔

"منہ سے عاقب۔"کمال جواب دیا گیا تھا۔عاقب بھی تاسف سے نفی میں سر ہلاتا مکمل متوجہ ہوا تھا۔

"اچھا تو تم آج!..." وہ تعریفی کلمات کہنا شروع کر رہا تھا۔ہانیہ مکمل تیاری کے ساتھ کھڑی تھی اپنی تعریف سننے کے لیے۔

"پہلے تم میری تعریف کرو۔" وہ جلدی سے اپنے پہ آیا۔ہانیہ کے پھولے گال کچھ اور پھولے تھے۔آنکھوں میں مایوسی در آئی تھی۔

"کرو نا!..." وہ انتظار میں تھا۔ہانیہ بھی سر اثبات میں ہلا گئی۔

"آپ نا آج...آپ نا آج..." وہ کہہ رہی تھی،اب کہ وہ سچ میں شرمائی تھی۔

"آپ نا آج بلکل ڈوریمون لگ رہے تھے۔" ہانیہ نے کہتے ساتھ ہی نہایت ہی شرما کر دوسری طرف منہ کیا تھا۔عاقب کے سر پہ پہاڑ آ گرا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہانی!..."اس کا لہجہ تعجب آمیز تھا۔

"سچ میں۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ مجھے ناڈوریمون بہت ہی پیارا لگتا ہے۔ بہت زیادہ۔ آپ بھی بلکل وہی لگ رہے تھے۔"

"تو ایسے کہو نا کہ پیارا لگ رہا تھا۔"عاقب کو تسلی ہوئی۔ ورنہ محترمہ نے اسے کارٹون بنانے میں کوئی اگلی پچھلی کسریں نہیں چھوڑی تھیں۔

"ہاں۔ بلکل ڈوریمون۔"وہ خیالوں میں گم گویا ہوئی تھی۔

"تو ڈوریمون سے ہی شادی کرنی تھی نا۔"وہ جل ہی تو گیا تھا۔

"کر تو لی ہے۔"ہانیہ نے اب کہ اسے اوپر سے لے کر نیچے تک دیکھا اور شرما گئی۔ اس کے وجیہ نقوش اور کسرتی جسم کو ڈوریمون سے تشبیہ دی جا رہی تھی۔ اس کے تو سر پہ لگی تلوؤں پہ بجھی۔

"اب ڈوریمون سے ہی کہنا کہ تمہیں چاکلیٹس لا کے دے۔"وہ جل بھن کے کہتا بیڈ کی طرف گیا اور دھپ سے بیٹھ گیا۔ انداز میں خفگی تھی۔ ہانیہ قدم قدم چلتی اس تک آئی اور اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ عاقب نے رخ پھیر لیا۔ اس نے نرمی سے عاقب کے بازو میں بازو ڈال کر اسے تھاما اور پیار سے گویا ہوئی۔

"ناج ہو گئے۔" وہ پلکیں بار بار جھپکتی معصومیت کا شاہکار معلوم ہوئی تھی۔ عاقب نے کنکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ ناراضگی میں بھی اس پہ پیار ہی آتا تھا۔

"اچھا تو ٹھیک ہے۔ آپ بلکل شاہ رخ خان لگ رہے تھے۔" اب کہ اپنا جملہ تبدیل کر کے تعریف کی گئی۔ عاقب نے اپنا رخ اس کی طرف موڑا اور اسے گھورا۔

"میں نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ کس کے جیسا لگ رہا ہوں۔ یہ پوچھا ہے کہ میں اپنے آپ میں کیسا لگ رہا ہوں۔"

"مجھے... مجھے شرم آتی ہے۔" وہ ایک بار پھر شرمائی اور اس بار پہلے سے بھی زیادہ شرمائی۔ عاقب نے ہنسی لبوں میں دبائی۔

"اچھا پھر میں ناراض ہوں۔ آج میں ہانی سے ناراض ہوں۔" عاقب نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔

"اچھا سنیں تو!"

"سنائیں جی۔" وہ بھی گہرا سانس خارج کرتا اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ بہت پیارے لگ رہے تھے۔ آپ تو ہمیشہ ہی بہت پیارے لگتے ہیں۔" دانت نکال کر بتایا گیا تھا۔ وہ دانت نکالتی ہوئی کتنی پیاری لگتی تھی۔ عاقب ہنس دیا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے دونوں گال کھینچے۔

"اور تم مجھے صرف اکلوتی خوبصورت اور پیاری لڑکی لگتی ہو اس دنیا میں۔" اب کہ وہ جھکا اور اس کے گال پہ بوسہ دیا۔

"مجھے تو لاج آگئی۔" وہ اس کے سینے سے لگتی کہہ اٹھی۔

"اچھا۔ لگتا نہیں ہے ویسے۔" وہ ہنسا تھا۔

۞......۞......۞

ارسلان کی ساری رات ہی آنکھوں میں کٹی تھی۔ داور کی باتیں بھولنے والی تو نہ تھیں کم از کم۔ وہ بس یہ چاہتا تھا کہ داور سے آج اس کا سامنا نہ ہو۔ وہ سوچ چکا تھا کہ جنت اور داور سے کوسوں دور رہے گا، مگر قسمت کا لکھا کون ٹال سکتا ہے۔

"یہ جنت نظر نہیں آ رہی۔ ابھی صبح ہی تو جنت سے بات ہوئی تھی میری۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ آج آئے گی آج۔" ہانیہ ادھر ادھر متلاشی نظریں گھماتی دیکھ رہی تھی۔ ارسلان کا چہرہ ایک بات پھر مرجھا گیا۔

"ویسے جنت صبح بات کرتے ہوئے کافی خوش لگ رہی تھی۔"

ہانیہ نے صبح اس کو کال کر کے اس کی خیریت دریافت کی تھی، ساتھ یہ بھی پوچھا تھا کہ وہ آج آئے گی کہ نہیں۔اس نے جب کہا کہ وہ آئے گی تو ہانیہ نے سوچا کہ باقی باتیں اس کے یونی آنے کے بعد ہی کرے گی۔

صبح ڈائینگ ٹیبل پہ جنت اور داور ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ان کا کھانے پہ دھیان کم اور ایک دوسرے میں زیادہ تھا۔شہریار نے باری باری ان دونوں کو دیکھا اور پلیٹ پرے کھسکا دی۔

"تم دونوں تو لڑتے جھگڑتے ہی اچھے تھے۔ناجانے کل کیا ہوا ایسا کہ تم دونوں ٹھیک ہو گئے۔بلکہ کچھ زیادہ ہی ٹھیک ہو گئے۔میں اب چاہتا ہوں کہ تم دونوں پھر سے جھگڑے شروع کر لو۔"شہریار نے کہتے ساتھ ہی تاکید کی۔

"لیکن میں اب کیسے جھگڑا کروں۔جنت اب مجھے اچھی لگتی ہے۔"وہ جنت میں گم بولا تھا۔بے شرمی سے۔

"اور مجھے داور۔"جنت کی طرف سے بھی منہ پھاڑ جواب آیا تھا۔

"آئی لو یو۔"داور جی جان سے فدا ہوا بولا تھا۔

"لو یو ٹو۔"جنت نے ساری حد پار کرتے ہوئے ہوائی بوسہ اچھالا تھا۔

شہریار کا تو سر ہی گھوم گیا تھا۔

"وہ دیکھو! وہ آگئی جنت۔" ہانیہ نے دور سے جنت کو آتے دیکھا تو کھلا کر بولی اور ساتھ ہی ہاتھ ہلا کر اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ ارسلان نے مڑ کر دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی۔

ہانیہ مسکراتی آنکھوں سے اسے آتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ لیکن اسے لگا جیسے اس کا چشمہ کچھ دھندلا سا ہوا ہے۔ تھوڑا دھندلا...کچھ دھندلا۔ اس نے جلدی سے اپنا چشمہ اتارا اور قمیض کے نچلے کونے سے صاف کیا۔ ارسلان نے تاسف کے ساتھ اس کی یہ حرکت دیکھی۔ ہانیہ نے چشمہ صاف کرتے ہی دوبارہ سے آنکھوں پہ چڑھایا۔ اس بار اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں تھیں۔ کیونکہ جنت پر جوشی کے ساتھ ہنسی مسکراتی داور کے ساتھ تشریف لا رہی تھی۔ اوپر سے غضب خدا کا وہ دونوں ایک دوسرے سے ہنستے ہوئے گپے بھی ہانک رہے تھے۔

"میرے خدایا اٹھا لے مجھے۔" ہانیہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیسی باتیں کرتی ہو ہانی۔ اس سے پہلے ہی بھائی نے مجھے اٹھا لینا ہے۔" ارسلان نے آنکھیں گھمائیں۔

"ارسلان آج ستارے کہاں سے نکلے ہیں؟"

ہانیہ کی بات پہ ارسلان نے ایک دفعہ آسمان کی طرف دیکھا اور پھر ہانیہ کو دیکھ کر بولا۔

"ابھی تو نہیں نکلے۔جب نکلتے ہیں تو دیکھ کر بتاتا ہوں۔"

ہانیہ نے ارسلان کی پشت پہ نظر آتے منظر کو دیکھ کر سر اثبات میں ہلایا۔

"یاد سے دیکھ لینا۔"

"کیسی ہو ہانی؟"جنت نے آتے ہی سوال کیا۔داور بھی اس کے ساتھ۔ارسلان کی پشت جنت کی جانب تھی اس لیے وہ جنت کے ساتھ داور کو نہ دیکھ سکا۔وہ تو بس جنت کی آواز پہ ہوش میں آیا تھا اور بغیر اس کی جانب دیکھے تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے جانے لگا۔

"ارسلان کدھر جا رہے ہو؟"جنت فوراً سے اس کے پیچھے لپکی تھی۔داور نے ارسلان کو جاتے ہوئے دیکھا تو وہ شرمندہ ہوا۔

"کیا بات ہے۔ہاں؟آج ستارے کہاں سے نکلے ہیں؟"ہانیہ نے چہک چہک کر داور سے پوچھا تھا۔

"تمہارے اسکارف سے۔"داور نے میٹھا سا طنز کیا۔ہانیہ نے اپنے سر پہ لپٹے اسکارف کو گردن نیچی کر کے دیکھا۔جس میں ننھے ننھے ستارے لگے ہوئے تھے۔پھر گردن اٹھا کر داور کو دیکھا۔

"سہی ہے برو! اب بہن کو ایسے طنزیہ چماٹے مارو گے!" وہ جذباتی ہوئی۔ داور نے ڈیلے نکال کر اسے گھورا۔

"توبہ ہے ہانی۔"

"توبہ کر لی ہو تو یہ بتاؤ! یہ... یہ جنت اور تم ایسے کیسے..." آخر میں اس نے سوالیہ ہاتھ گھما کر ابرو اچکائے پوچھا۔

"ایسے کیسے کیا؟" داور نے ابرو اچکائے۔

"یہ تم دونوں جنگلی بلیاں اچانک سے پرندے پیار کے کیسے بن گئے؟"

"پرندے پیار کے نہیں Love birds ہوتے ہیں ہو۔" داور نے آنکھیں گھمائیں۔

"شرم تو آتی نہیں۔ ہیں؟ اب بہن کو انگلش اردو کا ڈفرنس بھی بتاؤ گے تم۔" بھائی بننے کے اچھے انتقام لے رہی تھی وہ۔ داور نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"اُف ہانی!..."

"کتنے سال کے ہو تم؟" وہ آنکھیں ٹیڑھی کر کے استفسار کرنے لگی۔

"انیس سال کا۔ بیس دسمبر کو بیس سال کا ہو جاؤں گا۔"

"تو عزت کرو میری۔ پورا ایک دن بڑی ہوں میں تم سے پورا ایک دن۔" انگلی دکھا کر بتایا گیا۔ داور کی تو آنکھیں ہی پھٹ گئیں۔ وہ جنت کو ہمیشہ جتایا کرتا تھا کہ وہ اس سے ایک دن بڑا ہے۔ یہاں تو ہانیہ بھی اس کی ماں نکل آئی تھی۔

"سچ میں؟" اس کی حیرت عروج پہ تھی۔

"تم... تم اب اپنی بہن پہ شک کر رہے ہو۔ مجھ پہ۔ ہانی پہ۔" وہ بات کو کہاں سے کہاں لے کر جا رہی تھی۔ ایسا صرف داور کو لگا۔

"رکو۔ تمہیں مجھ پہ یقین نہیں ہے نا رکو تم۔" ہانیہ نے جلدی سے بیگ کھولا اور اس میں سے آئی ڈی کارڈ نکال کر اپنی تاریخِ پیدائش داور کو دکھائی۔ داود نے تھوک نگلا۔

"میں نے ثبوت تو نہیں مانگا تھا۔ مجھے یقین آ گیا تھا۔"

"واہ۔ اب ثبوت دیکھنے کے بعد تمہیں یاد آ گیا کہ تم نے میری بات کا یقین کر لیا تھا۔" ہانیہ اچھا سر کھا رہی تھی اس کا۔

جنت نے ارسلان کو جا لیا تھا اور اب اس کے سامنے کھڑی اسے گھور رہی تھی۔ ارسلان ادھر اُدھر دیکھتے اسے نظر انداز کر رہا تھا مگر تب بھی وہ گھورتی رہی تو اس نے سوالیہ ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"کیا؟"

"اگنور کر رہے ہو مجھے؟"

"میرا تمہارا ایسا کوئی تعلق نہیں ہے کہ میں اگنور کروں تمہیں۔" وہ بغیر کسی تمہید کے سیدھی لکیر کی طرح کہہ گیا۔ جنت متعجب نے ہو کر اسے دیکھا۔

"ناراض ہو؟" وہ افسردہ ہوئی۔

"تم نے ایسا کیا ہی کیا ہے جو میں تم سے ناراض ہوں۔"

"تو پھر ایسے نظرانداز کیوں کر رہے ہو؟" وہ مضطرب ہو کر سوال کر رہی تھی۔

"جنت ہٹو میرے راستے سے میری کلاس ہے ابھی۔" اس نے بہانہ گھڑا۔

"ہانیہ کی بھی تو کلاس ہے تمہارے ساتھ۔ وہ تو نہیں گئی ابھی تک۔"

"اس کا تو دماغ ہی خراب ہے۔ تو کیا میں بھی کر لوں اپنا دماغ خراب۔" کاش کے ہانیہ سن لیتی۔

"ہانی!..." جنت نے ہانیہ کو آواز لگائی جو دور کھڑی داور سے بحث کر رہی تھی۔

ہانیہ نے مڑ کر سوالیہ نظروں سے جنت کو دیکھا۔ داور بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ارسلان کہہ رہا ہے کہ ہانیہ کا دماغ خراب ہے۔" جنت نے اتنی اونچی آواز میں ضرور کہا تھا کہ ہانیہ کو صاف سن گیا تھا۔ لیکن ساتھ ساتھ آتے جاتے سٹوڈنٹس کو بھی جن کی

کھی کھی شروع ہو چکی تھی۔ہانیہ کو سب سے زیادہ طیش تو سٹوڈنٹس کی نکلتی بتیسی نے دلایا تھا۔

ارسلان منہ کھولے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو چکا تھا۔وہ جنت کو ایسے تاک رہا تھا جیسے ابھی اڑا کر پھینک دے گا۔

"اس ارسلان کی تو ایسی کی تیسی۔"ہانیہ کہتے ساتھ ہی ان دونوں کی طرف دوڑی۔داور اپنی جگہ کھڑا ہو کر اسے جاتے دیکھنے لگا۔پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے خود بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔جو بھی تھا۔اسے ارسلان سے بات کرنی تھی۔

"آہ۔"ارسلان چیخا تھا۔کیونکہ ہانیہ نے اس کے بازو پہ چیونٹی کاٹ کر اس کی اگلی پچھلی سات نسلیں بھال دیں تھیں۔

"اور اونچا چیخو۔ابھی آواز سر ڈین کے آفس تک نہیں پہنچی ہو گی۔"وہ دانت چبا کر گویا ہوئی تھی۔جنت نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"چلو جنت!...اس کا تو دماغ ہی سیٹ نہیں ہے۔میں نے تم سے ایک ضروری بات پوچھنی ہے۔یہ داور تو بتا نہیں رہا۔حالانکہ میں اس کی بڑی بہن ہوں۔"ہانیہ نے ارسلان کے پیچھے کھڑے داور کو دیکھتے ہوئے کہا۔ارسلان چونکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں ہاں چلو۔" جنت نے بھی فوراً سے کہا تھا۔ وہ ہانیہ کے ساتھ وہاں سے چلے جانا چاہتی تھی تاکہ داور ارسلان سے بات کر سکے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں بوتل کے جن کی طرح غائب ہوئی تھیں۔

ارسلان ہوش میں آتے ساتھ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے جانے لگا۔ پیچھے مڑ کر ایک نظر داور کو دیکھنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

"ارسلان میری بات سنو۔" داور کی پکار پہ اس کے قدم جامد ہوئے تھے۔ داور چلتے چلتے اس تک آیا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ارسلان دوسری سمت دیکھنے لگا تھا۔ آنکھیں اچانک سے لال سرخ ہوئی تھیں۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" داور اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ارسلان نے ایک حرف تک نہ کہا۔

"ناراض ہو؟"

ارسلان نے چونک کے اسے دیکھا۔

"نہیں۔ میری غلطی تھی۔ میں گنہگار ہوں۔ تمہارے بقول میں جنت کے ساتھ جو مٹر گشتیاں کرتا ہوں، یونی میں کلاس کے بعد اس کے ساتھ کہیں غائب ہو جاتا ہوں۔ میں تو بہت بڑا گنہگار ہوں۔" جنت بھول سکتی تھی۔ ارسلان نہیں بھولا تھا شاید۔ داور کو

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اپنے ہی الفاظ دوہرائے جانے پہ کسی خنجر کی طرح لگے تھے۔ ناجانے ان دونوں نے اس وقت کیسے ضبط کیا ہوگا۔

"میں شرمندہ ہوں ارسلان۔ میں نے جنت سے بھی معافی مانگ لی ہے۔"

"معافی مانگ لی تو اس کی کیا گرنٹی ہے کہ اگلی بار تم پھر سے ہم دونوں پہ یہ تہمتیں نہیں لگاؤ گے۔ تمہاری سوچ بہت چھوٹی ہے داور۔ اور مجھے یقین نہیں آتا کہ جنت نے تمہیں اتنی جلدی معاف کیسے کر دیا۔" ارسلان جنت کے معاف کر دینے پہ بے یقین تھا۔

"محبت کرتی ہے وہ مجھ سے... اور میں اس سے۔" وہ نظریں جھکائے بولا۔ آواز میں نمی سی گھل گئی تھی۔

"محبت میں تہمتیں نہیں لگائی جاتیں۔ بھائی نے تو کبھی نہیں لگائی ہانی پہ۔ اور یہاں تک کہ میں نے عالیہ..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔ گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

داور نے سر اٹھا کر ارسلان کو دیکھا۔

"میں بھول گیا تھا۔ میں تمہارے جذبات عالیہ کو لے کر بھول گیا۔ میں... میں حسد میں تھا جنت کو تمہارے ساتھ دیکھ کر۔ میں سب فراموش کر گیا۔ مجھ سے غلطی ہوگئی۔"

ارسلان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اور کہنے کو لب وا کیے۔ مگر کچھ کہہ نہ سکا اور لب بھینچ گیا۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔اگلی بار اگر مجھ سے کوئی خطا ہوئی تو بے شک تم میری جان لے لینا۔مگر اب...اب ناراضگی دور کر دو۔" داور کا لہجا سماجت لیے ہوئے تھا۔

"جنت نے تمھیں معاف کر دیا تو میں کون ہوتا ہوں تم سے خفا ہونے والا۔میرا اور تمہارا رشتہ بھی ایسا نہیں ہے کوئی۔" اس کی بات پہ داور کی آنکھوں میں نمی کا سا اثر نمایا ہوا تھا۔

ارسلان جی جان سے مسکرا دیا اور فٹ سے بولا۔

"بلکہ میرا اور تمہارا تو دوستی کا رشتہ ہے۔دوستی میں ناراض تھوڑی ہوا جاتا ہے۔" کہہ کر وہ آگے بڑھا اور اسے گلے سے لگا لیا۔داور کو پہلے تو صدمہ لگا تھا۔وہ مان جو گیا تھا۔پھر صدمے سے نکل کر خود بھی بازوؤں کا حصار اس کے گرد باندھ دیا۔وہ دونوں نہایت ہی جذباتی ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ بغل گیر تھے۔

کچھ ساعتوں بعد وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"داور کے بچے!..." یہ آواز تھوڑی دور سے ہی آئی تھی۔داور اور ارسلان نے اپنی دائیں جانب آواز کے تعاقب میں دیکھا۔اس کے بعس ان دونوں کے ہوش اڑ گئے۔

عالیہ اپنے سوٹ کیس کے ساتھ کھڑی تھی۔چہرہ اشتعال سے سرخ ہو رہا تھا۔وہ کب وہاں آئی۔بلکہ وہ پاکستان کب آئی۔وہ دونوں ہونق بنے کھڑے اسے ہی دیکھ رہے

تھے جب عالیہ اپنا سوٹ کیس وہیں چھوڑ کر ان دونوں کے قریب بھاگتی ہوئی آئی۔ آتے ساتھ ہی اس نے داور کو بالوں سے پکڑ لیا اور جتنا زور کے کھینچ سکتی تھی کھینچ رہی تھی۔

"تم گدھے، الو کے پٹھے، بد تمیز اور نہایت ہی گھٹیا ترین انسان ہو۔" داور تو اس اچانک اکتفا پہ سنبھل بھی نہ پایا تھا۔ اور ارسلان تو منہ پہ ہاتھ رکھے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ... یہ... چھوڑو میرے بال۔" داور کو تکلیف سے کسی بکرے کی طرح کبھی ادھر سر مار رہا تھا تو کبھی ادھر۔

"عا... عالیہ چھوڑو اسے۔ وہ گنجا ہو جائے گا۔" ارسلان نے اسے پیچھے ہٹانا چاہا۔

"گنجا ہوتا ہے تو ہو جائے۔ ہماری شادی میں ڈھول کی ضرورت نہیں پڑے گی پھر ہمیں۔" وہ نا جانے غصے میں کیا کیا کہہ رہی تھی۔ ارسلان کا تو منہ ہی کھل گیا۔

"ہماری شادی میں؟" وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولا۔ عالیہ ابھی بھی داور کے بال نوچ رہی تھی اور داور درد سے چیخ رہا تھا۔ آس پاس سے جاتے سٹوڈنٹس اسے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

"ہاں ہماری شادی۔ کیوں؟ تم نے نہیں کرنی کیا؟"

ارسلان تو شرما ہی گیا۔

"چھو... چھوڑو میرے بااال۔ جنگلی عورت چھوڑو۔" داور کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

"یہ عورت کسے کہا؟"

"آف کارس تمہیں۔"

"میں تمہیں گنجا کر سکتی ہوں۔ میں جنت نہیں ہوں سمجھے۔ جو صرف بولے اور کرے نہ۔ ابھی دیکھو تم۔" اس نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ سختی سے بال پیچھے کو کھینچے۔ داور کی تو جان ہی ہوا ہو گئی۔ وہ صنف نازک تھی۔ وہ اسے ہاتھوں سے روکنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ البتہ وہ اسے بالوں سے نوچنے کی ہمت ضرور رکھتی تھی۔

ارسلان تو بلاوجہ ہی شرما رہا تھا۔ داور بے شک جائے بھاڑ میں یا اس کی بلا سے گنجا ہی ہو جائے۔ وہ شادی میں ڈھول کی بات کر رہی تھی۔ وہ تو خود بھی گنجا ہو سکتا تھا اس کے لیے۔

جنت اور ہانیہ کی بھی منظر پہ اچانک سے آمد ہوئی تھی۔

جنت تو یہ منظر دیکھ کر اپنی آنکھوں پہ یقین ہی نہ کر پائی۔

ہانیہ نے تو آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لیا۔ یہ کون سی چڑیل چپکی ہوئی تھی داور سے۔ بلکل عالیہ جیسی۔ عالیہ تو امریکہ میں تھی تو یہ کون سی چڑیل عالیہ کا روپ دھارے کھڑی تھی۔

"آل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو۔" ہانیہ نے ورد کرنے شروع کر دیے۔

"چھوڑو اسے عالیہ۔" جنت فوراً سے آگے بڑھی تھی اور عالیہ کی کمر میں بازو حمائل کر کے اسے پیچھے کی طرف دھکیلنے لگی۔ دھکیلنے کی وجہ سے تھوڑا اور زور لگا اور داور کی ایک بلند ترین چیخ برآمد ہوئی۔ جنت کا منہ بھی شاکڈ سے کھلا اس کی چیخ سن کر۔

"میرے بالوں سے اس کے پنجے ہٹاؤ اسے پیچھے کھینچ کر کیوں اس کی مدد کر رہی ہو۔" داور تکلیف کے باعث بولا۔

"اوہ ہاں۔" جنت نے عالیہ کو چھوڑا اور اس کے ہاتھ داور کے سر پہ سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔

"پلیز عالیہ ہٹاؤ ہاتھ اپنے۔" جنت نے التجا کی۔

"تم... تم اس شخص کے لیے مجھ سے کہہ رہی ہو۔ کل کا دن بھول گئی؟" اب حیران ہونے کی باری عالیہ کی تھی۔

"اسے چھوڑو تو سہی پھر تمہیں ساری بات بتاتی ہوں۔" جنت کا لہجہ منت بھرا تھا۔ عالیہ نے ایک آخری زوردار جھٹکا دے کر داور کے بال چھوڑ دیے۔ داور کو اپنا سر گھومتا ہوا لگ رہا تھا۔ وہ کبھی ادھر جھول رہا تھا تو کبھی ادھر۔

"اے بری آتما۔ میری بہن کے شریر سے نکل جا۔" ہانیہ پتہ نہیں کون سے تنتر منتر پڑھ کر عالیہ کے اوپر پھونکتی گویا ہوئی۔ عالیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میری بہن کے شریر سے نکل ورنہ..."

"ورنہ؟"

"ورنہ... ورنہ میں یہ... ہاں یہ ماردوں گی تجھے۔" ہانیہ نے کندھے سے بیگ نکال کر حملہ آور ہونے کے انداز میں اس کے سامنے لہرایا۔

"ہانی میں عالیہ ہوں۔"

"نہیں یہ تم نہیں ہو عالیہ۔ یہ تمہارے اندر موجود اس چڑیل کی روح بول رہی ہے۔"

"ہانی زندہ باد، ہانی زندہ باد۔" داور نے نعرہ لگانا شروع کیا۔ وہ اس کا ساتھ دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ عالیہ اور ارسلان تو ہونقوں کی طرح انہیں دیکھ رہے تھے۔

"ہانی مارو اسے۔ مارو۔" داور نے اسے چیئر اپ کرنا شرع کیا۔ بدلہ... بدلہ... بدلے کی آگ۔

محترمہ بھی اب اشتعال میں آچکی تھی۔اور آل تو جلال تو والے روپ کو ڈھال کے عالیہ کی طرف بڑھی۔

"ہانی...ہانی... نہیں...ہانی نہیں۔" وہ کچھ کہتی اس پہلے ہی ہانی نے اپنا کتابوں اور غیر ضروری اشیاء سے بھرا بیگ عالیہ کے منہ پہ دے مارا تھا۔عالیہ لنگڑاتے لنگڑاتے نیچے گری تھی۔

"آہ..." وہ تکلیف سے چیخی۔

◈......◈......◈

وہ پانچوں اب دائرے کی شکل میں بیٹھے تھے،درمیان میں عالیہ کا سوٹ کیس پڑا تھا۔عالیہ اپنے دوپٹے کو رول کیے اس پہ بھاپ دیتی اپنا سر دبا رہی تھی۔ہانیہ اپنے کیے گئے عمل کے بعد منہ لٹکائے بیٹھی تھی۔داور دانتوں کی نمائش کرتا عالیہ کو تکلیف میں دیکھ رہا تھا۔جبکہ ارسلان درمیان میں رکھے سوٹ کیس کی زپ کو کبھی بند کر رہا تھا تو کبھی کھول رہا تھا۔ساتھ ساتھ عالیہ کو بھی دیکھ لیا کرتا تھا۔جنت ہانیہ کے بیگ سے چپس چوری کرنے کے بعد اب بڑے مزے سے کھا رہی تھی۔ہانیہ کو کون سا معلوم تھا کہ وہ چپس اس کے تھے۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا مجھے؟" ساری بات سننے کے بعد عالیہ نے پوچھا۔

"ہمیں تو خود ابھی پتہ چلا۔" ارسلان گویا ہوا تھا۔

"تم لوگوں کی وجہ سے مجھے آدھی رات کو فلائٹ لینی پڑی۔ معلوم ہے کتنی مشکل سے رٹرن ٹکٹ ملی تھی۔ ابھی تک ماما اور بابا کو بھی نہیں بتایا میں نے کہ میں پاکستان آگئی ہوں۔ پھپھو کو بھی منع کر دیا تھا میں نے کہ نہ بتائیں۔" وہ بہت افسوس کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

"تو تمہاری پھپھو نے تم سے اتنی جلدی جانے کی وجہ نہیں پوچھی!" جنت نے چپس منہ میں ڈالتے پوچھا۔

"پوچھا تھا نا۔ میں نے کہہ دیا کہ گھر والوں کی یاد آرہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ رونے جو بیٹھی ہوئی تھی ارسلان کی وجہ سے۔ کوئی تو بہانہ کرنا تھا نا۔ مجبوراً وہ بھی مان گئیں۔ میں نے ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ ماما بابا کو نہ بتائے، میں انہیں خود سرپرائز دوں گی۔ یقین جانو اتنی مشکل سے ایکٹنگ کی تھی نا۔ توبہ توبہ۔" عالیہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"تمہاری پھپھو ٹھیک ہو گئیں؟" جنت نے اگلا سوال کیا۔

"ماشاللہ بلکل جوان ہیں ابھی وہ، انہیں کیا ہونا تھا بھلاں۔" عالیہ کی زبان پھسلی۔ پھر خود ہی دانتوں میں دبالی۔

"مطلب؟"ارسلان نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"سب جھوٹ تھا۔عالیہ کو گھومنے جانا تھا وہاں۔ پھپھو کے ساتھ اس کی اچھی دوستی ہے تو اس نے ان کے ساتھ مل کے گیم بنائی اور چلی گئی امریکہ۔اس کی پھپھو نے کال کر کے بلال انکل سے کہا کہ میں بیمار ہوں وغیرہ وغیرہ تو وہ عالیہ کو بھیج دے۔ان کی خدمت کے لیے۔"ہانیہ کی زبان جب کھلی تو چلتی ہی گئی۔ارسلان سمیت سارے ہانیہ کو منہ کھولے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔انہیں تو چار سو چالیس والٹ کا جھٹکا لگا تھا۔عالیہ بھی منہ کھولے تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی۔اسے یقین نہ تھا وہ اتنی جلدی پھوٹ دے گی۔عالیہ کا سر درد تو کہیں دور جا سویا تھا۔

"تم نے جھوٹ بولا مجھ سے،ہم سب سے؟"ارسلان آنکھیں پھاڑے اس سے دریافت کر رہا تھا۔

"ہا...ہاں...تو میرا بھی...دل کرتا ہے گھومنے کا۔"عالیہ کی زبان ہی لڑکھڑا اٹھی،"اور ہانی تم اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتی کیا؟"

"نہیں۔"ہانی نے اپنے دانتوں کی نمائش کی اور بے فکری سے جنت کے ہاتھ میں موجود چپس کے پیکٹ میں سے چپس اٹھا کر کھانے لگی۔جو کہ اس کے اپنے تھے۔جنت نے اپنا تھوک نگلا تھا۔

"بیٹھے رہو تم سب۔ تم سب دھوکے باز ہو۔ تم بھی، تم بھی، تم بھی اور تم تو سب سے بڑی دھوکے باز۔" ارسلان نے باری باری سب کی طرف اشارہ کیا اور آخر میں عالیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ارسلان یہ جا وہ جا۔ عالیہ بھی ہڑ بڑا کر فوراً سے اٹھی اور اس کے پیچھے بھاگی۔

"ارسلان سنو تو!..." وہ دونوں اب منظر سے غائب ہو چکے تھے۔

اب داور، جنت اور ہانیہ بیٹھے تھے۔

"جنت!..." ہانیہ نے جنت کو پکارا۔ جنت نے اسے دیکھا جو پیار سے اسے ہی مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

"میرے چپس کھانے کے بعد کیسا محسوس ہو رہا ہے۔ یقیناً ہلکا ہلکا فیل ہو رہا ہو گا۔ ہے نا؟" وہ نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔ جنت کا تو گلا ہی سوکھ گیا۔ داور نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"اس کے بدلے میں تمہارا یہ ناول لے رہی ہوں۔ Forty Rules of love۔ ٹھیک ہے؟" ہانیہ نے اس کے سامنے اس کا ناول لہرایا۔ جنت نے جلدی سے بیگ کھول کے دیکھا تو وہ ناول غائب تھا۔ پھر ہانیہ کے ہاتھ میں موجود اپنا ناول دیکھا۔

"ہانی میں نے ابھی وہ پورا نہیں پڑھا۔واپس کرو۔" جنت نے ہاتھ بڑھا کر لینا چاہا لیکن ہانیہ نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"شہریار بھائی آپ یہاں۔" ہانیہ نے جنت کی پشت پہ دیکھتے کہا۔اس سے پہلے کہ داور جنت کو کہتا کہ وہ پیچھے نہ دیکھے وہ پیچھے کی طرف گردن گھما چکی تھی۔وہاں نہ شہریار تھا نی شہریار کا کا جن۔ہانیہ گولی کی سی سپیڈ سے اٹھی تھی اور وہاں سے بھاگی تھی۔اس کے بھاگنے کی آواز سن کے اس نے گردن واپس سامنے کی لیکن ہانیہ بھاگ چکی تھی۔جنت فوراً سے اٹھی اور اس کے پیچھے بھاگی۔

"ہانی کی بچی۔"

پیچھے داور قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔کتنا خوبصورت گروپ تھا ان کا۔کسی ایک کے بغیر بھی یہ گروپ ادھورا تھا۔

......

"ماما...ماما پلیز!..."

"ارسلان بلکل نہیں۔" ثمینہ بیگم نے صاف منع کیا۔

"پلیز ماما۔صرف نکاح۔" ارسلان تو منہ پھاڑ کر اپنے نکاح کی بات کر رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ارسلان شرم آنی چاہیے تمہیں۔دماغ سے ہل تو نہیں گئے ہو۔کیسی باتیں کر رہے ہو۔تم ابھی بچے ہو۔"انہوں نے اسے سختی سے ڈپٹا۔ارسلان اس وقت ان کے کمرے میں موجود ان کے گوڈے کے ساتھ لگ کر بیٹھا تھا۔ہماری محترمہ ہمیشہ کی طرح باہر کان لگائے کھڑی تھیں۔

"نہیں آرہی شرم۔آپ کو پتہ ہے ناکہ عنایہ مجھے کتنی چھوٹی ہے۔اس کا بھی نکاح ہو رہا ہے صرف میں ہی رہ گیا ہوں۔"

"کیونکہ وہ لڑکی ہے۔"انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔

"تو عالیہ بھی تو لڑکی ہی ہے۔"اس کی زبان اس بار پھر بے شرمی سے پھسلی تھی۔

"رکو ذرا۔بتاتی ہوں تمہیں۔"انہوں نے بیڈ کے نیچے ادھر اُدھر نظر گھما کر اپنا جوتا تلاش کرنا چاہا تھا ارسلان کو مارنے کے لیے۔

"وہ یہاں نہیں ہے۔میں پہلے ہی باہر رکھ آیا تھا۔"سکون سے بتایا گیا۔باہر کھڑی ہماری محترمہ نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ان کے جوتوں کو دیکھا اور ہنسی دبائی۔

"ارسلان آنے دو تمہارے بابا کو۔اچھی طرح دماغ سیٹ کرواتی ہوں تمہارا۔"وہ غصے سے گویا ہوئی تھیں۔

"ماما اس کا مطلب آپ نہیں مانیں گی؟"وہ جیسے آخری دفعہ پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔" بے دھڑک کہا گیا۔

"ٹھیک ہے پھر۔ بات نہ کیجیئے گا مجھ سے۔اور...اور میرا کھانا بنانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں کھاؤں گا۔اس گھر میں میری کوئی عزت نہیں ہے۔سب صرف بھائی کی سنتے ہیں۔ صرف انہیں سے پیار کرتے ہیں۔ مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا۔" وہ اچھے طریقے سے ایمو شنل بلیک میل کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"بھائی کی بار تو فوراً سے مان گئی تھیں۔ میں سگا ہوں نا اس لیے کوئی عزت نہیں ہے میری۔" جاتے جاتے وہ کمرے سے یہ کہنا نہ بھولا۔ ثمینہ بیگم تو گھور بھی نہ سکیں اسے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کے باہر نکلتے ہی ہاتھ میں پکڑا ثمینہ بیگم کا جوتا ہانیہ نے ارسلان کو رسید کیا۔ وہ کراہ اٹھا تھا۔

"زیادہ اوور ایکٹنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تو اور کیا کرتا۔ تمہارے شوہر سے ہی بات کرنی پڑے گی اب مجھے۔ سارے ان کی ہی سنتے ہیں صرف۔" وہ دونوں اب ثمینہ بیگم کے کمرے سے دور آچکے تھے اور اب آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"ہاں۔ رات کو کرنا بات تم ان سے۔" ہانیہ کو بھی یہی ٹھیک لگا۔

"لیکن انہیں بھی منانا پڑے گا سب سے پہلے۔کیا کروں میں ؟انہیں کیسے مناؤں اب ؟"ارسلان نے اضطراب کی سی کیفیت میں سوچنا شروع کیا پھر جھما کے کے ساتھ ہانیہ کو دیکھا۔

ہانیہ بھی سوچ میں ڈوب چکی تھی۔

اب ارسلان چھوٹی چھوٹی آنکھیں کیے اسے معنی خیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ہانیہ نے ارسلان کو دیکھ کر ابرو اچکائی جیسے کہنا چاہ رہی ہو، "کیا؟"

"آہم آہم !"ارسلان کھنکارا تو ہانیہ کی مشینیں سپیڈ سے گھومی تھیں۔

" بلکل بھی نہیں ارسلان۔"ہانیہ کا چہرہ لال سرخ ہوا تھا۔

"پلیز!...."

"نہیں نہیں بلکل بھی نہیں۔"ہانیہ کہہ کر تیزی سے وہاں سے نکلی۔ارسلان بھی اس کے پیچھے گیا۔

"پلیز ہانی !تم تو اکلوتی بہن ہو میری۔"اس کا لہجہ سماجت لیے ہوئے تھا۔ہانیہ نے تیزی سے نفی میں سر ہلانا شروع کر دیا۔

"پلیز ہانی !...صرف تم ہی کر سکتی ہو۔نا جانے ان میں ایسا کیا ہے سب انہیں کی بات مانتے ہیں اور انہیں کی سنتے ہیں اور وہ خود صرف تمہاری ہی سنتے ہیں۔"

ہانیہ لاؤنج میں موجود صوفے پہ بیٹھ چکی تھی۔اور سائڈ پہ پڑا Dawn news کا اخبار اٹھایا اور الٹا ہی پڑھنا شروع کر دیا۔

ارسلان بھی دوسرے صوفے پہ بیٹھ گیا اس کے سامنے۔

"پلیز ہانی۔تم ہی تو سمجھتی ہو صرف مجھے۔اور کوئی نہیں سمجھتا۔" ہانیہ ہنوز الٹا اخبار چہرے کے سامنے کیے بیٹھی رہی تھی۔

"تو کیا تم بھی نہیں مانو گی ہانی؟" ارسلان کی آواز اب آہستہ ہو گئی۔لیکن ہانیہ کا جواب ندارد۔

"مجھے لگا تھا کہ صرف تم سمجھو گی مجھے۔لیکن تم بھی باقی سب جیسی نکلی۔کوئی بھی نہیں سمجھتا مجھے۔" اس کی آواز اب بھرا سی گئی تھی بولتے ہوئے۔ہانیہ چونکی تھی۔لیکن اب بھی ویسے ہی بیٹھی رہی۔

ارسلان اٹھا اور وہاں سے چلتا بنا۔اب ہانیہ کے سامنے اس کی پشت تھی۔

ہانیہ نے اخبار چہرے کے سامنے سے ہٹایا اور ارسلان کو جاتے ہوئے دیکھا۔اس کا چڑیا جیسا دل ایک دم سے پھڑ پھڑایا۔

"میرا پیارا بھائی۔" وہ خود کو کہتے روک نہ پائی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ارسلان کے چہرے پہ فتح کی مسکراہٹ در آئی۔اس نے اپنی کمال اداکاری پہ خود کو سہرا اہا تھا۔

سب عاقب کی بات سنتے تھے۔اور عاقب کسی کی نہیں سنتا تھا،سوائے اس لڑکی کے۔اور ہانیہ کو منانا تو بہت آسان تھا۔مطلب کام ہو جانے کی مکمل گرنٹی۔

....

"سنیں عاقب!"ہانیہ نے مسلسل آنکھیں جھپکتے چمکتی آنکھوں کے ساتھ عاقب کو متوجہ کیا۔رات کا وقت تھا اور دونوں ہی اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھے۔ہانیہ بیڈ پہ بیٹھی تھی جبکہ عاقب کمرے کے وسط میں کھڑا کسی سے فون پہ بات کر کے ابھی ابھی فارغ ہوا تھا۔

کال ختم ہونے کے بعد وہ جو کھڑا فون میں سے کچھ کھنگال رہا تھا ہانیہ کے اس لب و لہجے پہ ایک دم سے چونکا تھا۔کچھ لمحے ہانیہ کو دیکھنے کے بعد واپس فون میں مصروف ہو گیا۔

"ٹھیک سے بتاؤ کیا بات منوانی ہے اب؟"وہ مصروف سا بولا۔وہ جانتا تھا محترمہ صرف تب ہی ایسے بات کرتی تھی جب کوئی بات منوانی ہو۔

ہانیہ نے خفیف سا ہو کر اسے گھورا۔

"جب جب میں آپ سے پیار سے بات کرنے کی کوشش کروں تو ضروری نہیں کہ مجھے آپ سے کوئی بات منوانی ہو۔"

"تو کیا سچ میں تمہیں مجھ پہ پیار آرہا ہے؟" عاقب کو خوشگوار سی حیرت نے آن چھوا تھا۔

ہانیہ تو شرما ہی گئی۔ عاقب پلک جھپک کر اس کے پاس پہنچا تھا۔

"آئی لو یو۔" عاقب نے ہمیشہ کی طرح اپنے مخصوص انداز میں اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا اور اس کا سر اپنے سینے سے لگایا۔

کچھ ساعتیں ایسے ہی گزریں تھیں کہ محترمہ کو شاید وہ محبت بھرا پل ہضم نہیں ہوا تھا۔

"ارسلان چاہتا ہے کہ اس کا نکاح ہی کر دیں صرف عالیہ سے۔ شادی آپ سب جب مرضی کریں لیکن نکاح اب کر دیں۔ وہ رو رہا تھا بیچارا۔"

عاقب کے تو سر پہ لگی تلوؤں پہ بجھی۔ وہ جھٹ سے ہانیہ سے دور ہوا۔

"دماغ سیٹ ہے اس کا؟ اور میں بھی کہوں محترمہ کو مجھ پہ ایسے ہی پیار نہیں آسکتا۔" وہ کڑے تیوروں کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"اس کی کوئی بھی بات مانتا۔ سب صرف آپ کی بات ہی مانتے ہیں۔"

"اور میں تمہاری۔ ہے نا؟ ایسے ہی کہا ہے نا اس نے؟" وہ درشتگی سے بولا تو ہانیہ نے فوراً سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں آپ کو یہ بلکل نہیں بتاؤں گی اس نے بلکل ایسا ہی کہا تھا۔" اور پھر گئی ساری بھینس پانی میں۔

عاقب نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"اس بار میں تمہاری ایک بھی بات نہیں مانوں گا ہانی۔"

"تو کیا آپ کو مجھ سے محبت نہیں؟" وہ نچلا ہونٹ باہر نکالے بے چارگی کے ساتھ گویا ہوئی۔

"تمہاری بات نہ ماننے کا یہ مطلب تو نہیں کہ میری محبت تمہارے لیے ختم ہو چکی ہے۔" عاقب کو دکھ ہی تو ہوا تھا۔

"صرف نکاح ہی کی تو بات ہے۔ داور اور جنت کا نکاح بھی تو ہوا ہے پہلے سے۔ آپ بس گھر والوں سے اور عالیہ کے ماما پاپا سے بات کر لیں اور شہریار بھائی کی شادی میں ہی ان دونوں کا نکاح کر دیں۔ کیسا لگا میرا کمال؟"

"بکواس۔" عاقب کے ایک حرف نے ہی سارے پہ پانی پھیر دیا۔

"پلیز!۔" وہ التجا کر رہی تھی جیسے۔

"نہیں۔"

"پلیز عاقب!"

"نہیں۔"

"صرف ڈانٹتے ہی ہیں آپ مجھے۔پیار تو کرتے نہیں ہیں۔نہ مجھ سے نہ ہی ارسلان سے۔بیچارا ارسلان۔کیا اس کا دل نہیں چاہتا کہ اس کی بھی بیوی ہو۔صرف آپ کا دل ہے اس کا دل نہیں ہے۔پورے ناول میں ساروں کا نکاح ہو گیا ہے اور جن کا نہیں ہوا ان کا بھی ہونے والا ہے۔بس ارسلان ہی بچا ہے۔اور آپ ہیں کہ کباب میں ہڈی بن رہے ہیں۔" محترمہ نے جب تقریر کرنا شروع کی تو بند ہی نہ کی۔عاقب تو آنکھیں پھاڑے اسے سن رہا تھا۔

"اچھا بس بس! پیار سے مناؤ گی تو مان جاؤں گا۔اس طرح ریئیکٹ کیوں کر رہی ہو؟" وہ خفگی سے گویا ہوا۔ہانیہ کی آنکھیں چمکیں۔

"پہلے بتاتے نا!" یہ کہتے ساتھ ہی ہانیہ نے عاقب کے گلے میں اپنی بانہوں کا ہار ڈال دیا۔عاقب نے بمشکل مسکراہٹ ضبط کی۔

"مان جائیں نا۔" پیار سے کہا گیا۔

"اگر نہ مانوں تو؟" ابرو اچکا کر پوچھا گیا۔

"تو میں آج کے بعد بیڈ کی بجائے صوفے پہ سوؤں گی۔"

عاقب نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"فضول مت بکو۔"

"تو مان جائیں نا۔ویسے بھی نیند آرہی ہے مجھے۔" ہانیہ کی آنکھوں سے لگ رہا تھا کہ اسے نیند آرہی ہے۔

"لیکن میرا سونے کا موڈ نہیں ہے۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا تو وہ فوراً سے سرخ ہوئی۔

"ٹھیک ہے پھر۔میں جارہی ہوں صوفے پہ سونے۔" وہ سرخ چہرہ لیے خفگی سے اٹھی تو عاقب نے اس کا بازو تھام لیا۔

"ٹھیک ہے۔میں کل بات کروں گا ماما بابا سے اس بارے میں۔" عاقب کے کہنے کی دیر تھی ہانیہ کی باچھیں کھل گئیں۔

"آئی لو یو،لو یو،لو یو۔" کہتے ہوئے اس کے لہجے سے خوشی جھلک رہی تھی۔

"آئی لو یو ٹو۔" عاقب نے ایک بار پھر اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

⟐......⟐......⟐

"آج میں اوپر۔آسمان نیچے۔" ارسلان خوشی سے گنگنا رہا تھا۔وہ چاروں بھی اس کے ساتھ ہی تھے۔اس وقت وہ پانچوں یونی کے گراؤنڈ میں چہل قدمی کر رہے تھے۔

ہانیہ نے منہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر ارسلان کو۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے ارسلان۔کیونکہ آسمان آج بھی اوپر ہی ہے اور تم نیچے۔"کھلا طنز تھا۔جنت نے کھی کھی کرنا فرض سمجھا تھا۔داور بھی سر جھٹک کر مسکرا دیا۔عالیہ بھی کافی خوش تھی۔وہ بھی بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی خوشی کا پتہ دے رہی تھی۔

"جلومت میری خوشیوں سے۔"ارسلان نے آنکھیں گھما کر کہا تو ہانیہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"یہ خوشیاں بھی میری وجہ سے ملی ہیں۔"منہ پھاڑ کر اچھی طرح بتایا گیا۔

"اچھا اچھا۔معلوم ہے۔"

"ویسے ایک بات ہے۔ہانی کی بات ہی الگ ہے۔"تعریفی کلمات جنت کی طرف سے آئے تھے۔ہانیہ کی گردن فخر سے اونچی ہوئی۔

"ہاں یہ تو ہے۔"داور نے بھی تائید کی تو محترمہ کی گردن کچھ زیادہ اونچی ہوئی۔

"آخر بہن کس کی ہے؟"عالیہ نے بال جھٹک کر ایک ادا سے کہا۔

"میری۔"جواب ارسلان سمیت داور اور جنت کی طرف سے بھی آیا تھا۔

اب سب نے ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر گلا پھاڑ دھاڑ کر ہنس دیے۔

خوشیاں آ رہی تھیں۔ سب ٹھیک تو پہلے ہی تھا لیکن اب زیادہ خوشیاں سمیٹنی تھیں ان سب کو ایک ساتھ۔ ایک ہو کر۔ شہریار کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی۔ اور یہ طے پایا گیا تھا کہ ارسلان اور عالیہ کا نکاح بھی عنایہ کی رخصتی والے دن ہی ہو گا۔ ایک عاقب کو منانے کی دیر تھی، سب مان گئے تھے۔ عالیہ کے بابا اور ماما تو فوراً مان گئے تھے۔ بس ایک عاقب کو منانے کی دیر تھی۔ بس ایک عاقب کو۔

اور عاقب کو منانے والی صرف ایک تھی۔ صرف ایک۔

۞......۞......۞

"ارے یہ مجھے دو ارسلان۔"

"میں نہیں دوں گا۔"

"ارسلان میں کہہ رہی ہوں مجھے اپنا فون دو۔"

"میں نہیں دوں گا ہانی۔"

"شرم کرو ارسلان۔ ڈوب کر مر جاؤ۔ آج تمہارا نکاح ہے اور تم تیار ہونے کی بجائے عالیہ کے ساتھ گپے ہانک رہے ہو۔" ارسلان نے اپنا فون کمر کے پیچھے کیا ہوا تھا اور ہانیہ کمر پہ ایک ہاتھ رکھے دوسرے ہاتھ سامنے کیے ارسلان سے فون مانگ رہی تھی۔ کال پہ عالیہ تھی اور کال نہ کاٹنے کی وجہ سے وہ سب سن رہی تھی۔ وہ خود اس

وقت پارلر پہ بیٹھی تھی۔ میک اپ آرٹسٹ اسے تیار کر رہی تھی اور وہ کانوں میں air pods گھسائے ہانیہ اور ارسلان کی نوک جھونک سن رہی تھی۔

"ارسلان فون ہانی کو دو اور جا کر تیار ہو۔ شرم کرو۔ سب تیار ہیں ایک تم ہی رہتے ہو۔" عاقب کی آمد بھی اچانک سے ہوئی تھی۔ وہ تینوں ارسلان کے کمرے میں موجود تھے اس وقت۔

ارسلان نے منہ لٹکا کر اپنا فون ہانیہ کے ہاتھ میں تھمایا۔ ہانیہ نے پورے بتس دانتوں کی نمائش کی اور فون کان سے لگائے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کمرے سے دور آکر وہ رکی پھر فون کا سپیکر منہ کے قریب کر کے جتنا اونچا چلا کر کہہ سکتی تھی کہہ اٹھا۔

"جاہل عورت اب نکاح سے پہلے تمہارا فون آیا تو حشر بگاڑ دوں گی تمہارا۔" کہہ کر فون کاٹ دیا گیا۔

عالیہ تو اتنی تیز آواز پہ ایک دم سے اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔ میک اپ آرٹسٹ جو اس کے آئی لائنر لگا رہی تھی وہ بھی ڈر گئی۔

عالیہ نے سنبھل کر دل پہ ہاتھ رکھا اور جیسے ہی سامنے آئینے کی طرف دیکھا تو ایک اور دفعہ اس کی فلک شگاف چیخ نکلی۔

آئی لائنر اچھی خاصی بیس کا بیڑا غرق کر چکا تھا۔عالیہ سے زیادہ تو میک اپ آرٹسٹ کو رونا آرہا تھا جسے اب دوبارہ سے یہ سب سیٹ کرنا تھا۔

"جلدی جلدی چلیں اندر ماما بابا انتظار کر رہے ہیں۔"ہانیہ میرج ہال کے داخلی دروازے کی طرف تیزی سے قدم اٹھاتی عاقب اور ارسلان سے کہہ رہی تھی۔آج محترمہ نے سنہری لہنگا پہن رکھا تھا جس پہ میرون لپ سٹک تو غضب ڈھا رہی تھی۔سر پہ میرون اور گولڈن ٹچ کا حجاب بھی لیا گیا تھا۔عاقب اور ارسلان نے سفید شلوار قمیض کے اوپر ویس کوٹ پہن رکھا تھا۔عاقب نے نیوی بلو جبکہ ارسلان نے کلیجی رنگ کا ویس کوٹ پہنا تھا۔وہ تینوں بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

"ارے بہنا تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"ابھی ہانیہ نے ہال میں قدم رکھا ہی تھا کہ عظیم اچانک سے سامنے آیا اور خوشگوار حیرت سے اس سے پوچھنے لگا۔ایک لمحہ نہ لگا تھا محترمہ کو اسے پہچاننے میں۔وہ ساری چیزیں بھول جاتی تھی مگر اپنے بنائے ہوئے بھائی نہیں بھولتی تھی۔

"ارے بشیر بھائی آپ؟"

"ارے بہنامیں بشیر نہیں میں عظیم ہوں۔بشیر بھی یہیں کہیں ہو گا۔" عظیم نے ادھر اُدھر نظر گھما کر بشیر کو ڈھونڈنا چاہا۔

"ارے بہنا تم یہاں پہ؟" اچانک سے ہی بشیر کی بھی عامد ہوئی۔

"ارے علی بھائی آپ؟" ہانیہ بھائی نہیں بھولتی تھی مگر نام بھول جاتی تھی۔

"ارے بہنا علی میں ہوں وہ بشیر ہے۔" پیچھے سے علی نے آتے ہوئی ہلکی سی چپت اس کے سر پہ لگا کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ہانیہ نے منہ کھول کر اسے دیکھا۔

"ارے یہ آپ تینوں یہاں کیا کر رہے ہیں؟" ہانیہ نے متعجب ہو کر پوچھا۔

"ارے ہمارے چھوٹے خان کی شادی ہے نا یہاں پہ۔" سلیقے سے بتایا گیا۔

"شاباش۔دلہا آیا نہیں باراتی پہلے پہنچ گئے۔" عاقب نے قریب آ کر طنزاً کہا تو ان سب نے اچھی خاصی اپنے پیلے زرد دانتوں کی نمائش کی۔

"وہ کیا ہے نا چھوٹے خان کہہ رہے تھے ہم پہلے پہنچ جائیں تاکہ اگر کوئی کام وغیرہ ہو چھوٹی بیگم کے گھر والوں کو تو ہم ان کی مدد کر دیں۔"

"ارے واہ!...آپ لوگ تو بہت نیک کام کر رہے ہیں۔" ہانیہ نے داد دی۔

"نیک کام نہیں۔جب سے یہاں آئے ہیں آس پاس گھومتی نقاب پوش فی میل ویٹریسز کو تاڑی جا رہے ہیں۔" زین نے اپنی آمد کا ثبوت دیا۔عاقب نے تاسف سے مسکرا کر اسے دیکھا پھر آگے بڑھ کر بغل گیر ہوا۔

"میرے خیال سے بارات نہیں آئی ابھی!" عاقب نے پیچھے ہٹ کر طنز کیا۔

"میں تو ہوں ہی بیچ کا بلا۔جب مرضی آؤں کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ ہنسا تھا۔

"زیادہ دانت نہ نکالیں زین بھائی!...آپ کی شادی نہیں ہے۔" ہانیہ نے اپنا حصہ ڈالا۔زین کا پہلے تو منہ لٹکا پھر آگے بڑھ کر ہانیہ کے جھکے سر پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

"کیا کروں بہنا۔یہ عاقب کو اتنی بار کہا ہے کہ اپنی سیکرٹری سے سیٹنگ کروا دے میری۔" زین نے بے حیائی سے کہا تو عاقب نے اسے گھورا۔

"ارے وہ لاریب۔ارے فکر ہی نہ کریں۔میں ہوں نا۔" ہانیہ نے نہایت ہی عمدہ طریقے سے گردن کڑا کر کہا۔اب عاقب کی باری تھی ہانیہ کو گھورنے کی۔

"ارے بہنا تم ہی سے ایسی امید تھی۔" زین تو صدقے واری ہوا تھا۔

"بہنا بہنا!..." عظیم، علی اور بشیر نے بڑے پیار سے یک آواز ہو کر ہانیہ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"وہ... یہاں اتنی ویٹریسز گھوم رہی ہیں۔ کسی سے ہماری بھی سیٹنگ شیٹنگ کروا دو۔" وہ تینوں نہایت ہی شرما کر گویا ہوئے تھے۔

"میں کرواتا ہوں تم لوگوں کی تو۔ چلو تم تینوں میرے ساتھ۔" زین نے ان تینوں کو وہاں سے دھکیلتا ہوا لے گیا۔

ہانیہ انہیں ہنستے ہوئے جاتے دیکھ رہی تھی پھر جیسے ہی مڑی تو سامنے عاقب کھڑا ابرو اچکائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

ہانیہ نے نہایت ہی معصومیت اور مسکین سی شکل بناتے ہوئے کندھے اچکا دیے۔

......

بارات آچکی تھی۔ نکاح کا وقت بھی آپہنچا تھا۔

جنت اور داور بھی بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ داور نے سفید شلوار کرتا اور سرمئی ویس کوٹ پہن رکھی تھی۔ جنت نے سبز کامدار لانگ فراک پہن رکھی تھی۔

داور بار بار اس کے کندھے سے کندھا ٹکراتا اس کی تعریفیں کیے جارہا تھا زندگی میں پہلی دفعہ۔ اور وہ تو بس شرمائے جارہی تھی... شرمائے جارہی تھی... شرمائے جارہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کسی کی بہت صلح ہو گئی ہے۔" عاقب نے ان دونوں کے پاس سے گزرتے لقمہ دیا تھا۔ وہ دونوں ہنس دیے۔

سٹیج کے سامنے نکاح کا انتظام کیا گیا تھا۔ جہاں چار کرسیاں تھی جو کہ دو دو کر کے آمنے سامنے تھیں۔ اور درمیان میں ایک پردہ لگا یا گیا تھا۔ ایک طرف دو کرسیوں پہ عنایہ اود عالیہ بیٹھی تھیں۔ عالیہ نے سفید شرارہ پہنا تھا جس پہ سنہری کام کیا گیا تھا جبکہ عنایہ نے مہرون لہنگا جس پہ سر سے پاؤں تک کام ہی کام کیا گیا تھا۔ دوسری طرف ارسلان اور شہریار کو بٹھایا گیا تھا۔

سب سے پہلے عنایہ کی طرف سے قبول و ہجاب کا مرحلہ طے پایا گیا اس کے بعد عالیہ سے۔ دونوں پہلے تو تھوڑا خجل ہوئیں لیکن اس کے بعد 'قبول ہے' کہہ کر نکاح نامے پہ دستخط کر دیے۔

اس کے بعد شہریار اور ارسلان کی طرف سے قبول و ہجاب کا مرحلہ طے پایا گیا اور اس کے بعد دعا کروائی گئی۔ نکاح ہو چکا تھا۔ دو جوڑے پاک رشتوں میں بندھ چکے تھے۔ ارسلان اور شہریار تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔

"ہاں لکھیں لاریب کا نمبر۔" ہانیہ اپنے نیو ماڈل کا آئی فون نکالے کھڑی تھی۔

"ہاں بتاؤ..." زین نے بھی جلدی سے ڈائلر کھولا۔

"......034"

زین اور ہانیہ ان سب کی خوشیوں سے بے نیاز لاریب کے نمبر لے دے رہے تھے۔

"سب سے پہلے میں اسے فون کر کے کیا کہوں۔" وہ اب ہانیہ سے مشورہ مانگ رہا تھا۔

"اپنے آفس میں جاب کی آفر کرنا۔ تھوڑے سے نخرے دکھائے گی۔ لیکن زیادہ سیلری کی آفر کریں گے تو..."

"تو وہ مان جائے گی۔" زین نے اس کا جملہ اچکا۔

"ارے نہیں... چچ... پھر تو بلکل نہیں مانے گی۔ لالچی نہیں ہے۔ ایماندار ہے تھوڑی سی۔" ہانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر؟"

"آپ بس آفر کر دیجیئے گا۔ جس دن آپ آفر کریں گے اگلے دن میں عاقب کے آفس جا کر باتوں باتوں میں ہی اسے فارغ کر دوں گی۔" ہانیہ نے ہاتھ گھما کر عورتوں والے انداز میں کہا۔

"واہ بہنا!..." زین ہتھیلی پہ کہنی رکھ کر دوسرے ہاتھ کی تین انگلیاں گالوں پہ رکھے شاکڈ ہو کر ہانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ جس کا دماغ ایسے کاموں میں فالتو ہی چلتا تھا۔ ہانیہ کی گردن فخر سے اکڑی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اچانک سے کسی نے ہانیہ کے ہاتھ سے فون اچکا تھا۔

ارسلان سامنے کھڑا بتیسی نکالے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میرے فون کی بیٹری ڈیڈ ہو چکی ہے اس لیے میں تمہارا فون لے کر جا رہا ہوں۔ میں نے عالیہ کے ساتھ مرر سیلفی لینی ہے۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے بھاگا تھا۔ہانیہ بھی اس کے پیچھے بھاگی۔

"ارسلان میرا فون واپس کرو۔ تم عاقب کا فون لے لو۔" ہانیہ بمشکل اپنا لہنگا سنبھالے اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

"تمہارے اور میرے فون کا کلر سیم ہے۔بھائی کا کلر ڈفرنٹ ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے سب کی توجہ کھینچ رہے تھے۔

ہانیہ بھی اپنا سنہری لہنگا سنبھالے اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ایسے لگتا تھا بھاگتے بھاگتے وہ وقت میں آگے نکل آئی ہے...بہت آگے...بہت زیادہ آگے...پانچ سال آگے۔

"رک جاؤ!...میں کہہ رہی ہوں رک جاؤ۔" ہانیہ تیزی سے اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ سنہری لہنگا ایک دم سے گلابی لہنگے میں تبدیل ہو چکا تھا اور اس کا میرون ہجاب

جامنی رنگ میں تبدیل ہو چکا تھا۔آنکھوں پہ چشمہ اب بھی تھا مگر وہ بھی تبدیل ہو چکا تھا۔

وہ آج بھی ہال میں بھاگتی آس پاس لوگوں کو متوجہ کرنے کا باعث بن رہی تھی۔

آخر وہ بھاگ کس کے پیچھے رہی تھی؟ وہ ارسلان تو نہیں تھا...کچھ دھندلا تا سا عکس نمایا ہوا تھا...دھند آہستہ آہستہ چھٹ رہی تھی۔وہ کوئی چار سالہ چھوٹا سا بچہ تھا۔صحت مند اور گول مٹول سا۔دودھیار نگت اور لٹکتے ہوئے بھرے بھرے سے گال۔سفید شلوار کرتا اور چھوٹی سی واسکٹ میں وہ کس قدر پیارا الگ رہا تھا بتانے سے قاصر ہے۔اس چھوٹی دنیا کے ہاتھ میں ہانیہ کا سنہری پرس تھا اور وہ بمشکل اپنی چھوٹے چھوٹے قدموں سے بھاگ رہا تھا۔ہانیہ نے اگر لہنگا نہ پہنا ہوتا تو یقیناً اسے جا لیتی۔

"صاقب!"ہانیہ نے اسے پیچھے سے پکارا۔مگر وہ رکنے والی چیز کہاں تھا۔

اچانک کسی نے اس چھوٹی دنیا کو اپنی گود میں اٹھا لیا تھا۔ہانیہ کے قدم دھیمے ہوئے اور اس نے سکون کا سانس خارج کیا۔کیونکہ اب وہ عاقب کے ہاتھوں میں تھا۔

"ادھر واپس کرو میرا پرس!"ہانیہ نے اس کے ہاتھ سے پرس جھپٹا۔

صاقب نے مسکین سی شکل بنا کر عاقب کو دیکھا جس نے معصومیت سے کندھے اچکا دیے۔

"میں بتارہا ہوں اپنی اس بیوی کو سمجھالیں۔"

ہانیہ نے کھاجانے والی نظروں سے صاقب کو دیکھا تھا۔

"کیاہاں؟...اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں اب۔ایک چاکلیٹ ہی تو مانگی تھی۔"وہ ہانیہ کو پھولے منہ کے ساتھ دیکھتے گویا ہوا۔

"صاقب کے بچے!"وہ دانت پیسے گویا ہوئی تھی۔صاقب کی بولتی بند ہوئی۔اس نے معصوم سی شکل بناکر عاقب کو دیکھا۔

"دیکھا بابا آپ نے۔جب آپ آفس ہوتے ہیں یہ عورت میرے ساتھ اسی طرح زیادتی کرتی ہے۔آدھی چاکلیٹس یہ کھاجاتی ہیں میری۔"

"اونہوں صاقب۔ماما ہیں تمہاری۔"عاقب نے اسے ٹوکا۔

"شک ہورہا ہے مجھے۔"وہ بولا تو ہانیہ کا پورا منہ کھلا کا کھلارہ گیا۔عاقب نے تو ادھر اُدھر دیکھنا شروع کردیا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

ہانیہ کچھ دیر تو ان دونوں باپ بیٹے کو ایسے ہی دیکھتی رہی۔پھر آہستہ سے مسکرائی۔اور چمکتی آنکھوں سے گویا ہوئی۔

"پچھلے ہفتے صاقب کو الیکٹرک کار کس نے لے کردی تھی؟"

صاقب نے چونک کر ہانیہ کو دیکھا۔عاقب نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"ماما نے۔" صاقب آہستہ سے گویا ہوا۔

"اور سنڈے کو صاقب کو ایلیکٹرک موٹر بائک کس نے منگوا کر دی تھی؟" ہانیہ ہنوز اسی طرح مسکرائے سوال کر رہی تھی۔

"ماما نے۔" اب کہ صاقب کی آواز کچھ اور دھیمی ہوئی۔

"اور تین دن پہلے جب ماما صاقب کو لے کر مال گئی تھی تو اسے ریموٹ کنٹرول کار کس نے لے کر دی تھی؟"

اب کہ صاقب بلکل خاموش ہو گیا۔ نچلا ہونٹ باہر نکل آیا تھا۔ جلدی سے ہاتھ پھیلا کر ہانیہ کی طرف کیے اور جذباتی ہو کر بولا۔ "میری پیاری ماما۔"

عاقب نے گھور کو صاقب کو دیکھا تھا۔ پورا ڈرامہ تھا وہ۔ بلکل ماں پہ گیا تھا۔

"ہاں !...اب آیا چوہا پہاڑ کے نیچے۔" ہانیہ نے خود کو سہراتے ہوئے کہا۔

"صاقب !..." عاقب نے زور دے کر اسے پکارا۔ صاقب نے یک دم باپ کی جانب دیکھا۔

"اور وہ سب آیا کس کے کریڈٹ کارڈ سے تھا؟"

"بابا کے۔" صاقب تو اچھی طرح پھنسا ہوا تھا۔ ہانیہ نے منہ کھول کر عاقب کو دیکھا۔

"توجو باباکا ہے وہ ماماکا ہی تو ہے۔اور...اور بابانے کون سالے کر دیا۔لے کر تو ماما نے ہی دیا تھانا۔"اس سے پہلے کہ وہ تینوں کوئی اور بات کرتے ارسلان کی اینٹری ہوئی تھی۔

"شاباش۔لگے رہیں آپ تینوں آج بھی۔یہاں ابھی تک میری دلہن نہیں آئی اور آپ...آپ سب کو اپنی چاکلیٹس اور پرس کی فکریں لگی ہوئی ہیں۔"وہ اکتایا ہوا لگ رہا تھا۔اس کے نقوش میں کچھ تبدیلی آئی تھی۔اب وہ پانچ سال پہلے والا ارسلان نہیں لگتا تھا،بلکہ پورا مرد لگتا تھا۔

"ماچو!..."صاقب نے اب اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ارسلان کی طرف کیے۔جیسے عاقب کی گود سے نکل کر ارسلان نے کی گود میں جانا چاہ رہا ہو۔

"آجاؤ بیٹا۔تم بھی آجاؤ۔بس ایک تمہاری ہی کمی تھی میری اس اکتائی ہوئی زندگی میں۔"ارسلان نے اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ دیکھ کر اسے گود میں اٹھایا۔

"ماچی تو آگئی ہیں ماچو۔میں نے ان کو برائڈل روم میں دیکھا ہے۔"صاقب نے خبر دی۔وہ ارسلان کو چاچو کہتا تھا نہ ماموں۔وہ ان دو لفظوں کو جوڑ کو ماچو بولتا تھا۔عالیہ کے ساتھ بھی یہی تو رشتہ تھا اس کا۔ماچی کا۔"

"کچھ تو شرم کر و ہانی۔جاؤ جا کر لے آؤ عالیہ کو۔اور بھائی آپ۔آپ کو کب سے بابا بلا رہے ہیں۔"اس کو اب یاد آیا تھا۔

"بدتمیز شخص پہلے بتانا تھانا۔"عاقب کہتا ہوا وہاں سے گیا۔ہانیہ بھی احسان کرنے والے انداز میں برائڈل روم کی طرف چل دی۔

ارسلان نے شکر کا سانس خارج کیا۔

"آپ کو زیادہ جلدی نہیں ہو رہی شادی کی!"صاقب نے دانت دکھاتے ہوئے کہا۔

"جب تیری شادی ہو گی ناتب میں تجھ سے پوچھوں کا صاقب کے بچے۔"ارسلان نے دانت چبائے۔

"مجھے جلدی نہیں ہے۔اور آپ کو پتہ ہے ماما کہہ رہی تھیں آج میں رات کو ماچی کے ساتھ سو سکتا ہوں۔"خوش ہو کر بتایا گیا۔اس کی خوشی نے ارسلان کے دل پہ انگارے پھینکنے کا کام کیا تھا۔

"تم کباب کی ہڈی کے ہیں۔تم میری شادی کے بعد پیدا نہیں ہو سکتے تھے۔"وہ جل کر گویا ہوا تھا۔ورنہ محبت تو بہت تھی اس سے۔

"احسان مانیے۔آپ کے نکاح کے بعد ہی پیدا ہوا تھا۔ماما نے بتایا مجھے۔"فخریہ بتایا گیا۔

"ہاں۔میرے نکاح کے اگلے ہی دن آپ جناب کی آمد کا معلوم ہوا تھا ہمیں۔"یہ کہتے ہوئے ارسلان اسی طرح اسے گود میں اٹھائے وہاں سے چل دیا۔

"کیا سچ میں؟ میں اگلے دن ہی پیدا ہو گیا تھا؟" وہ حیران ہوا تھا کافی۔ان دونوں کی آواز اب دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔

"ارے نہیں۔" ارسلان نے اس کے سر سے اپنا سر آہستہ سے ٹکرایا۔

"پھر میں کب پیدا ہوا؟" ان دونوں کی آواز اب منظر سے بلکل غائب ہو چکی تھی۔

اب ہم دوسرے منظر کی طرف چلتے ہیں۔جہاں داور سٹیج پہ بیٹھا اکتایا ہوا سا بار بار اپنی کلائی میں باندھی گھڑی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

ارسلان صاقب کو گود میں لیے سٹیج پہ چڑھا اور دوسرے صوفے پہ بیٹھ گیا۔صاقب کو بھی قریب ہی بٹھا دیا اور اس کے ہاتھ میں اپنا فون تھما دیا۔

"کتنی دیر ہے؟ کہیں یہ لوگ برتن دھلوانے تو نئی لگ گئے ان دونوں سے۔" داور نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

داور کے نقوش پہلے سے سخت ہو گئے تھے۔اب وہ پانچ سال پہلے والے داور سے بلکل مختلف تھا۔

"کہا ہے ہانی سے۔وہ لا رہی ہے۔"

ایک دم سے ہال کی بتیاں بجھ گئیں اب کچھ رنگین بتیاں ہی جل رہی تھیں۔ایک سپوٹ لائٹ داخلی دروازے کی طرف تھی۔کچھ دیر میں ہی دو سرخ لہنگے اپنے سنہرے کام کے ساتھ چمکے تھے۔آہستہ آہستہ اشکال بھی واضح ہونے لگیں۔

"دھت تیری کی۔"داور اور ارسلان کے منہ سے بے اختیار نکلا۔سٹیج کے قریب کھڑے شہریار نے اپنا گلا کھنکار کر انہیں اپنے جذباتوں پہ کنڑول رکھنے کی تنقید کی۔

دونوں دلہنوں کے چہرے بڑے گھونٹ سے ڈھانپ رکھے تھے۔یہ کمال بھی ہماری محترمہ کا تھا۔

"ماچو میں نے دیکھا تھا دونوں ماچیوں کو۔ بلکل بھی اچھی نہیں لگ رہی تھیں۔"صاقب نے ان دونوں کو آگاہ کیا۔ارسلان اور داور دونوں نے ایک ساتھ ہی اندھیرے میں نیم روشنی کے ساتھ صاقب کو دیکھا۔

"کیا سچ میں؟"وہ دونوں حیران ہوئے۔

"ہاں۔ایسے لگتا ہے میرے Johnson baby powder سے منہ دھو کر آئی ہوں۔توبہ توبہ۔"صاقب نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے۔داور اور ارسلان نے ایک ساتھ تھوک نگلا۔

"بس شرمندہ نہ کروائیں ہمیں۔ باقی جیسے مرضی لگ رہی ہوں۔" ارسلان آہستہ سے بڑبڑایا۔

وہ دونوں سٹیج کے قریب پہنچ چکی تھیں۔ فوٹو گرافر اپنی جگہ پہ کھڑا تصویریں کھینچنے کے انتظار میں تھا کہ کب دونوں دلہے اٹھ کر دونوں دلہنوں کا ہاتھ تھام کر انہیں سٹیج پہ لائیں گے۔ مگر داور اور ارسلان ہنوز اسی طرح صوفے پہ بیٹھے تھے۔ انہیں شاید نہیں بلکل یقیناً نہیں پتہ تھا کہ انہوں نے کیا کرنا ہے۔ بے شرموں کی طرح بیٹھے تھے۔ سارے کھڑے منہ اٹھا کر ان دونوں کو دیکھ رہے تھے اور وہ دونوں ہونقوں کی طرح دلہنوں کو دیکھ رہے تھے کہ کب شہزادیاں سٹیج پہ چڑھیں گی۔

آخر کار فوٹو گرافر نے ہی ان دونوں کو شرم دلائی۔ کہ اٹھیں اور ان کا ہاتھ تھامیں۔ ان دونوں کو نہایت ہی شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کھڑے ہوتے صاقب سٹیج پہ دونوں دلہنوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

صاقب نے دیکھتے ہی دیکھتے پہلے ایک دلہن کے سر سے گھونگٹ اٹھایا جس میں عالیہ تھی اور پھر دوسری دلہن کے سر سے گھونگٹ اٹھایا جس میں جنت تھی۔ وہ دونوں حسن کا مکمل مجسمہ لگ رہی تھیں آج۔ داور اور ارسلان جو اٹھنے والے تھے ان کو دیکھ کر اپنی

جگہ بت بنے رہ گئے۔ظاہر ہے حسن کا صدمہ لگنا ہی تھا انہیں اور اس کو سنبھلنے کے لیے وقت چاہیے تھا۔

صاقب نے بازی مارتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ عالیہ کی طرف بڑھایا اور بایاں ہاتھ جنت کی طرف۔

صاقب کی اس پیاری سی حرکت پہ پورا ہال تالیوں اور قہقہوں سے جھوم اٹھا۔عالیہ اور جنت بھی مسکرا اٹھیں اور اپنے ہاتھ صاقب کے چھوٹے چھوٹے ننھے ننھے ہاتھوں میں تھما دیے۔پھر بغیر اس کے ننھے ہاتھوں میں زور ڈالے وہ خود ہی سنبھلتے ہوئے سٹیج پہ چڑھ گئیں۔آس پاس لگے اناروں میں سے چنگاریوں کے فوارے نکل رہے تھے اور فوٹو گرافر اس پیارے سے لمحے کو کیمرے میں قید کر رہا تھا۔

ہانیہ زور زور سے تالیاں بجاتی اپنے بیٹے پہ صدقے واری ہو رہی تھی۔"اوہ میرا پیارا بیٹا!..."

صاقب نے ایک فلائنگ کس ہانیہ کی طرف اچھالی۔

سارا ہال لطف اندوز ہو کر یہ سب دیکھ رہا تھا۔

صاقب بازی لے گیا تھا۔اور وہ دونوں منہ اٹھا کر بیٹھے رہ گئے تھے۔

"اب تم دونوں خود کھڑے ہو گے یا ڈولی کا بندوبست کروں؟" شہریار نے ان دونوں کے قریب آ کر سخت لہجے میں کہا تو وہ دونوں فوراً سے کھڑے ہوئے۔ عالیہ ارسلان کے اور جنت داور کے ساتھ آ کر کھڑی ہو چکی تھی۔ آس پاس سے 'کلک کلک' کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سب اس منظر کو اپنے اپنے موبائل کیمراز میں محفوظ کر رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ دونوں جوڑے صوفے پہ بیٹھ گئے۔ صاقب ارسلان اور عالیہ کے درمیان مزے سے بیٹھا تھا۔ بھلا کوئی اس کو کچھ کہہ سکتا تھا؟

"کوئی آج بہت پیارا لگ رہا ہے۔" ارسلان نے آہستہ آواز میں کہا۔

"شکریہ۔" عالیہ شرمائی۔

"میں تو صاقب کی بات کر رہا تھا۔" ارسلان نے بیان بدلا۔

عالیہ تو اس کو گھور بھی نہیں سکتی تھی۔

"کوئی آج بہت پیارا لگ رہا ہے۔" اب کہ صاقب نے کہا تھا۔

"شکریہ۔" ارسلان نے گردن ہلا کر تعریف وصول کی۔

"میں تو ماچی کی بات کر رہا تھا۔" صاقب نے بھی بیان بدلا۔ عالیہ کو جی بھر کر اس پہ پیار آیا۔ ارسلان نے اچھا خاصا اسے گھورا تھا۔ مگر کیا کرتا، صاقب تھا ہی اتنا پیارا زیادہ دیر

تک اسے گھور ہی نہ سکا۔ بلکہ اس کے چہرے کے زاویے جذباتیات میں ڈھلے تھے اسے
دیکھ کر۔ وہ اتنا پیارا کیوں لگتا تھا آخر؟

ارسلان جھکا اور صاقب کے گال پہ ایک بوسہ دیا۔

"ماشااللہ! میری جان کے ٹکڑے روز اتنے پیارے نہ لگا کرو۔" اب عالیہ سے زیادہ
اسے صاقب پیارا لگ رہا تھا۔ صاقب تو شرما ہی گیا۔

عالیہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

فوٹو گرافی نے اسی لمحے تصویر کلک کی۔ اور یہ منظر قید ہو گیا۔

اب ہم دوسرے جوڑے کی آپسی گفتگو کی طرف چلتے ہیں۔

"صاقب تو کہہ رہا تھا آج تم آتے ہوئے آٹے کے ٹرک میں گر گئی تھی۔" داور نے
اسے چھیڑنا چاہا۔

جنت سوچ میں پڑ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد اچھی طرح سوچ کر بولی۔

"ہاں یاد آیا۔ آٹے کے ٹرک میں نہیں واشروم میں گری تھی۔" جنت نے یاد کر کے
سر ہلایا۔ داور نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"لیکن صاقب کو کیسے پتہ چلا؟" جنت نے بغیر ادھر اُدھر کا لحاظ کیے منہ کھول کر
داور کو دیکھا۔ اسی لمحے فوٹو گرافر نے ایک تصویر کلک کی۔ اور یہ منظر قید ہو گیا۔

"زیادہ جلدی نہیں آ گئے تم؟"عاقب زین کے ساتھ بغل گیر ہوا،اس کے بعد شہر یار۔

"کیسی ہیں بھابھی صاحبہ؟"عاقب نے لاریب کی طرف دیکھ کر عزت سے پوچھا۔

"الحمدللہ! میں ٹھیک ہوں سر۔آپ سنائیں۔"لاریب آج بھی عاقب کو اتنی ہی عزت دیتی تھی جتنی اس کے آفس میں کام کے دوران دیا کرتی تھی۔

"میں بھی الحمدللہ۔شاہ ویز نہیں آیا کیا؟"

"تمہارا صاحب زادہ لے گیا ہے اسے۔"زین نے جواب دیا۔

"عنایہ!...زرا بات سنو!"شہر یار نے عنایہ کو آواز دی جو مہمان عورتوں سے کوئی بات کر رہی تھی۔

شہر یار کے آواز دینے پہ عنایہ نے مڑ کر شہر یار کی جانب دیکھا۔

عنایہ پہلے سے کافی بڑی ہو چکی تھی۔اب وہ سولہ سترہ سالہ بچی نہیں رہی تھی۔بلکل پورے بائیس سال کی ہو چکی تھی۔وہ ان مہمان عورتوں سے معزرت کرتی شہر یار کی طرف آئی۔

"لائبہ بھابھی آئی ہیں ان کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔"شہر یار نے کہا تو عنایہ مسکراتے ہوئے اچھے طریقے کے ساتھ لائبہ سے ملی اور اسے اپنے ساتھ لے گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب ہم ایک اور منظر کی طرف چلتے ہیں جہاں عظیم، علی اور بشیر کھڑے ایک ننھے سے بچے کو سنبھال رہے تھے جو بمشکل ہی آٹھ سے نو ماہ کا تھا۔

وہ بچہ بشیر کی گود میں مسلسل روئے جا رہی تھا۔ عظیم فیڈر لے کر اس کے سر پہ کھڑا تھا۔اور علی اس بچے کے اوپر کھڑا منہ چڑھا کر اسے ہنسانے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔

"اوہو!...ادھر پکڑائیں زاویار کو۔" ہانیہ نے ان کے پاس آکر زاویار کو ان سے لیا اور اسے چپ کروانے لگی۔

"آپ تینوں سے ایک بچہ نہیں سنبھالا جا رہا تھا۔" ہانیہ نے افسوس کیا اور کچھ ہی دیر میں زاویار چپ ہو گیا۔

"ارے میرا پیارا بیٹا!...کیوں رو رہا تھا۔ہاں!" ہانیہ نے عظیم سے فیڈر لیا اور زاویار کے منہ میں ڈالا۔زاویار اب مزے سے فیڈر پی رہا تھا۔

"ارے واہ بہنا۔ایک منٹ میں بچہ چپ کروا دیا۔" علی نے داد دی۔وہ کب سے منہ چڑھا چڑھا کر تھک گیا تھا۔

"دو دو، تین تین بچوں کے باپ ہو کر آپ تینوں سے ایک بچہ نہیں سنبھالا جا رہا تھا۔دیکھیں ایسے کرواتے ہیں بچے کو چپ۔" ہانیہ نے انہیں سکھایا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اب ہم گھر جا کر اپنے بچوں پہ 'پریٹس' کریں گے۔" بشیر اپنے چمکتے ہوئے دانت دکھا کر بولا۔ شاید وہ آج اچھی طرح دانتوں کو چمکا کر صاف کر کے آیا تھا۔

"اوہو بشیر بھائی 'پریٹس' نہیں 'پریکٹس' ہوتا ہے۔" ہانیہ نے درستگی کی۔

"ہاں ہاں ایک ہی بات ہے۔" وہ کچھ خجل سا ہوا۔

اتنے میں عنایہ اور لائبہ بھی ان دونوں کے قریب آئیں۔

"ارے لائبہ بھابھی بھی آئیں ہیں۔" ہانیہ نے لائبہ کو دیکھ کر کہا۔

"جی۔" لائبہ مسکرائی۔

"اسے مجھے دیں ذرا!" لائبہ نے ہاتھ بڑھا کر زاویار کو گود میں اٹھایا۔ ہانیہ نے فیڈر اس کے منہ سے نکال لیا تھا۔

"ماشاللہ!" لائبہ نے دیکھتے ہی کہا۔

"بلکل شہریار بھائی پہ گیا ہے۔" لائبہ کے کہنے کی دیر تھی عنایہ ایک دم سے بلش ہوئی۔

"مجھے دیکھو۔ میں آپ کی لائبہ چاچی!" لائبہ نے زاویار سے بات کی تھی وہ ایک دم سے کھلکھلایا۔

"مجھے پتہ چل گیا ہے بشیر!" عظیم نے بشیر کے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

علی کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔

"نہایت ہی لچا ہے یہ۔ صرف لڑکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔"

علی اور بشیر نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"آپ تینوں جائیں اور کھانا وغیرہ لگوائیں۔ عاقب بھائی کی طرف سے آرڈر آیا ہے۔" عنایہ نے ان تینوں کو جانے کا کہا۔

وہ تینوں جو کام سے ہمیشہ بھاگتے تھے منہ لٹکائے وہاں سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد ہانیہ عنایہ کی جانب متوجہ ہوئی۔

"عنایہ! زرا شہریار بھائی کو بتانا یہ تینوں زاویار کو لچا کہہ رہے تھے۔ میں نے سنا۔" محترمہ نے شکایت لگائی۔ کسی نے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔ ہانیہ کے کان ہمیشہ کھڑے رہتے تھے۔ لائبہ ہنس دی۔

ایک دوسرے منظر کی طرف بھی بڑھتے ہیں جہاں وہ چار باپ اپنی ٹیبل کے گرد محفل لگائے بیٹھے تھے۔ عالیہ کے پاپا، ہانیہ کے پاپا، عنایہ کے پاپا اور منظور علی شاہ۔ منظور صاحب کے کچھ بزنس پارٹنر بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ ان کے ٹیبل پہ سب سے زیادہ رونق ہانیہ کے پاپا عثمان صاحب کی تھی۔ ان کا قہقہہ ماحول میں چار چاند لگائے ہوئے تھے۔

"ہاہاہاہاہا۔" ان کا قہقہہ ایک بار پھر کسی عام سی بات پہ گونجا۔

"ہاہاہاہا۔ اب تو ہم چاروں بھی اپنے بچوں کے فرض سے آزاد ہو گئے۔ ہاہاہاہا۔" عثمان صاحب کہہ رہے تھے۔

ایک اور ٹیبل پہ عالیہ کی ماما، عنایہ کی ماما، ہانیہ کی ماما اور ثمینہ بیگم اسی طرح کچھ دوسری عورتوں کے ساتھ محفل لگائے بیٹھی تھی۔

ان بوڑھے لوگوں کی محفل اب ساری فکروں سے آزاد تھی۔ سارے مہمانوں کو ان کے بیٹے، بیٹیاں اور بہوئیں سنبھال رہی تھیں۔ انہیں بھلا فکر ہونی تھی؟

اب ہم ایک اور منظر کی جانب چلتے ہیں جہاں صاقب اپنے سے ایک سال چھوٹے شاہ ویز کو ساتھ بٹھائے پٹیاں پڑھا رہا تھا۔

"سنو شاہ ویز!... یہ جو لڑکیاں ہوتی ہیں نا۔ نہایت ہی چھچھوری ہوتی ہیں۔ ان سے دور رہا کرو۔ میں نے دیکھا کیسے تم اس لڑکی کو گھور رہے تھے۔"

"چچوری کیا ہوتا ہے؟" شاہ ویز نے اپنی توتلی سی زبان میں معصومانہ سوال کیا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ۔ بس سمجھ جاؤ تم۔ میں نے تو ماما کو ایک لڑکی کو کہتے سنا تھا۔"

"کیا پتہ چوری کا مطلب بوت اچھی ہو۔" شاہ ویز چھچھوری لفظ کو آدھا کھا کر چوری پہ پہنچ گیا تھا۔

"ارے نہیں۔ماما نے اس لڑکی کو غصے میں کہا تھا۔" صاقب نا جانے اور کیا کیا پٹیاں پڑھا رہا تھا اسے کہ فوٹو گرافر نے مائک میں کچھ کہا۔

"دلہا دلہن کی فیملی آجائے فیملی شوٹ ہونے لگا ہے۔"

سب پلک جھپکتے سٹیج پہ موجود تھے۔

صاقب کسی بوتل کے جن کی طرح ارسلان کی گود میں موجود تھا۔

زاویار کو داور کی گود میں تھما دیا گیا تھا۔

جس دیوان صوفے پہ داور اور جنت بیٹھے تھے اس کے پیچھے عنایہ کے ماما پاپا اور ہانیہ کے ماما بابا کھڑے تھے۔شہریار اور عنایہ دیوان صوفے پہ داور اور جنت کے دائیں بائیں بیٹھ گئے تھے۔

اور جس دیوان صوفے پہ ارسلان اور عالیہ بیٹھے تھے اس کے پیچھے منظور صاحب، ثمینہ بیگم اور ساتھ عالیہ کے ماما بابا کھڑے تھے۔

عاقب اور ہانیہ بھی دیوان صوفے پہ ارسلان اور عالیہ کے دائیں بائیں بیٹھ چکے تھے۔

عاقب نے اشارے سے زین کی فیملی کو بھی بلایا۔

لائبہ، زین اور درمیان میں شاہ ویز بھی آ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

"کوئی رہتا تو نہیں؟" فوٹو گرافر نے استفسار کیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہم بھی تو ہیں۔" عظیم، علی اور بشیر نا جانے کہاں سے آ گئے تھے۔

شہریار نے اتنی تیزی سے انہیں گھورا تھا جتنی تیزی سے گھورا جا سکتا تھا۔

"ارے آ جائیں آپ بھی۔" ہانیہ کے کہنے کی دیر تھی وہ تینوں چمکتے ہوئے دانت لیے سٹیج کے درمیان میں چوکڑی مار کے بیٹھ گئے۔

فوٹو گرافر نے کیمرے میں دیکھا اور 'کلک' کی آواز سے تصویر کھینچ لی گئی۔

یہ لمحہ بھی ہمیشہ کے لیے قید ہو چکا تھا۔ اور یہاں کہانی کا اختتام ہو چکا تھا... بلکہ نہیں... کہانی کا اختتام ابھی باقی تھا۔ ابھی تو ان سب کو ایک بہت لمبا سفر طے کرنا تھا۔

عالیہ، ارسلان، داور، جنت اور ہانیہ کی چار سالہ ڈگری کا اختتام ہو چکا تھا۔

ارسلان عاقب کے ساتھ اور داور شہریار کے ساتھ اب بزنس میں انوالو تھے۔ عالیہ، جنت اور ہانیہ کی تو جیسے جان چھوٹی تھی۔

ہر چیز بدل چکی تھی ان پانچ سالوں میں۔

کوئی نہیں بدلا تھا تو وہ تھی ہانیہ۔ آج بھی ویسے ہی۔ ان سب کی ہانی۔ نا جانے کتنے ہی بھائیوں کی بہن۔ ایک اولاد کی پیدائش نے بھی اسے نہیں بدلا تھا۔ اور ہم سب... وہ سب... اسے ایسا ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔

ان کی کہانی تو اب آگے چلنی تھی۔ لیکن میری کہانی کا اختتام آن پہنچا ہے۔ میں جس طرح سے اس کہانی کو اس کے اختتام تک پہنچانا چاہتی تھی، میں نے پہنچا دیا۔ میں اپنی اس کہانی کا اختتام چند الفاظوں میں کرنا چاہوں گی۔ جو کہ میری کہانی کے ہر جوڑے سے منسلک ہے۔

میری نیکی کا کوئی صلہ ہو جیسے
خزاں میں کوئی پھول کھلا ہو جیسے
تجھے پا کے مجھے یوں لگا
بے گھر کو گھر ملا ہو جیسے

(ختم شد)

آپ سب کی محبت کی وجہ سے میں اس کا سیزن ٹو لکھنے پہ مجبور ہوئی۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ سب نے اس ناول کو بہت پسند کیا۔ کافی وقت لگا یا میں نے اسے لکھنے میں اس کے لیے معزرت۔ مجھے نہیں لگتا اس کا اختتام میں اس سے زیادہ خوبصورت کر سکتی تھی۔ اگر آپ کو لگے کہ اس ناول میں کچھ ادھورا ہے تو اس کے لیے بھی

معزرت۔ مجھے یقین ہے آپ میں سے بہت سوں کو ایسا لگا ہو گا۔ مگر میرے لیے کہانی کا یہی اختتام تھا۔ آپ سب کے ساتھ اور محبت کا شکریہ)

****

❤ ختم شدہ ❤

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلیئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلیئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین